

کفار کا جاسوسی ونگ

میدان کربلا میں

ابو الحسن غفرلہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

دنیا کے وسط میں واقع ملک عرب تاریکی کا مرکز بنا ہوا تھا جس کی آبادیوں وریگستانوں میں شرک و عصیان کی آندھیاں چل رہی تھیں ان عرب کے باسیوں پر ذلت ومسکنت اور جہالت وگمراہی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے صرف عرب ہی کیا روم ہو یا فارس، مصر ہو یا ھند، دنیا بھر کی حالت یہی تھی کہ غریب وکمزور جانوروں سے بدتر زندگی گزارتے اور وڈیروں کی غلامی میں جیتے تھے اور طاقت ورومال وزر والے گویا زمین کے خدا تھے ان کا حکم چلتا، وہ عزتوں کے دشمن اور شراب و شباب کے رسیا تھے قتل ص غارت گری ان کا فخر اور حیا سوز حرکات کا ارتکاب ان کی عادت تھی، ڈالہ ورہزنی کے ماہر اس دور کے یہ لوگ درندوں سے بھی بری حالت کا شکار ہو چکے تھے، مذہب کی حالت یہ تھی کہ آسمانی کتابیں محرف انبیاء کی تعلیمات، ذریعہ معاش اور مذہبی پیش واؤں کی دکانداری بن گئیں تھیں دین کے نام سے ہی امیر وغریب کیلئے الگ الگ قانون بنالئے گئے تھے چند ٹکوں کے عوض اللہ کے حکم میں تبدیلیاں عام شیوا بن گیا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ دین ودنیا خراب ہو گئے، جنگل کا قانون رائج تھا، انسانیت موت کے دروازے پر سسک رہی تھی کہ زمین وآسمان کے مالک کو مخلوق کی اس حالت پر ترس آ گیا لہٰذا مالک مہربان نے اہل جہاں کو اپنا محبوب عطاء کرنے کا فیصلہ فرمایا ضروری انتظامات ہوئے اور ۹ ربیع الاول کو ظلمت کدہ جہاں میں ''پہلی بہار آئی''

نزول رحمت کے ساتھ ہی باران رحمت بھی موصلہ دھار بارش کی طرح برستی چلی گئی یہاں تک کہ ناف بریدہ، مغسول، طاہر ومطہر پیدا ہونے والے محبوب خدا گزرتے وقت کے ساتھ چلتے ہوئے بچپن وجوانی کی دھلیز سے گزر کر ۴۰ برس کی عمر تک جا پہنچے، اب انسانوں کو درخدا پر جھکا دینے اور

ظلمت کدہ جہاں کو شمع علم و عرفان سے منور کرنے کا وقت آ پہنچا، محبوب خدا شہری زندگی اور ہجوم سے دور جبل نور کی چوٹی پر تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر اپنی منزل مقصود پر غور و فکر فرمانے لگے یہاں تک کہ کلام الٰہی کا نزول اور تاج ختم نبوت کا حصول ہوا، آپ گھر تشریف لائے مذید کچھ وقت گزرا تھا کہ اللہ کا حکم آ گیا ’’یا ایھا المدثر‘‘ اے کملی اوڑھنے والے کھڑے ہو جائیں‘‘۔ آپ کھڑے ہوئے گئے، علم توحید ہاتھوں میں تھاما صدائے ’’لا الہ الااللہ‘‘ لگاتے ہوئے آگے بڑھے خواب غفلت میں ڈوبی قوم کو پکارا اور مکہ کے پہاڑ کی بلند ترین چوٹی پر کپڑا لہرایا اور صدائے حق بلند کی۔

عرب کی اندھیر نگری میں جوں ہی صدائے حق کی ضیاء پاشیاں شروع ہوئیں اور ہادی عالم نے فاران کی بلند و بالا چوٹی پر اللہ کی توحید کا اعلان فرمایا تو معاً بلا تاخیر اس اعلان حق کے خلاف ابولہبی میدان میں کود پڑی بھاری پتھر فضاء میں بلند کر کے اعلان بغاوت کر دیا، بس پھر کیا تھا وڈیرا شاہی و مادیت پرستی کی گود میں پلتی عداوت اسلام روز بروز بڑھتی چلی گئی اگر ایک طرف ہادی عالم ﷺ دلوں کی کھیتی کو سازگار اور قابل کاشت بنا کر الف اللہ کا دانہ ڈالتے اور چشمہ ہدایت کے ماء صافی سے سیراب فرماتے رہے، کزرع اخرج سطاہ فاذرہ فاستغلظ فاستویٰ علی سوقہ (الفتح/آخری ایت) یہاں تک کہ وہ کھیتی کو تیار کرنے والا لہلہاتے باغ کو دیکھ کر خوش ہوا تو دوسری طرف حضرت سمیہ جیسی صنف نازک کا دولخت لاشہ حضرت یاسر اور انکے پورے گھرانے کا بہتا لہو، عرب کے شعلہ فغاں ریگزار پر زخمی حضرت بلالؓ پر برستے کوڑے اور ظلم کی ظلمات میں صدائے احد احد کا روح فرسا نغمہ کافروں کا غیض و غضب، ابلیس کے انتقام اور دشمنانِ اسلام کی صحابہ کرام سے دشمنی کا پتہ دیتا ہے، ایک طرف محسن اعظم ﷺ اور ان کی جماعت اللہ کے نام کو بلند کرنے

کیلئے برسر پیکار ہوئے تو دوسری طرف دشمنانِ صحابہ اللہ کے دین کیلئے ظلم و جبر کے پہاڑ توڑنے میں رفتہ رفتہ بڑھتے چلے گئے، جس وحشتناک اور بدترین طریقہ سے اسلام کے اعصاب پر تابڑتوڑ حملے ہوئے اگر اس طرح کی عداوت کا سامنا دنیا کے کسی دوسرے مذہب کو ہوتا تو وہ کب کا مٹ کر قصہ پارینہ بن چکا ہوتا مگر یہ حقیقت بقائے اسلام کا انمنٹ نقش ہے کہ ''انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (الحجر)، ہم نے ہی اس دین کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں پس دین اسلام کو تا صبح قیامت باقی رہنا ہے (ولو کرہ المشرکون) اگرچہ شرک کرنے والوں کو یہ گوارا نہ ہو۔

اللہ جل شانہ کا نظام حفاظت ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف جب یہودیت انتقام کیلئے کھڑی ہوئی تو عیسائیت کو مٹا کر رکھ دیا اور پولس جیسا ایک آدھ آدمی آسمانی مذہب کے خلاف تقیہ کا ہتھوڑا اٹھائے میدان میں اترا تو اس نے اکیلا ہی پورے کے پورے دین کی جڑ کھوکھلی اور بنیاد ہی متغیر کر دیا تھا مگر قربان جائیں رب ذوالجلال کے قانون حفاظت پر، کہ اغیار نے دین حق پر ہمہ جہت حملے کئے مگر انجام کار بلکل ویسا ہوا جیسا کہ بدر کے میدان کارزار میں ابوجہل کے رفیق خاص اور مشیر اعلیٰ کا ہوا تھا جب کہ وہ اچانک گوز مارتا دم دبائے بھاگنے لگا اور پیچھے سے اس کے چیلے پوچھنے لگے کہ اب عین حالت جنگ میں کہاں بھاگا جا رہا ہے، تب اتان کی طرح بھاگتے ابلیس نے جواب دیا ''انی اریٰ مالاترون انی اخاف اللہ رب العالمین (التوبہ/)''۔

بلاشبہ قدرت کا اسلام کے لئے نظام حفاظت ایسا ہی ہے کریم مالک کے منتخب محافظ جہاں بھی کھڑے ہوئے ہوتے تو اُن کے ساتھ خدائی پہرے دار ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور بلاشبہ مادیت کی چمک میں خیرہ ہو جانے والی آنکھ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتی۔

''پیغام توحید اور کفر کی سازشیں''

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام دشمنوں کی تعداد، طاقت اور وسائل اہل اسلام سے کئی گنا زیادہ رہے ہیں ایسا بھی نہیں کہ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر وہ ترقی اسلام کا نظارا کرتے رہے ہوں بلکہ اسلام کو روز اول ہی سے ان طاقت ور اور سخت ترین دشمنوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ایسا ہونا قرین قیاس بھی ہے کہ جس زبردست طاقت کے ساتھ نو ہدایت طلوع ہوا اسی زور و زر کے ساتھ عدو کو اپنا جال بچھانا بنتا تھا پس ہادی عالم ﷺ نے فاراں کی چوٹی پر توحید خداوندی کا جوں ہی اعلان فرمایا تو فضاء میں پتھر اٹھائے ہاتھ بلند ہوا اور اِس نور ہدایت کو بجھانے کے لئے طاقت کے استعمال کی دھمکی دی گئی، عرب کے ریگزار شاہد عدل ہیں کہ جوں جوں ظلمت کدہ میں اسلام کی روشنی بڑھتی گئی اسی تیزی کے ساتھ حزب الشیطان ظلم و بربریت میں اضافہ کرتا چلا گیا یہاں تک کہ عباد الرحمان کو اپنا دین بچانے کیلئے ہجرت کرنا پڑی، صرف صحابہ کرام کو ہی نہیں ہ بلکہ خود ہادی برحق ﷺ بھی رات کی تاریکی میں یار غار کو ہمراہ لے کر راہی ہجرت ہوئے، مدینہ منورہ میں اہل اسلام کا مرکز اور دار الاسلام تو بن گیا مگر مشرکین کے علاوہ مزید سخت جان دشمنوں میں بڑا اضافہ ہوا یہود اور اہل کتاب جو پہلے نبی امی کی آمد کے منتظر تھے ہادی عالم کی تشریف آوری پر وہ نہ صرف دشمن بن گئے بلکہ اپنے سابقہ دشمنوں یعنی مشرکین کے دوست، حلیف اور رفیق بن گئے، رفتہ رفتہ بیرونی دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں اسلام کے قدم جم گئے تب پھر کفار بھیس بدل کر منافقوں کے روپ میں مسلمانوں کے اندر گھس آئے، انہوں نے سازشوں کے جال بچھانے میں رات دن ایک کر دی، صحابہ کرام کے درمیان غلط فہمیاں پیدا

کرنے کی کوشش، پرانی جنگوں کی یاد دلا کران میں دوبارہ طبل جنگ بجانے کی سازشیں، رحمت عالم ﷺ پر تبرا اور اہانت کرنے کیلئے ''راعنا'' جیسے ذو معنی الفاظ کو ایجاد کرنے، صحابہ کرام پر تبرا کرتے ہوئے ''کما امنا السفهاء اور نحن مستهزء ون (البقره)'' کہنے اور کمزور ایمان والوں کو دین حق سے پھیرنے کیلئے ''امنوا وجهه النهار والكفروا اخره (آل عمران)'' جیسی بدترین سازشوں میں مصروف رہے، ان کا مشن دین میں شک پیدا کرنا، نئے لوگوں کو دین قبول کرنے سے دور کرنے کی کوشش کرنا، جماعت صحابہ میں اختلافات پیدا کرنے کی جسارت کرنا، کافروں کیلئے جاسوسی کرنا اور مسلمانوں کے خفیہ راز دین دشمنوں تک پہنچا کران کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنا تھا، تخریب دین کیلئے یہ گروہ کھلے ہوئے کافروں سے ہزار گنا بڑھ کر کوششوں میں مصروف رہا۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دشمنوں کا جاسوسی دستہ باقاعدہ مسجد کے نام پر ایک مستقل ہیڈ کوارٹر بنانے میں کامیاب ہوگیا، وہ تو وحی الٰہی تھی جس نے بروقت اِس خطرناک چال کو ناکام بنا کر اس جاسوسی ہیڈ کوارٹر کو جلا دینے کا حکم دے دیا مگر اِس سے یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ حزب الشیطان کس تیزی اور شاطرانہ چال سے شمع اسلام کو بجھانے میں تگ ودو کرتا آ رہا ہے سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے والے ہادی عالم ﷺ کے غذوات اور مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں پرورش پانے والے منافقین کے احوال پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ لوگ کن کن خطرناک سازشوں کے ساتھ آگے بڑھے ہیں، وصال نبوی اور سازشیوں کے خطرناک حملے صحابہ کرام کے لئے وہ دِن قیامت صغریٰ تھا جب ہادی عالم ﷺ نے دار فانی کو الوداع کہا ایک طرف محبوب کی جدائی تھی تو دوسری طرف چاروں طرف سے دشمنانِ اسلام کا وہ دھاوا تھا جسے دیکھنے والے اسلام کی اِس ریاست کو چند دنوں کا مہمان جاننے لگے تھے صرف حربی دشمنوں کی ہی بات

نہیں، منہ سے کلمہ پڑھ کر دل میں کفر چھپانے والے دھوکہ باز بھی اس موقعہ پر کثیر تعداد میں میدان کے اندر کود آئے تھے، اسلام کا نظام حیات خطرے میں تھا، انکار زکوٰۃ کی زبردست تحریک شروع ہو چکی تھی، جو وقتی مصالح کیلئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان کی ارتدادی شورش نے ایک طوفان مچا دیا تھا، مدعیان نبوت میں اضافہ اور ان کی سرگرمیاں آسمانوں سے باتیں کرنے لگی، الغرض چراغ اسلام کو گل کرنے کیلئے ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آنے لگے یہاں تک نوبت آ پہنچی کہ جہادی سرگرمیوں کے باب میں فیصلہ نبوی کچھ وقفہ کیلئے موخر کرنے کی سوچ پیدا ہوگئی یہ تو خدائی قانون حفاظت کا غائبی نظام تھا کہ زمام خلافت اِن مبارک ہاتھوں میں تھما دی گئی تھی کہ جن کا مال و اولاد ہادی برحق پر قربان ہو چکے تھے جو سب سے پہلے دامن نبوت سے وابستہ ہو کر داعی اسلام بنے جو اعلان نبوت سے پہلے دوست اور اعلان نبوت کے بعد رفیق و صدیق بنے رہے سفر ہجرت میں جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر حبیب کبریا ﷺ کی پہرے داری کی، غار ہو یا مزار، غزوہ ہو یا نماز، دعوت دین ہو یا عمل جہاد، وہ ہر جگہ ثانی اثنین دیکھے جاتے ہیں، خود ہادی عالم ﷺ نے مسجد نبوی کی امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد فرما دی، زکوٰۃ تو ایک طرف اسلام میں متعینہ چیز سے ایک رسی کو کم کرنے یا فیصلہ نبوی میں یک لحظہ کی تاخیر کرنے کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور منہ زور عداوت اسلام کی ہر تحریک کو ناکوں چنے چبوا دیئے، کفر کا یہ بڑھتا سیلاب تو روک دیا گیا، مگر یہ بات بہر حال حقیقت ہے کہ دِن بدن عدوانِ اسلام کی سازشیں بڑھتی گئیں، جب نور ہدایت کی ضیاء پاشیوں نے عرب کے ریگزاروں کو منور کر دیا اور روم و فارس کی سرحدوں تک اس کی کرنیں جا پہنچی تو اب دشمنوں کی صف میں مشرکین عرب، یہودِ عرب وغیرہ کے ساتھ وقت کے جابر حکمران میں شامل ہونا شروع ہو گئے یہاں تک کہ وقت کی دونوں سپر پاوریں کھل کر میدان میں کود پڑیں،

۱۲ لاکھ کے لشکر، ہاتھیوں کو شرابیں پلا کر جنگ کیلئے میدان میں اتارنے کا سلسلہ اور زنجیروں میں جکڑیں فوجیں میدان میں اتریں، ٹارگٹ کلر امیر المؤمنین کو قتل کرنے کیلئے تیار کئے گئے، سازشوں کے جال بچھا کر مجاہد صحابہ کرام کی غیرت پر حملے ہوئے، گویا عداوت کی کوئی صنف اور صورت ایسی نہیں چھوڑی گئی جو کہ حزب الشیطان نے اختیار نہ کر لی ہو مگر دشمنی کی ہر شکل اسلام کے عروج اور کفر کے زوال ہی کا باعث بنی۔

''حزب الشیطان کی سب سے خطرناک چال''

کردار کشی، اعتراضات، شکوک وشبہات، ظلم و جبر، فوج کشی اور منافقت و دھوکہ بازی کے سب طریقے جب آزمالئے گئے اور انجام کار نامرادی کے سوا کچھ نصیب نہ ہوا، تو ایک باقاعدہ انٹیلی جنس ونگ ترتیب دینے کیلئے یہودی دماغ نے سر جوڑ لیا سابقہ تجربات کی روشنی میں پلاننگ کی گئی اور پھر عبداللہ ابن سباء یا ابن سودا (کالی ماں کا بیٹا) مدینہ پہنچا اور حضرت عثمانؓ کے دور میں اسلام قبول کر کے اسلامی لبادہ اوڑھ لیا، اپنے وقت کے منجھے ہوئے شاطر زبان دان اور چرب لسان نے رفتہ رفتہ اپنا کام شروع کر دیا، منصوبہ کے تحت اس کو افراد مہیا کئے گئے اول گورنری کا مطالبہ کیا تاکہ اپنے سازشی کاموں میں اس منصب کو استعمال کرے، ناکام ہونے پر ڈس انفارمیشن کا سلسلہ شروع کیا مگر پاکیزہ معاشرے میں حرام کی کمائی کام نہیں آتی، بدبودار کردار کی بنا مدینہ سے نکال دیا گیا، تو اس نے کوفہ بصرفہ جیسے عجمی علاقوں میں مجلسیں برپا کرنا شروع کیں، مگر مچھ کی طرح خوب آنسو بہائے اور شاطرانہ کھیل کھیلا یہاں تک کہ اس کی طرح کے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے، یوں کفار کا یہ جاسوسی ونگ بنا اور رفتہ رفتہ مضبوط ہوتا چلا گیا، اس جاسوسی ونگ کے مضبوط ہوتے

ہی سازشوں، شرارتوں اور شفاوتوں کا طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا، آگے چل کر حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسینؓ کی اپنے رفقاء سمیت شہادت جیسے ہولناک حادثات پیش آئے، حضرت حسنؓ کو زخمی اور تعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا اِس جاسوسی ونگ کے قیام سے آج تک کے ادوار میں اسلام کی لوں لوں جو زخمی اور مجروح ہے اگر ذرا نظر انصاف سے معمولی تدبر کرو گے تو آپ کو ہر جگہ پس پردہ وہی جاسوسی ونگ ہاتھوں کی صفائی دکھاتا نظر آئے گا۔

''آل انٹی اسلام یونین کا جاسوسی ونگ مذہبی روپ میں''

دشمنان اسلام نے جس کامیاب سازش سے اپنے جاسوسی ونگ کو فعال بنا کر ناقابل یقین کامیابیاں حاصل کیں اس سے ان کی جرات بڑھ گئی، بدر سے اجنادین تک اور روم سے فارس تک لاکھ لاکھ سورما ایک خالد سیف من سیوف اللہ کی تاب نہ لا سکے تھے وہ انتقام یا بدلہ کیا لیتے اپنے آپ کو غلامی و ذلت کی زنجیروں سے آزاد نہ کرا سکتے تھے، مگر ان کی جاسوسی سرگرمیوں نے ان کی مردہ لاش میں امید کی کرن کو نہ صرف پیدا کیا بلکہ وہ اسلام سے انتقام لینے کی آرزو کرنے لگے تھے ان کی یہ سازش چونکہ ان کی سوچ سے بھی بڑھ کر کارگر ٹھہری تھی، اِس لئے انہوں نے اسی جاسوسی ونگ کو باقاعدہ مقدس جامہ پہنانے کی فکر شروع کر دی، چنانچہ اس انٹیلی جنس ونگ کو باقاعدہ ایک مذہب کے روپ میں ڈھالنا شروع کر دیا مگر اس جاسوسی ونگ پر مذہب کا روپ چڑھانا گیدڑ پر شیر کی کھال چڑھانے سے ہزار درجہ زیادہ مشکل ہی نہیں قرآن کی موجودگی میں بالکل ناممکن تھا لہٰذا اس دور میں قرآن پاک ہی کو محرف و مبدل وغیرہ ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا باقی رہ گیا حدیث یا نفوس قدسیہ کے ارشادات کا معاملہ، تو اس بارے میں جھوٹ کی

فیکٹری لگا ڈالی مگر اس سارے جھوٹ کے بلندے کو تقیہ خانہ میں چھپائے بغیر کوئی چارا نہ تھا پس اپنی انٹیلی جنس خدمات کو تسلسل فراہم کرنے کیلئے مذہبی لبادہ چڑھا تو دیا مگر چونکہ جاسوس تھے لہٰذا اس پر مذید ایک اور لبادہ چڑھا دیا تو تقیہ کا لبادہ کہلاتا ہے، اب اس جاسوسی ونگ نے اپنا کام شروع کیا جس میں سب سے بڑا ایجنڈا مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے لڑا دینے کا ایجنڈا تھا جس پر عمل کرتے ہوئے ابن ابی نے دو قبیلوں کے حضرات کو ماضی کی دشمنی یاد کرا کے باہمی لڑا دیا تھا حتیٰ کہ دونوں قبیلوں کے افراد اپنے اپنے قبیلوں کو جنگ کیلئے بلانے لگ گئے تھے، ابن ابی ایک چالاک لیڈر اور شرارتی دماغ کا مالک تھا وہ برابر جنگ کی آگ بھڑکانے میں زبان کو قینچی کی طرح چلاتا اور زمانہ جہالت کی قبائلی عصبیت کو پٹرول کی طرح چھڑکتا رہا یہاں تک کہ تلواریں نکل آئیں، قریب تھا کہ ایک بار پھر مدینہ خون سے رنگین ہو جاتا کہ رحمت عالم ﷺ کو اطلاع ہوگئی آپ ﷺ بروقت تشریف لائے، ہادی عالم ﷺ کو دیکھ کر ہی انہیں غلطی کا احساس اور شریر ابن علی کے اصلی مقصد کا علم ہو گیا، چنانچہ ابن ابی کے جانشین کامل ابن سبا نے تخریب دین کی جو ایک منظّم تحریک شروع کی تو دیگر مقتداؤں کے علاوہ اپنے آقا مقتدا الصدر کی پوری پوری تابیعداری کی اور ان کے تجربات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، لہٰذا اب جبکہ ابن سباء نے نئے سرے سے کفار کا جاسوسی ونگ منظّم بنیادوں پر شروع کیا تو ابن ابی کے اسی کامیاب حربہ کو آزماتے ہوئے اول تو ہادی برحق کے مقدس شاگردوں کو آل واصحاب کی دوئی تقسیم میں منقسم کیا پھر جب آل کے مقدس لبادہ میں اس جاسوسی ونگ کو لباس حضری پہنایا اور ایسے علاقوں سے اپنی تحریک شروع کی جو عجمی اور نو مسلم آبادیوں پر مشتمل تھے مدینہ منورہ پر چڑھائی اور حضرت عثمانؓ کی شہادت اِس جاسوسی ونگ کی کامیاب ترین سازشی منصوبہ بندی تھی جس سے ان کو مذید ترقی کی حرس پیدا

ہوئی اب وہ اِس ونگ کو منظّم کرنے کیلئے آگے بڑھے تو اپنا ایک خاص نام رکھ لیا جو تاریخی کتابوں میں معروف ہوگیا۔اس نام کو اختیار کرنے کی کوئی وجوہات تھی خاص وجہ یہی تھی کہ جاسوسی اصولوں میں یہ بنیادی قاعدہ ہے کہ جس سے جتنی سخت دشمنی ہو اس سے اتنی سخت دوستی و محبت ظاہر کی جاتی ہے جاسوس کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ جسے شکار کرنا چاہتا ہے اسے اپنی محبت میں پھنسا لیتا ہے، کفار کا جاسوسی ونگ جانتا تھا کہ ان کی کفریہ تاریکی کو مٹانے میں ہادی برحق ﷺ کا اساسی کردار ہے لہٰذا ایک بدترین دشمن کی طرح ان کی ذات سے انتقام لینا اِس ونگ کا بڑا مقصد تھا اب ہادی عالم ﷺ تو دار فانی سے کنارا فرما گئے تھے، لہٰذا آپ ﷺ کی اولاد اِس ونگ کے نشانہ انتقام پر تھی پس جن کے ساتھ عداوت جس درجہ تھی اپنی پیشہ ورانہ جاسوسی خدمات میں حد درجہ ماہر اس شاطر جاسوسی ونگ نے ان کے ساتھ اسی درجہ کی محبت کا ڈھونگ رچایا۔

''آل رسول سے دعویٰ محبت کا جادو''

ارباب دانش جب بھی غور فرمائیں گے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی جائے گی کہ یہ کمال درجہ کی دھوکہ پالیسی ہی تو تھی کہ حیدر کرارؓ سے مصلیٰ نبوی اور مدینۃ الرسول کی مبارک سکونت چھین کر مدینہ منور کی بجائے کوفہ آباد ہونے پر آمادہ کر دیا، اب حیدر کرارؓ جو مدینہ منورہ سے دار الخلافہ کو کوفہ منتقل کرنے پر آمادہ ہوئے تو اس کی وجہ ان شاطر جاسوسوں کا حضرت علیؓ کے ساتھ کمال درجہ اظہار محبت تھا، اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُن لوگوں نے کتنی کمال فن کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کمال عداوت پر دعویٰ محبت کا لیبل چسپاں کیا ہوگا، کتنی چرب لسانی سے جھوٹ کو سچ اور تقیہ کو عین امر واقعہ ثابت کیا ہوگا؟ کفار کے اِس جاسوسی ونگ نے جو دیرپا پالیسی مرتب کی تھی اس میں

نسل پیغمبر کو عبرت کا نشانہ بنانا تھا تا کہ اپنے نجس دلوں میں پرورش پاتے غیظ و غضب کو تسکین دے سکیں، یہ کام وہ آل رسول کے مدینہ منورہ میں موجود رہنے کی صورت میں سرانجام نہیں دے سکتے تھے اب وہ نسل پیغمبر کو اپنے مطلب کے میدان میں لا کر دل کی بھڑاس نکالنا چاہتے تھے، پس اِس جاسوسی ونگ کیلئے اس وقت کوفہ کا میدان خاصا کارگر تھا یہاں اُن لوگوں نے اپنے خاص لوگ جمع کر لئے ہوئے تھے اِس لئے جوں توں وہ ان نفوس قدسیہ کو کوفہ کے میدان میں لانا چاہتے تھے پس کمال مکاری اور چرب لسانی سے وہ اِس مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

''ایک چبھتا ہوا سوال''

صحابی کی تعریف ارباب علم نے بیان فرما دی ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہو مع کچھ دیر صحبت کے ساتھ اور ایمان پر ہی وفات ہوئی ہو۔ اِس تعریف کے مطابق خاندان رسالت مآب ﷺ کے اہل ایمان نفوس قدسیہ بھی صحابی ہیں البتہ ان حضرات کو یہ اضافی اعزاز حاصل ہے کہ وہ ہادی عالم ﷺ سے نسبی رشتہ رکھتے ہیں جو بذات خود عظیم الشان شرف ہے، پس آل رسول اضافی اعزاز کے ساتھ شرف صحابیت سے فیض یاب ہیں لہٰذا جماعت صحابہ سے مراد تمام صحبت نبوی سے فیض یاب حضرات ہیں، عام ہے کہ وہ آپ ﷺ سے نسبی رشتہ رکھتے ہوں یا دیگر قبائل و خاندانوں سے ہوں۔ صحابہ کرام میں فرق مراتب مسلم ہے انبیاء اور خلفائے ثلثہ کے بعد خدائے واحد کی زمین پر اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے بڑا مرتبہ والا کوئی اور شخص نہیں ہے، مگر وہ عالم الغیب نہ تھے، لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے یہ اس سے واقف ہو جاتے اور پتہ چل جاتا کہ کون سچی محبت کرتا ہے اور کون محبت کے محض جھوٹے دعوے کرتا ہے،

یہ تو حضرت ہادی برحق ﷺ کے صحابی تھے خود آپ ﷺ کا عالم یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں

ولو کنت اعلم الغیب لستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (اعراف/۱۸۸) اور اگر میں غیب کی باتوں کو جانتا تو البتہ ضرور میں بہت بڑی بھلائی کو حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔

پس اگر نبی کریم ﷺ ہر کسی کے دلوں میں چھپی ہوئی عداوت کو پہچان لیتے تو آپ دھوکہ باز اور جھوٹے ظالموں کے ساتھ اپنے ستر قاری صحابہ کرامؓ کو کیوں روانہ فرماتے جنہیں ان ظالموں نے بے دردی کے ساتھ اپنے علاقے میں لے جا کر شہید کر دیا تھا، آپ ﷺ مکہ کی ان گلیوں سے ہی کیوں گزرتے جن میں آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جانا تھا، آپ ﷺ ان لڑکوں سے اپنی بچیوں کا عقد ہی کیوں کرتے جنہوں نے ان کو طلاق دے دینی تھی، آپ ﷺ اس طائف میں ہی کیوں تشریف لے جاتے جہاں کے لوگوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر کے شدید زخمی کرنا تھا، آپ ﷺ اس احد کی طرف ہی کیوں تشریف لے جاتے جہاں کفار کے ہاتھوں ستر صحابہ کو شہید کیا جانا تھا اور آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کا مصلہ ہوتا تھا اور خود اپنے دندان مبارک شہید ہوئے تھے (علی ہذا القیاس دین کی حیات نبوی میں آنے والی تمام مشکلات کو اسی نظر سے ملاحظہ کر لیا جائے)۔ لہٰذا ممکن ہے کسی صاحب کو ہماری مذکورہ گزارشات سے یہ گمان باطل ہونے لگے کہ العیاذ باللہ راقم کا حیدر کرارؓ کے بارے میں یہ عرض کرنا کہ وہ عالم الغیب نہ تھے جو دوسرے کے دلوں سے واقف ہوتے کہ کس کا دعویٰ محبت سچ پر مبنی تھا اور کس کا دعویٰ محبت جھوٹ، دھوکہ اور تقیہ پر مبنی تھا یہ آنحضرت ﷺ سے سوظن کی وجہ سے لکھا ہے، حاشا وکلو ہر گز نہیں، بلکہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ نبی بلکہ انبیاء کے سردار صراحت کے ساتھ اعلان فرما رہے ہیں کہ اگر میں

عالم الغیب ہوتا تو۔۔۔۔وما مسنی السوء مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی، کریم مالک اپنے محبوبوں کے ساتھ راقم کو بے پایاں محبت نصیب فرمائے، راقم گناہ گار صرف کفار کے اس جاسوسی ونگ کے غلیظ کردار اور انکی خاندان نبوت سے حد درجہ عداوت کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتا ہے تا کہ محترم اہل اسلام اِن جاسوسوں کی اپنے فن میں مہارت، دھوکہ دہی میں کمال، چرب لسانی میں یکتائی اور منافقت کی انتہاء کا اندازہ لگا سکیں۔ اگر اِس حقیقت کا ادراک ہو جائے تو پھر اندازہ لگانا آسان ہو جائے گا کہ امت اسلامیہ صدیوں سے کس زہریلے سانپ کے ہاتھوں ڈسی جا رہی ہے اور اُن جاسوسوں کیلئے کسی جبالِ علم کو اپنی کمال تقیہ بازی سے رام کر لینا اور عین جھوٹ کو سچ بنا کر آنکھوں سے دکھا دینا کتنا آسان کام ہے۔

''حیدر کرارؓ کے خطبات سے انکشاف حقیقت''

جب ان جاسوسوں کا مقصد پورا ہو گیا یعنی یہ کہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں قیام کرنا قبول فرما لیا اور رفتہ رفتہ ان رنگ بازوں کی بے اختیار پھسل جانے والی اندرونی کیفیتیں ملاحظہ فرما لیں تو آپؓ حیرت زدہ رہ گئے اور برملا اِن مکاروں کی مذمت فرمانے لگے، یہاں پر ہم کسی علمی شخصیت یا ارباب علم کی لکھی دستاویز کا حوالہ نقل کرنے کی بجائے شیخ رضی کی مرتب کردہ نہج البلاغہ سے حوالے نقل کر رہے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اُن جاسوسوں کو کن القاب اور کن خطابات سے نوازا ہے؟

تم پر حملہ کیا جا رہا ہے اور تم حملہ نہیں کرتے ہو، تم سے جنگ کی جا رہی ہے اور تم باہر نہیں نکلتے ہو، لوگ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں اور تم اس صورت حال سے خوش ہو، میں تمہیں گرمی میں جہاد کیلئے نکلنے کی دعوت دیتا ہوں تم کہتے ہو کہ شدید گرمی ہے تھوڑی مہلت دیجئے کہ گرمی گزر جائے،

اس کے بعد سردی میں بلاتا ہوں تو کہتے ہو سخت جاڑا پڑ رہا ہے ذرا ٹھہر جائیے کہ سردی ختم ہو جائے حالانکہ یہ سب جنگ سے فرار کرنے کے بہانے ہیں ورنہ جو قوم سردی اور گرمی سے فرار کرتے ہو وہ تلوار سے کس قدر فرار کرے گی، اے مردوں کی شکل وصورت والوں اور واقعاً نامردو تمہاری فکریں بچوں جیسی اور تمہاری عقلیں حجلہ نشیں عورتوں جیسی ہیں میری دلی خواہش تھی کہ کاش میں تمہیں نہ دیکھتا اور تم سے متعارف نہ ہوتا جس کا نتیجہ صرف ندامت اور رنج وافسوس ہے، اللہ تمہیں غارت کردے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینہ کو رنج وغم سے چھلکا دیا ہے تم نے ہر سانس میں ہم وغم کے گھونٹ پلائے ہیں اور اپنی نافرمائی اور سرکشی سے میری رائے کو بھی بے کار و بے اثر بنا دیا ہے یہاں تک کہ اب قریش والے یہ کہنے لگے ہیں کہ فرزند ابو طالب بہادر تو ہیں لیکن انہیں فنون جنگ کا علم نہیں۔

مترجم نے ''کاش میں تمہیں نہ دیکھتا'' کے جملہ پر نمبر لگا کر اس کے تحت یہ حاشیہ تحریر کیا ہے، کسی قوم کی ذلت ورسوائی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا سربراہ حضرت علی بن ابی طالب جیسا انسان ہو اور وہ ان سے اس قدر بددل ہو کہ ان کی شکلوں کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا ہو ایسی قوم دنیا میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (نہج البلاغہ مترجم اردو حصہ اول خطابت، خطبہ نمبر ۲۷ ص ۷۳)

مذکورہ عبارت خطبہ نمبر ۲۷ کے تقریباً آخری حصہ سے لی گئی ہے، مترجم نے اس خطبہ کی ابتداء میں خطبہ کا خلاصہ ان الفاظ کے ساتھ لکھا ہے

۔۔۔۔اس خطبہ میں جہاد کی فضیلت کا ذکر کر کے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا گیا ہے اور اپنی جنگی مہارت کا تذکرہ کر کے نافرمانی کی ذمہ داری لشکر والوں پر ڈالی گئی ہے۔ (خلاصہ مترجم نہج البلاغہ ر

ص ۱۷)

خطبہ میں حضرت ان لوگوں سے مخاطب ہیں جو آپ کو مدینہ منورہ سے کوفہ لائے تھے انہوں نے اس وقت حضرت علیؓ سے جانثاری اور آپ پر فدا ہونے کے کیا کیا وعدے کئے اور محبت والفت کے کیسے کیسے دعوے کئے تھے اور اپنی بہادری وشجاعت سے آپ کو متاثر کرنے کیلئے کتنی رنگ بازیاں کیں تھیں مگر جب آپ ہجرت فرما کر کوفہ تشریف لے آئے تو ان کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے، نہ وفاء، نہ ادب، نہ اطاعت، نہ شجاعت، نہ فرمانبرداری، آپ ان کو جہاد کی دعوت دیتے تو وہ ٹال جاتے، غیرت دلاتے تو منہ پھیر لئے، مترجم ص ۱۷ پر اپنے تبصرہ میں کہتا ہے کہ ''آپ نے منبر پر آ کر قوم کو غیرت دلائی لیکن کوئی لشکر تیار نہ ہو سکا''۔ حتی کہ حیدار کرار نے ان کی دوغلی صورت حال کو صاف لفظوں میں بیان فرمادیا کہ ظاہر میں تو جو صورت تم دیکھاتے ہو وہ یہ ہے کہ تم مرد ہو مگر یہ تمہارا صرف ظاہری نقشہ اور ہاتھی کے دکھانے والے دانت ہیں اندر کی صورت حال ظاہر کی صورت حال سے بلکل مختلف ہے اندر او رامر واقعہ کے اعتبار سے تم نامرد ہو۔

ان اسی دوغلی پالیسی اور دھوکہ دہی کا مشاہدی فرمانے کے بعد آپ پر جو غم طاری ہوا اور جو افسوس اور دکھ ہوا وہ آپ رضی اللہ عنہ نے نقل شدہ ایک ایک لفظ سے صاف صاف چھلک رہا ہے کہ آپ کا دل پیپ سے بھر گیا، سینہ رنج وغم سے چھلک اٹھا آپ رضی اللہ عنہ نے صاف فرمایا کہ تم نے ہر سانس میں ہم وغم کے گھونٹ پلائے ہیں، ان کی سرکشی اور نافرمانی کو کھول کر بیان کیا، یہاں تک کہ خطبہ کا اختتام ہی ان الفاظ سے فرمایا کہ ''لا رَایَ لـمن لایطاع'' جس کی اطاعت نہیں کی جاتی اس کی رائے کوئی رائے نہیں ہوتی۔

جی ہاں! یہی وہ گروہ تھا جن کا ظاہر کچھ باطن کچھ، جو اول تو جان تک فدا کر دینے کے دعوے کرتے

تھے مگر جب حضرت علیؑ کو اپنوں سے دور کر دیا اور کوفہ میں لے آئے تب پھر ستم گری اور تکلیف و اذیت کے وہ پاٹ ادا کیے اور ایسے ایسے طریقے سے دکھ پہنچائے کہ حیدر کرار کا دل پیپ سے بھر دیا کلیجہ رنج وغم سے زخمی کر دیا، ہر سانس نئی اذیت اور ہر لمحہ نئے دکھ والم آپ کے قلب وجگر سے پار کر دیئے، حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی زبان پر نعرہ پنج تن پاک اور پیر مولیٰ علی مدد جاری ہے بلکل اسی طرح کہ مسجد ضرار گرا کر جلا دی گئی جب اس کے بانیوں سے اللہ کے نبی نے پوچھا کہ یہ مسجد ضرار جاسوسی کا اڈا اور کفر اڑہ تم نے کیوں بنایا؟ تو ان کا جواب خود قرآن نے نقل فرمایا ''ان اردنا الاالحسنیٰ'' ہم نے تو بلکل نیک نیتی سے یہ مسجد بنائی تھی: یعنی اللہ فرما رہے ہیں یہ کفر خانہ ضرر دینے اور مسلمانوں میں تفرقی کیلئے بنائی گئی مگر ان کا نعرہ پھر بھی وہی تھا ''ان اردنا الاالحسنیٰ''

دھوکہ بازوں کا حال، خطبہ نمبر ۲۹ میں

اے وہ لوگو جن کے جسم ایک جگہ پر ہیں اور خواہشات الگ الگ ہیں۔۔۔۔تمہاری حرکات دشمنوں کو بھی تمہارے بارے میں پر امید بنا دیتے ہیں تم محفلوں میں بیٹھ کر ایسی ایسی باتیں کرتے ہو کہ خدا کی پناہ لیکن جب جنگ کا نقشہ سامنے آتا ہے تو کہتے ہو دور باش دور باش حقیقت امر یہ ہے کہ جو تم کو پکارے گا اس کی پکار کبھی کامیاب نہ ہوگی اور جو تمہیں برداشت کرے گا اس کے دل کو کبھی سکون نہ ملے گا تمہارے پاس صرف بہانے ہیں اور غلط ملط حوالے اور پھر مجھ سے تاخیر جنگ کی فرمائش جیسے کوئی قرض دہندہ کو ٹالنا چاہتا ہے۔۔۔۔خدا کی قسم وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آ جائے اور جو تمہارے سہارے کامیابی چاہے گا اسے صرف ناکامی کا تیر ہاتھ آئے گا اور جس نے تمہارے ذریعہ تیر پھینکا اس نے وہ تیر پھینکا جس کا پیکان ٹوٹ چکا ہے اور

سوفار ختم ہو چکا ہے، خدا کی قسم میں ان حالات میں نہ تمہارے قول کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری نصرف کی امید رکھتا ہوں اور نہ تمہارے ذریعہ سے کسی دشمن کی تہدید کر سکتا ہوں۔۔۔
(نہج البلاغہ مترجم خطبہ نمبر ۲۹ رص ۷۷ تا ۷۹)

اس خطبہ کا ہر لفظ غور سے ملاحظہ فرمائیں حضرت علی المرتضٰی کس طرح ان کے جراءت و بہادری کے جھوٹے دعوے اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا پردہ چاک فرما رہے ہیں کہ محفلوں میں بیٹھ کر بہادری کے ایسے گن گاتے کہ خدا کی پناہ اس سے مجھا جا سکتا ہے کہ حیدر کرارؓ نے کس طرح ان کے ان جھوٹے دعوؤں اور بہادری کے مصنوعی ڈراموں کی منظر کشی فرمائی ہے جو حیدر کرارؓ کو مدینہ سے کوفہ آنے پر آمادہ کرنے کیلئے وہ کر چکے تھے گویا آپ امت کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بزدل ہی نہیں دھوکے باز بھی ہیں جو اپنی موجودگی کا یقین دلا کر بندے کو میدان میں لاتے ہیں اور عین حالت جنگ میں تنہا چھوڑ جاتے ہیں جیسا کہ احد سے لیکر حضرت زید کی تحریک تک قدم قدم انکا شیوا رہا ہے مذید خطبہ میں ان حب آل کے جھوٹے دعویداروں کی جو صورت حال بیان فرمائی گئی ہے وہ محتاج بیان نہیں حتی کہ آج بھی تجربہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے کس طرح یہ دھوکے باز امت اسلام کو دھوکے دیتے چلے آ رہے ہیں۔

خطبہ نمبر ۶۹ ''آپ کا ارشاد گرامی: اپنے اصحاب کر سرزنش کرتے ہوئے''

۔۔۔خدا کی قسم ذلیل وہی ہوگا جس کے تم مددگار ہوں گے اور جو تمہارے ذریعے تیراندازی کرے گا گویا وہ سوفار شکستہ اور پیکان نداشتہ تیر سے نشانہ لگائے گا خدا کی قسم تم صحن خانہ میں بہت دکھائی دیتے ہو اور پرچم لشکر کے زیر سایہ بہت کم نظر آتے ہو میں تمہاری اصلاح کا طریقہ جانتا ہوں اور تمہیں سیدھا کر سکتا ہوں لیکن کیا کروں اپنے دین کو برباد کر کے تمہاری اصلاح نہیں کرنا

چاہتا ہوں، خدا تمہارے چہروں کو ذلیل کرے اور تمہارے نصیب کو بدنصیب کرے تم حق کو اس طرح نہیں پہنچانتے ہو جس طرح باطل کی معرفت رکھتے ہو اور باطل کو اس طرح باطل قرار نہیں دیتے ہو جس طرح حق کو غلط ٹھہراتے ہو۔ (نہج البلاغہ مترجم خطبہ نمبر ۶۹ حصہ اول خطبات ص ۱۱۹)

خطبہ نمبر ۷۰ میں بتاتے ہیں کہ خواب میں میں نے نبی سے (مدینہ چھڑا کر کوفہ گھیر لانے والوں کی) شکایت کی کہ وہ بے پناہ کج رو اور میرے دشمن واقع ہوئے ہیں آپ ﷺ نے بدعا کرنے کا فرمایا تو آپ نے بدعاء کی (ملخص)۔

''خدایا مجھے ان سے بہتر قوم دیدے اور انہیں مجھ سے سخت تر رہنما دیدے''

اس جملہ کی وضاحت مترجم نے یوں کی ہے

یہ میری نظر میں برے ہیں تو مجھے ان سے بہتر اصحاب دیدے اور میں ان کی نظر میں برا ہوں تو انہیں مجھ سے بدتر حاکم دے دے (ایضا خطبہ نمبر ۷۰)

اگلے خطبہ میں عورت کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ۱۰ ماہ کی حاملہ عورت جو ولادت کی بجائے بچہ گرا دے اس کا شوہر مر جائے وارث بھی نہ ہو بیوگی کی زندگی بھی طویل ہو جائے (ملخص)

آگے فرمایا: خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے پاس اپنے اختیار سے نہیں آیا ہوں بلکہ حالات کے جبر سے آیا ہوں اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم لوگ مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاتے ہو، خدا تمہیں غارت کرے، میں کس کے خلاف غلط بیانی کروں گا؟۔۔۔۔۔۔

ہرگز نہیں بلکہ یہ بات ایسی تھی جو تمہاری سمجھ سے بالاتر تھی اور تم اس کے اہل نہیں تھے، خدا تم سے

سمجھے میں تمہیں جواہر پارے ناپ ناپ کر دے رہا ہوں اور کوئی قیمت نہیں مانگ رہا ہوں مگر اے کاش تمہارے پاش اس کا ظرف ہوتا۔(ایضا خطبہ نمبر ۱۷ ر ص ۱۲۱)

خطبہ نمبر ۱۱۶ میں آپ نے فرمایا

افسوس تم نے اس سبق کو بھلا دیا جو تمہیں یاد کرایا گیا تھا اوران ہولناک مناظر کی طرف سے یکسر مطمئن ہو گئے جن سے ڈرایا گیا تھا تو تمہاری رائے بھٹک گئی اور تمہارے امور میں انتشار پیدا ہو گیا اور میں یہ چاہنے لگا کہ کاش اللہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دیتا اور مجھے ان لوگوں سے ملا دیتا جو میرے لئے زیادہ سزا تھے۔(خطبہ نمبر ۱۱۶ نہج البلاغہ حصہ اول ر ص ۲۳۳)

اگلے خطبہ میں کوفیوں کے بخل و کنجوسی اور بزدلی کو یوں بیان فرمایا

نہ تم نے مال کو اس کی راہ میں خرچ کیا جس نے تمہیں عطاء کیا تھا اور نہ جان کو اس کی خاطر خطرہ میں ڈالا جس نے اسے پیدا کیا تھا، تم اللہ کے نام پر بندوں میں عزت حاصل کرتے ہو اور بندوں کے بارے میں اللہ کا احترام نہیں کرتے ہو خدارا اس بات سے عبرت حاصل کرو۔(ایضا خطبہ نمبر ۱۱۷ ر ص ۲۳۵)

اگلے خطبہ چھوڑ کر اس سے اگلے خطبہ میں فرماتے ہیں

تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ اس پر ایک جماعت نے کہا کہ یا امیر المؤمنین آپ چلیں ہم چلنے کیلئے تیار ہیں فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق نہ دے اور تمہیں سیدھا راستہ نصیب نہ ہو کیا ایسے حالات میں میرے لئے مناسب ہے کہ میں ہی نکلوں؟ ایسے موقعہ پر اس شخص کو نکلنا چاہیے جو تمہارے بہادروں اور جوانمردوں میں میرا پسندیدہ ہو اور ہرگز مناسب نہیں ہے کہ میں لشکر شہر، بیت المال، خراج کی فراہمی، قضاوت، مطالبات کرنے والوں

کے حقوق کی نگرانی کا سارا کام چھوڑ کر نکل جاؤں اور لشکر لیکر دوسرے لشکر کا پیچھا کروں اور اس طرح جنبش کرتا رہوں جس طرح خالی ترکش میں تیر، میں خلافت کی چکی کا مرکز ہوں جسے میرے گرد چکر لگانا چاہئے کہ اگر میں نے مرکز چھوڑ دیا تو اس کی گردش کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا اور اس کے نیچے کی بساط بھی جا بجا ہو جائے گی خدا کی قسم یہ بدترین رائے ہے اور وہی گواہ ہے کہ اگر دشمن کا مقابلہ کرنے میں مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی جبکہ مقابلہ میرے لئے مقدر ہو چکا ہو، تو میں اپنی سواریوں کو قریب کر کے ان پر سوار ہو کر تم سے بہت دور نکل جاتا اور پھر تمہیں اس وقت یاد بھی نہ کرتا جب تک شمالی اور جنوبی ہوائیں چلتی رہیں، تم طنز کرنے والے، عیب لگانے والے، کنارہ کشی کرنے والے اور صرف شور مچانے والے ہو تمہارے اعداد کی کثرت کا کیا فائدہ ہے، جب تمہارے دل یکجا نہیں ہیں۔ (نہج البلاغہ مترجم خطبہ نمبر ۱۱۹/ حصہ اول خطبات/ ص ۲۳۵)۔

خطبہ نمبر ۱۲۱ میں ہے:

جب لیلتہ الحریر کے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ آپ نے پہلے ہمیں حکم بنانے سے روکا اور پھر اسی کا حکم دے دیا تو ان دونوں میں سے کون سی بات صحیح تھی؟ تو آپ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمایا افسوس یہی اس کی جزا ہوتی ہے جو عہد و پیمان کو نظر انداز کر دیتا ہے: یاد رکھو اگر میں تم کو اس ناگوار امر (جنگ) پر مامور کر دیتا جس میں یقیناً اللہ نے تمہارے لئے خیر رکھا تھا۔ اس طرح کہ تم سیدھے رہتے تو تمہیں ہدایت دیتا اور ٹیڑے ہو جاتے تو سیدھا کر دیتا اور انکار کرتے تو علاج کرتا تو یہ انتہائی مستحکم طریقہ کار ہوتا۔ (ایضا خطبہ نمبر ۱۲۱/ ص ۲۳۷)

خطبہ نمبر ۱۸۰ میں آپ فرماتے ہیں

اے وہ گروہ جسے میں حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتا ہے اور آواز دیتا ہوں تو لبیک نہیں کہتا ہے

تمہیں مہلت دے دی جاتی ہے تو خوب باتیں بناتے ہو اور جنگ میں شامل کر دیا جاتا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ لوگ کسی امام پر اجتماع کرتے ہیں تو اعتراض کرتے ہو اور گھیر کر مقابلہ کی طرف لائے جاتے ہو تو فرار اختیار کر لیتے ہو۔۔۔۔ اپنے حق کیلئے جہاد میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ موت کا یا ذلت کا؟ خدا کی قسم اگر میرا دن آ گیا جو بہر حال آنے والا ہے تو میرے تمہارے درمیان اس حال میں جدائی ہوگی کہ میں تمہاری محبت سے دل برداشتہ ہوں گا اور تمہاری موجودگی سے کسی کثرت کا احساس نہ کروں گا۔۔۔۔ کیا تمہارا کوئی دین نہیں ہے جو تمہیں متحد کر سکے اور نہ کوئی غیرت ہے جو تمہیں آمادہ کر سکے؟ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ معاویہ اپنے ظالم اور بدکار ساتھیوں کو آواز دیتا ہے تو کسی امداد اور عطاء کے بغیر بھی اس کی اطاعت کر لیتے ہیں اور میں تم کو دعوت دیتا ہوں اور تم سے عطیہ کا وعدہ بھی کرتا ہوں تو تم مجھ سے الگ ہو جاتے ہو اور میری مخالفت کرتے ہو۔۔۔۔۔ اب تو میرے لئے محبوب ترین شے جس سے میں ملنا چاہتا ہوں صرف موت ہی ہے، میں نے تمہیں کتاب خدا کی تعلیم دی، تمہارے سامنے کھلے ہوئے دلائل پیش کئے، جسے تم نہیں پہچانتے تھے اسے پہنچوایا اور جسے تم تھوک دیا کرتے تھے اسے خوشگوار بنایا مگر یہ سب اسی وقت کارآمد ہے اندھے کو کچھ سجھائی دے اور سوتا ہوا بیدار ہو جائے۔ (ایضا خطبہ نمبر ۱۸۰/ص ۳۴۳)

نہج البلاغہ کے پہلے حصہ سے صرف چند اقتباسات اوپر نقل کئے گئے ہیں جس کا ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم علامہ السید ذیشان حیدر جوادی نے لکھا ہے اور محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی نے شائع کیا ہے۔

حضرت علیؓ جن دھو کے باز کوفیوں سے سخت نالاں تھے اسکا تذکرصرف نہج البلاغہ تک محدود نہیں دیگر بہت ساری کتابیں جوخود اسی گروہ کی لکھی ہوئی ہیں اس حقیقت کا اعتراف کررہی ہیں اردو زبان کی عام لوگوں کیلئے سادہ زبان میں لکھی گئی تاریخ بنی ہاشم و بنی امیہ میں جوشیعہ ملٹی میڈیا کی جانب سے محمد ایوب بشوی (ایم اے) کی تالیف ہے اس میں ہے''اس لئے کہ خوارج کے فتنہ کے بعد خود اہل کوفہ میں پھوٹ پڑ چکی تھی اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو بظاہر حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے مگر قرابت دوستی یا کسی اور وجہ سے خوارج کے ساتھ ہم دردی رکھتے تھے حضرت امیرؓ کی خود ان لوگوں کی شورش پسندی، اختلاف رائے اور نظم کی کمی سے اتنی تکلیف اور پریشانی تھی کہ آپ موت کے آرزومند تھے تمام کتب تاریخ اور بالخصوص نہج البلاغہ میں وہ خطبے آپ کے درج ہیں جو آپ کی کبیدہ خاطری بلکہ روحانی تکلیف کے مظہر ہیں آپ نے ان کو مخاطت کر کے کبھی فرمایا کہ تم نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غم وغصہ سے پر کر دیا کبھی فرمایا کہ کاش معاویہ میرے ساتھ اپنی جماعت کا تمہاری جماعت سے تبادلہ کرلیا۔۔۔کبھی فرمایا کہ تم لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جہاد کیلئے چلو گرمی کے زمانہ میں تو تم کہتے ہو کہ یہ تو سخت گرمی ہے، اتنی مہلت دیجئے کہ یہ گرمی کم ہو جائے افسوس تم گرمی اور سردی سے اتنا بھاگتے ہو تو تلوار کی آنچ سے اور زیادہ بھاگو گے (تاریخ بنی ہاشم وابنی امیہ/۲۳۴۔۲۳۵)۔اہل علم کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں مبتلا بہ کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے، پس جو مبتلا بہ ہیں وہ خود کو''فریب خوردہ''اور بتا رہے ہیں صاف صاف بتارہے ہیں کہ یہ دھوکہ باز، مکار، شاطر، اور عیار لوگ ہیں، جن سے میں فریب کھا گیا ہوں مگر اِن جاسوسوں کا اصلی حدف اور آگے کی مرتب کردہ پالیسی کیا تھی؟ وہ تو ابھی تک اِس منحوس عداوت کو نہ جان سکے تھے اب جبکہ حیدر کرارؓ نے یہ خطبات ارشاد فرمائے اور

جاسوسی ونگ کے تھنک ٹینک کو فکر لاحق ہوئی تو ایک مختصر اجلاس طلب کیا اور پھر تین حضرات کی ٹارگٹ کلنگ کا حتمی منصوبہ بنالیا گیا۔

''حضرت علیؓ کی شہادت جاسوسی ونگ کی ایک اور بڑی کارروائی''

طے شدہ منصوبہ کے تحت یہ جاسوسی ونگ صفین سے لوٹتے ہوئے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اِن دونوں کے نام اور الگ الگ منصوبے مقرر کر دیئے گئے یہ جاسوسی ونگ دو الگ شعبوں میں اِس لئے تقسیم ہوا کہ رسالت مآب ﷺ کی پوری محنت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے، لہٰذا قریب ترین ہدف کو نشانے پر رکھتے ہوئے اِس ونگ کے ایک شعبہ نے حضرت علیؓ کو اور دوسرے شعبہ نے کربلا میں خاندانِ نبوت کے بیسیوں حضرات کو انتہائی سفاکی اور بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا، اگر اِس کفریہ اتحاد کے جاسوسی ونگ کا درست ادراک ہو جائے تو خارجیت و رافضیت کی یہ تقسیم اہداف کے مختلف ہونے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں رہتی۔

اس سلسلے میں وضاحت (کہ جاسوسی ونگ کی دو حصوں میں تقسیم کی حقیقت کیا ہے) کسی دوسرے موقعہ پر عرض کریں گے، یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے ان کی عیاری اور دھوکہ بازی سے پردہ چاک کرنا شروع کیا جس کا اعتراف خود شیخ رضی کے قلم سے منقول ہے، تو دیگر دو حضرات کے ساتھ حضرت علیؓ کو ٹارگٹ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا اور بلآخر رمضان المبارک کے اخیر عشرہ آخر شب نماز فجر سے کچھ پہلے حضرت علیؓ کو اِن اشقیا نے شدید زخمی کر دیا جو بعد میں شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہ۔ یہ گویا کفریہ یونین کے انٹیلی جنس گروپ کی بڑی اور بھرپور کارروائی تھی جس سے اس ونگ کی مہارت کا پتہ چلتا ہے اب اِس ونگ کے حوصلے مذید بلند ہو

گئے اور وہ اپنے اِس ونگ کو مذید مضبوط سے مضبوط کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

''حضرت حسنؓ کو شہید کرنے کی ناکام کوشش''

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد کفریہ یونین کے شعبہ انٹیلی جنس نے انتہائی اہم اور زبردست کامیابیاں حاصل کیں جنگ جمل اور پھر جنگ صفین کی کارروائیوں نے اِس جاسوسی ونگ کی ہولناکی اور وحشت انگیزی میں زبردست اضافہ کر دیا اگرچہ ان ظالموں کی شاطرانہ چالوں خطرناک سازشوں سے عمارت اسلام نہ تو منہدم ہوئی اور نہ ہی حفظ خداوندی کی بے پناہ حصار میں ایسا ممکن ہی تھا مگر اِن مکاروں کی یہ غلیظ کارروائیاں ہزاروں نہیں لاکھوں غلط فہمیوں کا ایسا کینسر چھوڑ گئیں کہ جس نے بے شمار آزاد خیالوں، تاریخ زادوں اور عقل پرستوں کو راہ گم کردہ اور روحانی طور پر سرطام زدہ کر دیا جو مرض کا علاج ''و شفاء لما فی الصدور (القرآن)'' سے یعنی کتاب الٰہی سے نہ کر سکے یہ مرض ان کی ایمانی زندگی کیلئے پیغام اجل بن گیا، جمل و صفین کی شاطرانہ چالوں اور حیدر کرارؓ کی شہادت کے بعد اِس ونگ کا ہدف خاندان نبوت کا مہتاب نواسہ رسول حضرت حسنؓ تھے، چنانچہ اِس ونگ نے نواسہ رسولؐ کو دام تذویر میں پھنسانے کیلئے اپنی پیشہ ورانہ مہارت سے کام لیتے ہوئے اپنے جال پھیلانا شروع کئے مگر حضرت حسنؓ جو اپنے والد گرامی کے بہت قریب رہ کر کسی حد تک ان کی شاطرانہ چالوں کی بد بو محسوس کر چکے تھے انہوں نے بہت محتاط رہتے ہوئے خود اور اپنے خاندان کو اِس جاسوسی ونگ کے چنگل سے آزاد کرانے کی تدبیریں شروع فرما دیں وہ بخوبی آگاہ تھے کہ ہمارے چاروں طرف یہ جاسوسی ونگ اپنے خطرناک جال گاڑھ چکا ہے اور یوں تن تنہا اپنے خاندان کو لیکر نکل جانا سانپ کے منہ میں ہاتھ

دینے کے مترادف ہے، لہٰذا انہوں نے کمال حکمت اور حد درجہ احتیاط سے بحفاظت اپنے خاندان کو مدینہ منورہ منتقل کرنے کی تدبیر فرمانا شروع کی اور حیدر کرارؓ کے شہادت سے چھ ماہ بعد مدائن کے میدان تک اپنے کچھ مخلصین سمیت پہنچ گئے، یہاں پہنچ کر آپؑ نے ایسا انداز اختیار کیا جس کی خوبصورت تعبیر قرآن حکیم میں اِن الفاظ کے ساتھ سورۃ یٰسین میں موجود ہے۔

''وامتاز الیوم ایھا المجرمون (یٰسین/۵۹)'' اے مجرمو آج کے دن الگ ہو جاؤ

اب جبکہ نواسہ رسولؐ نے اچانک کھوٹے کھرے کی پہچان کیلئے بہترین فارمولا پیش کیا اور بوقف بیعت کیا ہوا عہد یاد دلایا تو پھر کیا ہوا؟

ارباب تاریخ سے پوچھئے۔

''حضرت حسنؓ کا خطبہ اور کوفیوں کا کردار''

تاریخ اسلام (از اکبر شاہ) میں ہے کہ

منزلیں طے کرتے ہوئے جب مقام دیر عبدالرحمٰن میں پہنچے تو قیس بن سعد کو بطور مقدمتہ الجیش آگے روانہ کیا ساباط مدائن میں پہنچ کر لشکر کا قیام ہوا۔۔۔اس جگہ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد کہا: لوگو! تم نے میرے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کی ہے کہ صلح و جنگ میں میری متابعت کرو گے، میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو کسی سے بغض و عداوت نہیں، مشرق سے مغرب تک ایک شخص بھی مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا کہ میرے دل میں اس کی طرف سے رنج و ملال اور نفرت و کراہت ہو، اتفاق و اتحاد، محبت و سلامتی اور صلح و اصلاح کو میں نااتفاقی اور دشمنی سے بہرحال بہتر سمجھتا ہوں، حضرت حسن پر کفر کا فتویٰ: اس تقریر کو سن کر وخارج

اور منافقین نے فوراً تمام لشکر میں یہ بات مشہور کر دی کہ حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتے ہیں پھر ساتھ ہی حضرت حسنؓ پر کفر کا فتوی لگا دیا۔۔۔انہیں لوگوں نے حضرت علیؓ پر بھی کفر کا فتوی لگایا تھا۔۔۔غرض اس کفریہ فتوے کا حضرت حسنؓ کے لشکر پر یہ اثر ہوا کہ تمام لشکر میں ہلچل مچ گئی کوئی کہتا تھا کہ حسنؓ کافر ہو گئے کوئی کہتا تھا کہ کافر نہیں ہوئے آخر کافر کہنے والوں کا زور ہو گیا اور انہوں نے اپنے مخالف خیال کے لوگوں پر زیادتی اور مار دھاڑ شروع کر دی پھر بہت سے لوگ کافر کہتے ہوئے حضرت حسنؓ کے خیمے میں گھس آئے اور ہر طرف سے آپ کا لباس پکڑ پکڑ کھینچنا شروع کیا، یہاں تک کہ آپ کے جسم پر تمام لباس پارہ پارہ ہو گیا آپ کے کندھے پر سے چادر کھینچ کر لے گئے اور ہر چیز خیمے کی لوٹ لی، یہ حال دیکھ کر حضرت حسنؓ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قوم ربیعہ و ہمدان کو آواز دی یہ دونوں قبیلے آپ کی حمایت و حفاظت کیلئے لڑتے ہوئے اور بدمعاشوں کو آپ کے پاس سے دفع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ (تاریخ اسلام/ج اول/ص ۴۹۲۔۴۹۳ ازمولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)۔

شیعہ ملٹی میڈیا کی تاریخ لکھتی ہے

۔۔۔مگر اندازہ کے بالکل مطابق یہ افسوس ناک صورت حال سامنے آئی کہ لوگوں نے حجر بن عدی کی کوشش کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال نہیں کیا، عام طور پر جمود اور سرد مہری سے کام لیا گیا، کچھ تھوڑی سی جمعیت مقابلہ کیلئے تیار ہوئی تھی اس میں کچھ حصہ خوارج کا تھا جو کسی نہ کسی کے بہانے کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرنا ہی چاہتے تھے، کچھ شورش پسند اور مال غنیمت کے طلبگار اور کچھ لوگ صرف اپنے سرداران قبائل کے دباؤ سے بادل نخواستہ ساتھ ہو گئے تھے جنہیں فرض کے احساس سے کوئی واسطہ نہ تھا۔تھوڑے لوگ وہ ہوں گے جو واقعی حضرت علی اور امام حسن کے

اطاعت گزار سمجھے جا سکتے ہیں، بہرحال حضرت امام حسن نے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو بیس ہزار کی فوج کے ساتھ آگے روانہ کیا اور خود مقام دیر کعب کے قریب ساباط میں قیام کیا، یہاں پہنچ کر نمایاں طور سے آپ کو اپنے ساتھیوں کی سرد مہری کا مشاہدہ ہوا۔ آپ نے ان لوگوں کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ: دیکھو میں تمام خلق سے زیادہ خلق خدا کا بہی خواہ ہوں اور مجھے کسی مسلمان سے کینہ نہیں۔ آگاہ ہونا چاہیے کہ اتفاق واتحاد چاہے تمہیں ناپسند ہو اختلاف وافتراق سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنا ہی پسند ہو، یادرکھو کہ میں تمہارے فائدے کیلئے تم سے بہتر سوچنے کا حق رکھتا ہوں تم کو لازم ہے کہ میری رائے سے انحراف اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ آپ کی تقریر کا ختم ہونا تھا کہ مجمع میں بدنظمی پیدا ہوگئی اور خوارج نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ یہ کافر ہو گئے کچھ لوگوں نے آپ پر حملہ کر کے آپ کے قدموں کے نیچے سے مصلی کھینچ لیا اور دوش مبارک پر سے چادر بھی اتار لی، آپ فوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے اور آواز بلند سے پکارا کہ کہاں ہیں ربیعہ اور ہمدان۔ یہ دونوں قبیلے ادھر ادھر سے دوڑ پڑے اور شورش پسندوں کو آپ سے دور کیا۔

ابن جریر کی روایت یہ ہے کہ کسی نے خبر اڑادی کہ قیس بن سعد قتل ہو گئے بس اس پر یہ شور مچ گیا اور وہ خیمہ جس میں حضرت امام حسن کا قیام تھا لوٹ لیا گیا یہاں تک کہ جس بچھونے پر آپ تھے اسے آپ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا۔

(تاریخ بنی ہاشم و بنی امیہ از محمد ایوب یشوی رص ۲۳۵ تا ۲۳۶: شیعہ ملٹی میڈیا (ایم اے) ناشر: ثاقب پبلیکیشنز لاہور پاکستان: طبع اول جولائی ۲۰۰۱ء)

ایک مؤرخ تحریر فرماتے ہیں

شیعانِ علی کا ایک گروہ خوارج کے نام سے الگ ہو گیا تھا لیکن دوسرا سبائی گروہ منافقانہ طور پر حضرت حسنؓ کے ساتھ چمٹا رہا ان ہی فتنہ پردازوں نے ایک اور صفین برپا کرنے کا منصوبہ بنایا۔۔۔۔افواہ اڑ گئی کہ حضرت حسنؓ کے لشکر کے ہراول دستے کو شکست ہو گئی ہے اور قیس بن عبادہ امیر لشکر قتل ہو گئے، نتیجہ یہ نکلا کہ شیعہ، خود حضرت حسنؓ کی جان کے درپے ہو گئے، انہوں نے اعلانیہ اپنے امام سے بغاوت کر کے ان پر حملہ کر دیا، چادر اتار لی، مصلی کھینچ لیا اور جراح بن قبیصہ نے ران مبارک کو زخمی کر دیا حضرت حسنؓ اسی زخمی حالت میں مدائن کے قصر ابیض میں مقیم ہو گئے، شیعہ لیڈر مختار بن ابی عبید ثقفی نے اپنے چچا سعد بن مسعود (گورنر مدائن) سے کہا کیا تم کو دولت و عزت حاصل کرنے کا راستہ بتاؤں؟ اس نے کہا۔ کیا مطلب؟ کہا حسن کو پکڑو اور قید کر کے معاویہ کے پاس بھیج دو، سعید بن مسعود نے کہا کہ خدا تجھے غارت کرے کیا میں نواسہ رسول ﷺ سے دھوکہ بازی کروں؟ (البدایہ والنہایہ/صفحہ نمبر۱۴/جلد۸)

حضرت حسنؓ اپنے شیعوں سے بیزار اور مایوس ہو گئے اور ان پر بلکل اعتماد نہ رہا اور حق یہ ہے کہ یہ لوگ اعتماد کے قابل ہی نہ تھے کیونکہ یہ لوگ بارہا زبان سے وفادار اور عمل سے بے وفا ثابت ہو چکے تھے جلد ہی حضرت حسنؓ پر ان کی سازش اور ان کے اصلی مقاصد کھل گئے۔ لہٰذا آپ نے اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا اور معقول و مناسب شرائط طے کر کے حضرت معاویہؓ کے حق میں رضا کارانہ اور برضا و رغبت خلافت سے ربیع الاول ۴۱ھ ہجری میں دست بردار ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (شیعیت تاریخ و افکار، تحت عنوان شیعیت سیدنا حسن مجتبیٰ کے عہد میں، ۱۳۱۔۱۳۲، مؤلفہ، پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی)

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے

زید بن وھب جھنی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ پر مدائن میں نیزے سے وار کیا تو میں حاضر خدمت ہوا، آپ اس وقت شدید درد و تکلیف میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا، فرزند رسول لوگ (اس واقع سے) بہت حیران و پریشان ہیں اب آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: میری نظر میں خدا کی قسم معاویہ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہے ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہمارے گروہ کے ہیں مگر ان لوگوں نے ہمیں قتل کرنا چاہا ہمارا سارا سامان لوٹ لیا اور ہمارا مال و اسباب چھین لیا، خدا کی قسم، اگر میں معاویہ سے یہ عہد لیکر معاملہ طے کر لیتا کہ وہ ہمارا خون نہ بہائے گا اور ہمارے اہل و عیال کو پناہ دے گا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ یہ ہمیں قتل کر دیں اور ہمارے خاندان کو تباہ و برباد کر دیں، سنو! وہ تو خیریت ہی ہوئی کہ میں نے معاویہ سے ابھی جنگ نہیں چھیڑی تھی، ورنہ یہ لوگ تو میری گردن پکڑ کر مجھے اس کے حوالے کر دیتے۔ (بحار الانوار مترجم حصہ ۱۰، باب نمبر ۸، صلح کے اسباب سبب نمبر ۴، در حالات حضرت ابو محمد امام حسن ۲۳۹، مترجم سید حسن امداد ناشر محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی نمبر ۵)۔

''بیعت خلافت کے وقت سے ہی حضرت حسنؓ کی حفاظتی پیش بندی''

حضرت حسنؓ جاسوس ٹولے کی بہت ساری حرکات سے واقف ہو چکے تھے اب حضرت علیؓ کی شہادت پر انہیں مزید یقین ہو گیا کہ ان کے اصل مقاصد کیا ہیں اور ان دشمنان اسلام کے مقاصد پورے نہ کرنے کی صورت میں ہمارے ساتھ یہ کیا کچھ کر سکتے ہیں لہٰذا اب حضرت حسنؓ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح اپنے خاندان کو ان کے چنگل سے بحفاظت نکال کر مدینہ منورہ لوٹ جائیں تا کہ ان کی بلیک میلنگ سے نجات حاصل ہو جائے چنانچہ خلافت کیلئے جب ان پر اتفاق ہوا تو

آپ رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی سے ایسی صاف اور محفوظ بنیاد رکھی جوان کیلئے مدینہ منورہ کی طرف بحفاظت لوٹ جانے کا سبب بنی چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے لوگ آگے بڑھے تو آپؓ نے قرآن وسنت اور اس عہد پر بیعت کرنے کا حکم فرمایا کہ جس سے میں جنگ کروں اس سے تم جنگ کروگے اور جس سے میں صلح کروں اس سے تم صلح کروگے۔ایک شخص نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ میں قرآن وسنت اور ملحدین سے جنگ کرنے پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ اس کا اشارہ سمجھ گئے فوراً اسے ٹوک دیا اور قرآن و سنت کے بعد نتھی کئے ہوئے آخری الفاظ مدابرانہ اور بڑے حکیمانہ طریقے سے حذف کر دیئے چنانچہ وہ شخص خاموش ہو گیا اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی، حضرت حسنؓ کی طرف سے بیعت کیلئے جس عہد کا حکم دیا گیا اور قرآن وسنت کے بعد اضافی الفاظ نتھی کرنے والے کے الفاظ کو جب حضرت حسنؓ نے رد فرما دیا تو اس صورت حال کو دیکھ کر جاسوسی ٹولہ کو کھٹک گئی اور وہ پوری طاقت کے ساتھ متحرک ہو گیا باقاعدہ منصوبہ اور غور وفکر کے بعد بنیادی طور پر حضرت حسنؓ کی حفاظتی تدبیروں کو ناکام کرنے کیلئے انہوں نے ۲ طریقے شروع کئے ایک طریقہ یہ تھا کہ مختلف قسم کی افواہیں پھیلا کر حضرت حسنؓ کی شخصیت کو مجروح کیا جائے تا کہ ان کے مقاصد پورے نہ کرنے کی صورت میں کوئی سا اقدام کرنا آسان اور اس کیلئے زمین ہموار ہو جائے دوسرا طریقہ یہ کہ جیسے کیسے ہو سکے حضرت حسنؓ کو حضرت امیر معاویہؓ سے لڑا دیا جائے تا کہ ملت اسلامیہ کے درمیان دوریوں کی خلیج طویل سے طویل کر کے مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کو اتنا وسیع کر دیا جائے کہ جنگ کے امکانات ختم ہو جائیں، چنانچہ طے شدہ منصوبہ کے تحت افواہ سازی میں ایک افواہ لوگوں کے کانوں میں پھونکی کہ حضرت حسنؓ تو حضرت معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتے ہیں، ساتھ یہ ہوا بھی

پوری تیزی کے ساتھ اڑائی کہ شامی لشکر کوفہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے یہ آیا اور وہ آیا یہ اور اس طرح کی افواہوں سے عوامی کچہریاں خوب گرم کر دیں دوسرے طریقہ واردات کے تحت حضرت حسنؓ پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا کہ فوراً شام کی طرف پیش قدمی کرنا چاہیے اس مقصد کیلئے جاسوس ٹولہ نے ایسی پھرتی دکھائی کہ فوراً چالیس ہزار کا لشکر تیار کر کے میدان میں لا کھڑا کیا گویا جاسوس ٹولہ کے پڑھائے ہوئے وہی لوگ لشکر کشی کیلئے پانی کی طرح بہتے چلے آئے جن پر حضرت علی المرتضیٰؓ کے خطبات، درد دل، دکھ اور حزن وملال بھی اثر نہ کرتا تھا اور ان کے آوازیں دینے اور غیرت دلانے سے بھی جنگ پر آمادہ نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ کبھی تو حیدر کرار اکیلئے ہی میدان جنگ کی طرف چل دیتے مگر ان شریقوں پر پھر بھی اثر نہ ہوتا مگر اب جبکہ امت اسلامیہ کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکانا تھی تو یہ لوگ میدان میں کود آئے حالانکہ حضرت حسنؓ صلح جو اور مسلمانوں کے مابین جنگ ولڑائی کو ناپسند فرماتے تھے ان کی خواہش تھی کہ میرے نانا کی امت متحد ہو کر کفار کے خلاف صف آرا ہو جائے اور حضرت حسنؓ کی یہی خواہش جاسوس ٹولہ کو زہر لگتی تھی۔

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کیلئے کوششیں اور جاسوس ٹولہ کی کارروائی''

حضرت حسنؓ برابر اسی فکر میں تھے کہ میرے نانا کی امت متحد ہو جائے، ادھر حضرت امیر معاویہؓ تو پہلے ہی تیار تھے بلکہ وہ تو ہر صورت امت اسلام کو متحد کرنے اور اس پر ہر قربانی دینے کیلئے بھی تیار تھے، جب اس جاسوس ٹولے کو دونوں طرف سے صلح کی کوششوں کا پتہ چلا تو انہوں نے دونوں طرف کی افواج کو ایک آمنے سامنے لانے کی سر توڑ کوششیں شروع کر دیں وہ چاہتے تھے کہ حضرت حسنؓ کا قافلہ تیز سے تیز سفر کر کے دوسری فوج کے قریب پہنچ جائے مگر حضرت حسنؓ سفر

میں تیزی نہیں فرما رہے تھے جس پر یہ ٹولہ سیخ پا ہو رہا تھا، وہ چاہتے یہ تھے کہ کسی طرح دونوں طرف کی افواج ایک دوسرے کے قریب تر ہو جائیں اور پھر سے ان کو وہ تجربہ دھرانے کا موقعہ مل سکے جو وہ بصرہ میں آزما چکے تھے۔ اب یہ قافلے کو جلدی چلانا چاہتے تھے اور حضرت حسنؓ جلدی نہیں فرماتے تھے حتی کہ جب حضرت حسنؓ نے مقام دیر عبدالرحمان پر پہنچ کر مقدمتہ الجیش کے طور پر قیس بن سعد کو آگے روانہ فرما دیا اور ساباط مدائن پر قافلے کو روک لیا اور مذید ایک دن یہاں قیام کا فیصلہ فرمایا تا کہ سواریاں آرام کر سکیں اب تو وہ جاسوس ٹولہ آپے سے باہر ہو گیا اور اپنے منصوبے کو ناکام ہوتا دیکھ کر بولے ہو گئے اور حضرت حسنؓ پر چڑھ دوڑے خیمہ کے اندر داخل ہو گئے زبان درازی تو کی ہی، بدتمیزی کی بھی حد کر دی کسی نے کندھے پر سے چادر مبارک چھینی تو کسی نے تن مبارک پر پہنے لباس کو پھاڑا، یہاں تک کہ قمیض مبارک پارہ پارہ ہو گیا یہاں تک کہ جس مصلیٰ پر آپ عبادت کر رہے تھے وہ نیچے سے گھسیٹ لیا خیمہ میں موجود جو سامان تھا وہ سب بھی چھین لیا، صورت حال ایسی ہو گئی گویا ان دھوکہ بازوں نے کسی جنگ میں حضرت حسنؓ پر فتح حاصل کر لی ہو اور اب وہ فاتح فوج کی طرف مقابل فوج کا مال قبضہ میں لے رہے ہوں جب معاملہ دھکے مکے سے آگے بڑھنے لگا تب آپ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبیلہ ہمدان اور ہوازن کو آواز دی جو آگے بڑھے اور ان دھوکہ بازوں سے حضرت کو بچایا، ان دھوکہ بازوں سے حضرت حسنؓ پر حملہ کرنے کا جواز کیسے پیدا کیا؟ مورخین نے ۲ وجہیں لکھیں ہیں ایک یہ کہ اس مقام پر حضرت حسنؓ نے خطبہ دیا جس میں آپؓ نے بیعت کے وقت لئے گئے عہد کو دوبارہ ذکر فرمایا کہ آپ لوگوں نے میرے ہاتھ پر اس عہد کے ساتھ بیعت کی تھی کہ جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی اس سے جنگ کرو گے اور جس سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کرو گے۔ ''صلح'' کا لفظ تو اس جاسوس

ٹولہ کیلئے جہنم کی آگ تھا پس یہ لفظ سنتے ہی آگ بگولہ ہوگئے اور حضرت حسنؓ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا بس پھر ہر طرف انہوں نے حضرت حسنؓ کے خلاف زبان درازی کا طوفان بدتمیزی برپا کر دیا، شور وغل اور ہلچل مچ گئی یہاں تک کہ حضرت حسنؓ پر حملہ آور ہوگئے۔ دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ افواہ پھیلائی گئی کہ حضرت حسنؓ کا مقدمتہ الجیش شکست کھا گیا اور امیر مقدمہ قیس بن سعد کو شہید کر دیا گیا، یہ افواہ کس نے پھیلائی اور افواہ کے ساتھ ہی حضرت حسنؓ پر حملہ کیوں ہوا؟ اس پر اہل تاریخ نے زیادہ غور نہیں کیا اور ''افواہ پھیلی'' کا مبہم جملہ لکھ کر آگے بڑھ گئے جبکہ معمولی سا غور کیا جائے تو یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ جاسوس ٹولہ جلد از جلد دونوں طرف کی افواج کو ایک دوسرے کے سامنے لانا چاہتا تھا کہ وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا سکیں مگر حضرت حسنؓ نے جلدی کرنے کی بجائے ایک دن کیلئے مذید قافلہ کو ساباط مدائن میں روک لیا تھا جو ان کو ہرگز برداشت نہیں تھا لہٰذا منصوبہ کے تحت پہلے مقدمتہ الجیش کے مقابلہ شکست کی افواہ اڑائی اور معاملہ کو مزید سنگین بنانے کیلئے امیر مقدمتہ الجیش کی شہادت کی جھوٹی خبر اڑائی تا کہ لوگ حضرت حسنؓ سے بدگمان ہو جائیں کہ یہ سب کچھ سستی کی وجہ سے ہوا پس اس افواہ کو جواز بنا کر حضرت حسنؓ پر حملہ آور ہو گئے اور پھر جو کچھ انہوں نے کیا وہ کوئی چھپی ہوئی کہانی نہیں، یہ تو اچھا ہوا کہ قبیلہ ہوازن اور احواز موجود تھے جن کو آپؓ نے بلایا اور وہ ان دھوکہ بازوں کو گندے عزائم سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

''جاسوسی ونگ کی ذلت آمیز شکست''

حضرت حسنؓ کمال تدبر سے نہ صرف خود بلکہ اپنا خاندان کفریہ اتحاد کے جاسوسی ونگ سے بچانے

میں کامیاب ہو گئے، صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ کا ایک عظیم کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ آپ بکھری ہوئی امت میں جوڑ اور اتحاد کا سبب بن گئے، یہی وہ خوشی کی خبر اور پیغام اتحاد ہے جس کی بشارت رحمت عالم ﷺ خود ارشاد فرما گئے تھے کہ میرا بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں امیر معاویہؓ کی موجودگی میں اتحاد کے وقت جو خطبہ ارشاد فرمایا تاریخ اسلام نے اسے یوں نقل کیا ہے کہ

مسلمانو! میں فتنے کو بہت مکروہ رکھتا ہوں، اپنے جد امجد کی امت میں فساد اور فتنے کو دور کرنے کیلئے میں نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کیا، اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے ان کو بخش دیا (تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی ر ج ا ر ص ۴۹۶)

حضرت حسنؓ کا امت میں اتحاد پیدا کرنا ان کو کفار کے خلاف صف آرا کر دینا ایسا عظیم کارنامہ اور اپنے نانا کی امت پر اتنا بڑا احسان ہے جس پر امت اسلام کو فخر ہے نبی رحمت ﷺ کا کلمہ پڑھنے والا ہر ہر فرد آنجناب رضی اللہ عنہ کا شکر گزار ہے اور خوشی و فرحت کے ساتھ اس عظیم کارنامے کا ذکر خیر کرتا ہے، اس صلح پر امیر معاویہؓ کے تاثرات کو تاریخ نے یوں نقل کیا ہے، فرمایا

اے ابو محمد آپ نے آج اس قسم کی جوان مردی دکھائی اور بہادری دکھائی ہے کہ ایسی جوان مردی اور بہادری آج تک کوئی بھی نہ دکھا سکا (تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی ر ج ا ر ص ۴۹۶)

حضرت حسنؓ کی بچھڑے بھائیوں کو ملا دینے اور غلط فہمیوں کے طوفان کو تھام دینے پر ملت اسلامیہ تو

خوش ہے البتہ ایمان کی دعویدار ایک پارٹی وہ بھی تھی جو اس صلح کا سن کر تڑپ گئی۔
حضرت حسنؓ کے اس عظیم الشان کارنامے کے ذریعہ سے امت اسلام میں جو اتفاق واتحاد کی فضا قائم ہوئی تو اس اتحاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ اسلام کا جھوٹا دعویٰ کر کے مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کی جاسوسی کریں اور فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکیں وہ بری طرح ناکام ہو گئے گویا اِس جاسوسی ونگ کو حضرت حسنؓ نے بھرپور تدبر سے اہل اسلام کی صفوں سے کھینچ کر باہر نکال پھینکا یہ اسی جاسوسی کی نحوست تھی کہ اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب رک گیا تھا اب جب کہ حضرات حسنین کریمینؓ نے اس جاسوسی ونگ کو باہر نکال دیا تو دوبارہ فتوحات کا عظیم سلسلہ شروع ہوا جو ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل تک جا پہنچا یعنی نصف سے زائد خدا کی زمین پر خدا کا نظام حضرت امیر معاویہؓ کی زیر امرت نافذ ہو گیا یہ وہ اہم موقع تھا جب کفریہ یونین کے جاسوسی ونگ کو عبرت ناک اور ذلت آمیز ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، انہوں نے بڑی چالوں سے خاندان نبوت کو گھیرا تھا اور کمال مکاری سے وہ ایک ایک کر کے اس مبارک خاندان کو ٹارگٹ کرنا چاہتے تھے مگر اب اچانک ان کے ہاتھوں سے شکار نکل گیا جس پر ماہی بے آب کی طرح وہ تڑپ اٹھے تھے، چنانچہ اب ناکام لوٹنے والوں نے نئے سرے سے صف بندی کرنا شروع کر دی۔

''حادثہ کربلا کی دل سوز منصوبہ بندی''

نواسہ رسول حضرت حسنؓ نے جس کمال سے اِس بدترین دشمن کو زیر کیا اپنے خاندان کو ان کے چنگل سے نکالا اور ان جاسوسوں کی مضبوط گرفت سے آزاد ہوئے، صرف یہی نہیں بلکہ اسلامی صفوں سے ان کے نجس وجود سے بہت حد تک پاک فرمایا، یہ ایک عظیم الشان اور عدیم المثال

کارنامہ ہے جس پر اِس بدترین جاسوسی ونگ کو ڈوب مرنا چاہیے تھا مگر یہود اور ان کے چیلوں کی تاریخ ایسی ہزار ہاں ذلتوں کو شیر مادر کی طرح ہضم کرتی آئی ہے قرآن حکیم شاہد ہے کتنی ہی مرتبہ اِن کے آباء کو وحی الٰہی نے بے نقاب کیا؟

قرآن فرماتا ہے

لاتقولوا راعنا: یحرفون الکم عن مواضعه: والذین اتخذوا مسجدا ضرارا و کفرا و تفریقاً بین المؤمنین وارصادا لمن حارب الله و رسوله: اتخذوا ایمانهم جنته قصد واعن سبیل الله هم العدوا فاحذرهم: یقولون لئن رجعنا الی المدینته یسخر جن الاعذ منها الاذل یخادعون الله والذین امنوا۔

قدم قدم پر اِن کے کالے کرتوت بے نقاب ہوئے، قرآن پاک نے بارہا مرتبہ ان کی چرب لسانی اور دھوکہ بازی سے اپنے محبوب کو آگاہ فرمایا، حتیٰ کہ ایک موقع تو ایسا بھی آیا کہ جمعہ کے خطبہ میں آپ ﷺ نے نام لے لے کر تمام صحابہ کے سامنے ان کو یوں رسوا کیا کہ پلے کچھ بھی نہ رہا، اعلانیہ فرمایا **یا فلاں اخرج فانک منافق ۔ یافلاں اخرج فانک منافق ۔**

اندازہ فرمایئے جمعہ کا ایسا اجتماع جہاں تقریبا قرب و جوار بستیوں کے صحابہ کرام بھی جمع تھے، اُن کے سامنے نام بنام اُن کو کھلے عام مسجد نبوی شریف سے نکال باہر فرمایا، کہ اے فلاں تو بھی منافق ہے چل مسجد سے نکل جا اور اے فلاں تو بھی نکل جا کہ تو منافق ہے اِس کھلی ذلت اور رسوائی کے باوجود یہ بدکردار اپنی خباثتوں میں روز بروز ترقی کرتے رہے جب اوپر والوں کا حال یہ تھا جبکہ تخریب و جاسوسی وغیرہ جیسے کاموں پر لئے نئے لگے تھے ابھی تک وہ منظّم بھی نہیں ہوئے تھے پھر نبی کریم ﷺ خود موجود تھے اور نزول وحی کا سلسلہ بھی جاری تھا تو اب جب کہ یہ لوگ باقاعدہ اپنا

ایک منظّم جاسوسی ونگ ترتیب دے کر یکے بعد دیگرے متعدد کامیابیاں حاصل کر چکے تھے اب یہ گروہ خاموش کیسے بیٹھ سکتا تھا پس ان کے ناپاک سینے جوش غیظ سے کھولنے لگے اور آتش انتقام شعلے مار کر بھڑکنے لگی بالخصوص خانوادہ رسالت مآب ﷺ کے ماہتاب جلیل حضرت حسنؓ کی اِس ضرب کاری کے بعد جب فتوحات اسلامی کا باب کھلا اور اسلام کفریہ ظلمتوں کی روندتا ہوا تیزی سے آگے بڑھنے لگا تو ان کے دماغ ایسے ٹخ ٹخ کرنے لگے جیسے تیز آگ پر رکھی ریت میں بھونا جانے والا چنا ٹخ ٹخ کرتا ہے، اب یہ تڑپتے تو تھے مگر حسنین کریمینؓ کی الوالعزمی اور تدبیر معاویہؓ کے باہمی امتزاج نے اسلامی قوت پر محفوظ حصار کا ایسا ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیا تھا جس کو عبور کرنا کفریہ اتحاد کے جاسوسی ونگ کیلئے ممکن نہ تھا، بارہا کوششوں کے باوجود وہ اس حصار کو عبور کرنے کے لائق نہ ہو سکے تھے، یہ نہیں کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے بلکہ وہ ہر روز کوئی نا کوئی حرکت ضرور کرتے رہتے تھے، امیر معاویہؓ کا تو ان جاسوسوں پر رعب ہی ایسا تھا کہ ان کے قریب ہی یہ نہ بھٹک سکتے تھے حضرت حسنؓ کی کاری ضرب سے بھی ایسے آدھ موئے ہو گئے تھے کہ ان کا سامنا کرنے کی سکت بھی نہ تھی، البتہ حضرت حسینؓ پر مکاری کے جال ڈالنے کیلئے اُن سے محبت عقیدت اور عشق کے دعوے ضرور کرتے رہے، اُن کو بار بار اِس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ دوبارہ ایسا ماحول بنائیں جیسا کہ اس جاسوسی ونگ کی کاوشوں سے پہلے معرض وجود میں آیا تھا اب اگرچہ منہ میں رام رام تو یہی تھی کہ آپ کو ہم خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، خلافت آپ کا حق ہے، ہم آپ کو اتنا بڑا لشکر مہیا کریں گے مگر ان کے اندر کی ہنڈیا میں جو لاوا ابل رہا تھا وہ حضرت حسینؓ اور ان کے خاندان کو شہید کرنے کا تھا بارہا مرتبہ حضرت حسینؓ کو آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر حضرت حسینؓ ان کے چنگل میں نہیں آئے۔

''تاریخ کا ایک اور نازک موڑ''

حضرت امیر معاویہؓ دار فانی سے رحلت فرما گئے ان کے بعد یزید بن معاویہؓ نے زمام اقتدار سنبھال لی یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو اکابر صحابہ کرامؓ میں اضطراب پیدا ہو گیا امیر مدینہ کی طرف سے یزید کیلئے بیعت خلافت کا مطالبہ ہوا تو تین اہم حضرات نے بیعت نہ کی جن میں ایک نواسہ رسول حضرت حسین ابن علیؓ تھے اور ایک نواسہ صدیق حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ تھے وقفہ وقفہ سے یہ دونوں حضرات یکے بعد دیگرے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے، یزید کی فوری طور پر بیعت نہ کرنے والے تیسرے قد آور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے، اس نئی صورت حال سے کفریہ یونین کے جاسوسی ونگ کی عید ہو گئی اب نہ تو تدبر معاویہؓ کی رکاوٹ ان کے سر راہ تھی اور نہ ہی ان کے سیاہ دلوں سے واقف کار حضرت حسنؓ کا ان کو سامنا تھا دونوں طرف گویا ان کیلئے حالات بہت حد تک سازگار تھے، پس اب کھلے عام ان کے اجلاس اور عام اجتماع ہونے لگے، مختار ثقفی کے علاوہ بھی کئی لوگ گرم جوشی کے ساتھ متحرک ہو گئے اور خانوادہ پیغمبر کو اپنی مرضی کے میدان جنگ میں گھیر کر لانے کی تگ ودو شروع ہو گئی، خطوط، وفود اور منت سماجت کے ایسے پل باندھے جیسے آج کا ذاکر کان پر ہاتھ رکھ کر مجلس میں بند پڑھتا ہے اور سامعین کی صف ماتم بچھ جاتی ہے، ہزاروں خطوط اور سینکڑوں وفود نے مسلسل جو مجلس برپا کی اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت حسینؓ کوفہ جانے کیلئے ایک بار پھر تیار ہو گئے، یہاں تک کہ اہل کوفہ کو جوابی خط بھی لکھ دیا اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو احوال جاننے کیلئے روانہ فرما دیا۔

حضرت حسینؓ کے کوفہ جانے پر آمادگی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان جاسوسی خدمات سرانجام

دینے والوں نے کس کمال اداکاری اور فنکاری کا پاٹ ادا کیا ہوگا کہ باوجود یہ کہ ان مکاروں کے ہاتھوں والد گرامی کی شہادت ہو چکی تھی، بڑے بھائی ان کے ہاتھوں شدید مجروع ہوئے ان کی زبان تبرا دراز ہوتے سماعت فرما چکے تھے مگر ان سب واقعات کے باوجود جاسوسی ونگ کی کمال مکاری نے ایسے کرتب دکھائے کہ آپؓ جیسے صحابی رسول، نواسہ پیغمبر بھی اُن کے جھوٹ کو سچ سمجھ کر آمادہ سفر ہو گئے، اِس سے اِس جاسوسی ونگ کی دھوکا دینے میں کامل مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بار پھر وہ جاسوسی ونگ اپنی شیطنت میں کامیاب ہو گیا، صورت حال یہ ہوئی کہ ہزاروں خطوط اور اس میں دعویٰ نصرت و فداکاری پر ایسی قسمیں کھائیں کہ حضرت آدمؑ کے سامنے جنت میں قسمیں کھا جانے والا ابلیس بھی شرمندہ سا ہو کر رہ گیا، گویا پکار اٹھا کہ تم تو میرے بھی باپ نکلے، پس جس طرح حضرت آدمؑ ان مکاروں کے اعلیٰ حضرت سے قسمین سن کر اس کے دام تذویر میں آ گئے ایسے ہی نواسہ رسول نے اپنے باپ ابلیس کی طرح جھوٹی قسمیں کھا جانے والوں کی بات پر کان دھر لئے، اب ذرا اِن جاسوسوں کی عیاری پر ایک نظر ڈالئے۔

''یہودی جاسوسوں کا طریقہ واردات''

بلاشبہ سچے محبوب ﷺ کا سچا ارشاد ہے کہ ''المؤمن غر کریم و الفاجر خب لئیم'' چنانچہ حضرت حسینؓ نے ہزاروں خطوط، وفود اور قسموں پر قسمیں کھانے والوں پر اعتبار کر لیا اور مسلم بن عقیل کو حالات معلوم کرنے کیلئے کوفہ روانہ فرما دیا، چنانچہ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ داخل ہوئے تو یہودی جاسوسوں نے سب کچھ قدموں میں وار دیا، سیل رواں کی طرح بیعت کیلئے بہتے چلے آئے، دیکھتے ہی دیکھتے بیعت کرنے والوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر معرض وجود میں آ گیا

کوفیوں کی اِس شاطرانہ چال کو حضرت مسلم بن عقیل نہ سمجھ سکے اور دلوں میں چھپی صورت حال کو تو اللہ کے سوا اور کوئی جان بھی نہیں سکتا، پس حضرت مسلم نے ان جوک در جوک جمع ہوئے اور پر جوش بیعت کرتے جم غفیر کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ واقعتاً حضرت حسینؓ کے ساتھ ہیں اور صورت حال خطوط میں بیان کردہ احوال کے مطابق ہے، ادھر یہ یہودی جاسوس بھی بے چین تھے کہ کسی طرح مسلم کو ہماری وفاداری کا یقین آ جائے لہٰذا وہ ہر ایسا طریقہ اختیار کر رہے تھے جس سے حضرت مسلم کو اپنی کمال محبت کا یقین دلا کر اپنے اصلی ہدف کو اپنے جال میں پھنسا سکیں، چنانچہ جیسے کیسے حضرت مسلم کے ہاتھوں حضرت حسینؓ کے نام یہ خط لکھوا لیا کہ حضرت واقع فضاء ہموار اور لشکر تیار ہے، تشریف لائیں کوفہ آپ کیلئے دیدہ راہِ فرش ہے، اب یہ خط جانے کی دیر تھی کہ ان دین دشمنوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق آگے کی فضا ہموار کرنا شروع کر دی تاریخ میں لکھا ہے۔

۱۸ ہزار اہل کوفہ نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، اس وقت حضرت مسلم نے ایک عریضہ حضرت امام حسین کو لکھا کہ تا وقت تحریر اٹھارہ ہزار کوفی آپ کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپ اس طرف روانہ ہوں تو مناسب ہے جب شیعان کوفہ حضرت مسلم کی خدمت میں بکثرت آنے لگے تو نعمان ابن بشیر جو معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا، حقیقت حال سے مطلع ہوا مسجد کوفہ میں آ کر منبر پر گیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہنے لگا اے بندگان خدا۔ خدا سے ڈرو اور دیدہ ودانستہ فساد نہ کرو اور قتل مردم وخنریزی اہل اسلام اور غارت اموال کا باعث نہ بنو۔ (بحار الانوار مترجم ۱۵۸، حصہ اول، مترجم: سید طیب الموسوی، الحسینی، الجزائری)۔

مسلم بن عقیل بہ تعمیل ارشاد پہلی ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو کوفہ میں داخل ہوئے، شیعوں کے دلوں میں

کھلبلی پڑگئی، کئی اور پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے جب ان میں سے چند لوگ جمع ہوجاتے تو مسلم بن عقیل ان کو امام حسینؓ کا خط پڑھ کر سناتے تو وہ لوگ دھاڑیں مار کر روتے اور امداد کا وعدہ کرتے ،نعمان بن بشیر کا خطبہ، رفتہ رفتہ اس کی خبر نعمان بن بشیر کو ہوئی، چونکہ طبیعت میں حلم وصلح پسندی تھی ،لوگوں کو جمع کرکے خطبہ دیا اور فتنہ وفساد برپا ہونے سے ڈرایا اور صاف لفظوں میں یہ کہا کہ جب تک مجھ سے کوئی نہیں لڑے گا میں اس سے نہیں لڑوں گا۔ ہاں اگر تم نے ابتدا کی بیعت توڑ دی، حاکم وقت کی مخالفت کی تو واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا برابر تم کو مارتا رہونگا گو میرا کوئی معین ومددگار نہ ہو۔(تاریخ ابن خلدون، ج ۳، حصہ دوم، ص ۳۸۴۔۳۸۵)

جب تک حضرت مسلم بن عقیلؓ نے حضرت حسینؓ کو خوط میں کوفیوں کی وفاداری، اظہار محبت اور بڑھ چڑھ کر بیعت کرنے کے بارے میں تفصیلات لکھ کر روانہ نہیں فرمادیں اس وقت تک تو سب کچھ مخفی رہا، حالانکہ یہ لوگ بڑی تعداد میں سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوئے باقاعدہ جلسہ ہوا، مشورے چلتے رہے، پھر خطوط لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا، ایک دو یا دس بیس نہیں بلکہ سو دوسو بھی نہیں، ۱۲ ہزار سے زائد خطوط کوفہ شہر سے حضرت حسینؓ کے نام لکھے جاتے رہے پھر ایک دو نہیں سینکڑوں وفد آتے جاتے رہے، حتیٰ کہ حضرت حسینؓ نے اپنا نمائندہ کوفہ میں بھیجا جو بلاخوف وخطر شہر میں داخل ہوئے، مختار کے گھر قیام ہوا لوگوں کی آمدورفت بڑھی حتیٰ کہ بیعت ہونا شروع ہوگئی مگر ان تمام حالات کا حاکم کوفہ کو کچھ بھی علم نہیں ہوتا۔ نہ کوفی سرداروں کے جلسہ کا نہ ہزاروں خطوط کا، نہ آنے جانے والے وفدوں کا اور نہ ہی مسلم بن عقیل کے کوفہ میں داخل ہونے کا وغیرہ، مگر جوں ہی ان کو یقین ہوگیا کہ اب مسلم بن عقیل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر آنکھوں دیکھی عقیدت، محبت، وفاداری اور بڑھ چڑھ کر بیعت کرنے اور نصرت کرنے کا حال لکھ چکے ہیں، تو

اب ضرور حضرت حسینؓ کو کوفہ والوں کی مدد و نصرت اور وفا کرنے کا پورا یقین آ جائے گا اور حضرت حسینؓ وعدہ فرما چکے ہیں کہ اگر صورت حال ایسی ہی ہے جیسی کہ خطوط میں لکھی جا رہی ہے تو وہ کوفہ چلے آئیں گے لہٰذا اب وہ ایفائے عہد کرتے ہوئے کوفہ تشریف لے آئیں گے۔

اس طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد اب انہوں نے اپنے اس دوسرے گروپ کو متحرک کیا جو حکومتی لوگوں کا چاپلوس تھا اس گروپ کا کام حکومت وقت کو کوفہ کی نزاکت اسی رنگ بازی کے ساتھ بتانا تھی جس کمال فن کاری سے اول الذکر گروپ کا کام حضرت حسینؓ کو اپنے دام تذویر میں لینا تھا، چنانچہ یہ دوسرا گروپ کوفہ کے گورنر ہاؤس میں پہلے ہی جگہ بنا چکا تھا اِس نے پہلے تو یہ سارے حالات حاکم کوفہ کو بتائے کہ مسلم بن عقیل آ چکے ہیں حضرت حسینؓ کیلئے بیعت ہو رہی ہے، لوگ بڑی تعداد میں ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں حضرت حسینؓ بھی آنے والے ہیں لہٰذا ان حالات کو کنٹرول کرنے کیلئے فوری طور پر سست سے سخت انتظام کرنا چاہیے مگر وہ تو بڑے صلح جو تھے انہوں نے ان حالات کو سن کر وہ خطبہ دیا جو اوپر نقل ہو چکا ہے: اس خطبہ کو سن کر ان کو فیوں کو یقین ہو گیا کہ نعمان بن بشیر کی موجودگی میں ہمارا منصوبہ پورا نہیں ہوگا لہٰذا ایک لمحہ ضائع کئے بغیر انہوں نے فوراً شام رابطہ کر لیا اور ایسی کمال جادوگری کا مظاہر کرتے ہوئے شام کے سامنے مجلس عزا برپا کی اور ایسی شام غریباں پڑھی کہ دارالخلافہ صف ماتم کا منظر پیش کرنے لگا، دارالخلافہ کا سوال کہ ''اب کیا کیا جائے'' کا جواب جاسوسوں کی طرف سے پہلے ہی تیار تھا، ابن زیاد جس کا والد حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ میں گورنر تھا اس وقت جو جاسوسی ونگ فتوحات اسلام کی راہ میں رکاوٹ اور اہل اسلام کی باہمی جنگوں کا مرکزی کردار تھا یہ جاسوسی گروپ ان کے ساتھ رہ چکا تھا چنانچہ جاسوسی ونگ نے ذرائع استعمال کر کے یہ بندہ کوفہ کی گورنری کیلئے مانگ لیا اب یزید تو اِس کا شدید مخالف

اور عنقریب بصرہ سے بھی معزول کرنے والا تھا، اِس نے اِس کو کوفہ کی اضافی گورنری کیسے دے دی؟ اگر معمولی غور وفکر سے کام لیا جائے تو جاسوسی ونگ کا یہ راز خود بخود واضح ہو جائے گا کہ حکمران طبقے سے رابطے والا جاسوسی ونگ اگلی پالیسی مرتب کر چکا تھا اِس نے دارالخلافہ پر واضح کر دیا تھا کہ اگر کوفہ چاہیے تو ابن زیاد دو ورنہ پھر کوفہ کی قربانی اور اس کے بعد کے حالات کیلئے تیار ہو جاؤ، حاکم وقت کے سامنے صورت حال کو ایسے خوفناک طریقے سے رکھا گیا تھا کہ اس کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی پس ہزار مخالفت کے باوجود اہل کوفہ کو ابن زیاد دینے کا زہر حاکم وقت نے گھونٹ گھونٹ کر کے پی لیا اب بنظر انصاف ملاحظہ فرمایئے ادھر سے ابن زیادہ روانہ ہوا، دوسری طرف حضرت حسینؓ کے نام حضرت مسلم بن عقیل کا خط روانہ ہو چکا تھا خط موصول ہونے پر آپؓ نے یقین دہانی کروادی کہ اے کوفہ والو بس اب میں تمہاری طرف روانہ ہونے والا ہوں، جب کوفہ والوں کو شکار ہاتھوں میں آجانے کا یقین ہو گیا تو کوفہ کے حالات یکسر تیور بدلنے لگے، ''**قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر** (آل عمران/۱۱۸)'' رفتہ رفتہ آتش عداوت کے انگارے یہودی جاسوسوں کے منہ سے انگلنا شروع ہو گئے۔

''کیا یہ سب اتفاقی حادثات تھے؟''

ابن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کی اضافی حکومت محکمہ انٹیلی جنس کی رہین منت حاصل ہو چکی تھی، ادھر حضرت حسینؓ نے کوفہ سفر کی تیاری فرمالی تھی، دیگر قرب وجوار علاقوں کے علاوہ بصرہ کے کچھ افراد کو بھی خطوط لکھ کر اپنے کوفہ تشریف لانے کے بارے میں آگاہ فرمادیا تھا اب ابن زیاد چند لوگوں کے ساتھ کوفہ روانہ ہوا جب شہر میں داخل ہوا تو محکمہ انٹیلی جنس نے اس کا والہانہ استقبال کیا

اور گورنر ہاؤس تک پرتپاک طریقے سے لے آئے، ارباب تاریخ نے ابن زیاد کے کوفہ شہر میں داخل ہونے پر جو مضحکہ خیز خبر رسانی کی ہے وہ حیران کن ہے وہ کہتے ہیں۔

یہاں تک کہ جس شب کو ابن زیاد ملعون داخل کوفہ ہوا چونکہ کوفیان بے وفا حضرت امام حسینؑ کی تشریف آوری کے منتظر تھے، سب نے گمان کیا کہ حضرت آئے ہیں، اور وہ ملعون (ابن زیاد) نجف اشرف کی طرف سے کوفہ میں داخل ہوا، اس وقت ایک عورت نے کہا، اللہ اکبر: قسم بخدائے کعبہ کہ یہ فرزند رسول خدا ہیں، اور لوگ ہر طرف سے بہ آواز بلند کہنے لگے، ہم لوگ چالیس ہزار سے زیادہ آپ کے ساتھ ہیں اور تمام کوفیوں نے اس کے گرد ہجوم کیا یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کی دم پکڑے چلے آتے تھے چونکہ وہ ملعون روئے نجس اپنا چھپائے ہوئے تھا کوئی اس کو نہ پہچانتا تھا، جب اس سیاہ رو نے اپنا منہ کھولا اور کہا کہ میں عبیداللہ بن زیاد ہوں تو لوگ بھاگے اور ایک دوسرے پر گر کر بعض کچل گئے، پھر وہ ملعون دارالامارہ کوفہ میں داخل ہوا۔ (بحارالانوار، حسہ اصل دراحوال حضرت حسینؑ، مترجم اردو: مترجم: طیب موسوی رص ۱۶۱)

ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کی طرف چلا جب کوفہ داخل ہوا تو نقاب پوش ہو کر سیاہ عمامہ کے ساتھ داخل ہوا جس مجلس کے پاس سے گزرتا کہتا سلام علیکم لوگ چونکہ حضرت حسینؑ کی آمد کے منتظر تھے اسے حضرت حسین سمجھ کر وعلیکم اسلام، خوش آمدید رسول اللہ کے بیٹے کیلئے۔۔۔۔ وہ کوفہ کے قصر الامارۃ میں ٹھہرا جب اسکا معاملہ پختہ ہو گیا تو اس نے ابورھم کے غلام یا اپنے غلام معقل کو ۳ ہزار درھم دیکر حمص کے ایک قاصد کی صورت میں بھیجا جو بیعت کر رہے تھے تلاش کرتا رہا، یہاں تک کہ اس گھر میں داخل ہو گیا یہ ہانی بن عروہ کا وہ گھر تھا جس میں وہ پہلے گھر چھوڑ کر منتقل ہوا تھا۔۔۔ جب ابن زیاد نقاب لگائے ہوئے قصر الامارہ پہنچا تو نعمان سمجھے کہ حضرت حسینؑ آ گئے

ہیں اس لئے انہوں نے دروازہ بند کر کے کہا کہ میں اپنی امانت تمہارے سپرد نہیں کر سکتا، عبید اللہ نے کہا کھولو تم نہ کھول سکو گے (تاریخ ابن کثیر حصہ ۸، ۴۱ سے ۶۳ ہجری کے واقعات، ص ۴۷۸۔ ۴۸۸)۔

حیران کن بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کوفہ شہر میں داخل ہو گئے اور ان کے نمائندے حضرت مسلم کو خبر بھی نہ ہوئی، حضرت حسینؓ نے ویسے تو بصرہ وغیرہ دور دراز علاقوں تک خط لکھ کر اپنے آنے کی خبر دے دی مگر شہر داخل ہوتے ہوئے بھائی کو نہ بتایا اور پھر شہر داخل ہوتے ہی ایک طرف اپنے کو چھپانے کیلئے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا ہے، ساتھ بھی کسی کو نہیں لیا اور دوسرا یہ کہ آپ نے سیدھا گورنر ہاؤس کا رخ کیا نہ تو مسجد میں آئے نہ بھائی کے پاس گئے اور نہ ہی خط لکھنے والوں یا اپنے خاص دوستوں یا جاننے والوں کے گھر گئے، پھر آپؓ جو ایک عرصہ تک اسی کوفہ میں رہے جب مدینہ گئے تو بھی اتنے معروف کہ دور سے پہچانے جاتے تھے پر اب ایسی صورت حال ہوئی کہ کوفہ میں ساتھ رہنے والے بھی نہ پہچان سکے کہ یہ حضرت حسینؓ ہیں یا ابن زیاد، ارباب تاریخ یہ بھی غور نہیں کر سکے کہ حضرت حسینؓ تو ایسی ہستی ہیں کہ خوشبو سے پہچانے جائیں بھلا ابن زیاد اور حضرت حسینؓ میں کون سے مماثلت ہو سکتی ہے کہ لوگوں نے ابن زیاد کو حضرت حسینؓ سمجھ کر استقبال کرنا شروع کر دیا؟ ہرگز نہیں محکمہ انٹیلی جنس کی رپورٹ تو وہی ہے جس کو ارباب تاریخ نے امر واقع کا روپ دے دیا ہے مگر درست بات یہ ہے کہ یہود کا محکمہ انٹیلی جنس لحظہ لحظہ سے باخبر تھا انہوں نے ہی ابن زیاد کو مختصر قافلے کے ساتھ کوفہ آنے کا کہا تھا کہ یہ خبر حضرت حسینؓ تک کہیں نہ پہنچ جائے پھر کوفہ داخل ہونے پر ابن زیاد کو اپنی خصوصی حفاظت اور پہرے میں گورنر ہاؤس میں پہچایا تھا کہ بے خبری میں کوئی اُن کو نقصان نہ پہنچا دے، یہ تلوایں نیام سے نکالے جمع ہونے والے یہودی محکمہ

انٹیلی جنس کے کارندے ہی تھے جن کا یہ ڈرامہ بھی پری پلان تھا ورنہ آپ اندازہ لگائیں جو آج تلواریں نیام سے نکالے حضرت حسینؓ کے لئے بغیر کسی تیاری کے گورنر ہاؤس پر دھاوا بولنے جا رہے تھے وہ حضرت مسلمؓ اوران کے معصوم فرزندوں کی شہادت کے وقت کس سامرا کی غار میں دفن ہوگئے تھے؟ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہودی محکمہ انٹیلی جنس کی تحریک انتقام اورکوفہ میں ہونے والی یہ کارروائی بے شمار ویک پوائنٹ پر مشتمل ہونے کے باوجود ارباب نظر کی توجہ حاصل نہیں کر سکی ورنہ ہزاروں خطوط، سینکڑوں وفد، لاکھوں بیعت کرنے والے بس صرف گورنر کی تبدیلی پر اتنے بدل جائیں کہ سوہم درد بھی میسر نہ آ سکیں جان بچانے والے نہیں پانی پلانے والے بھی نہ مل سکیں؟ آپ ہی غور کریں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر حضرت حسینؓ کی شہادت ہوتے ہی دوبارہ لاکھوں کے لشکر انتقام حسینؓ کے نام سے اٹھ کھڑے ہوں اور لاکھوں لوگ جنگ کی آگ میں جھونک کر لقمہ اجل بنا دیئے جائیں کیا یہ سب کچھ حیران کن ڈرامہ نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ ڈرامہ محکمہ انٹیلی جنس کا پری پلان تھا جس کو تقیائی عبادت کے زیر سایہ مکمل کیا گیا۔

''حضرت حسینؓ یہودی محکمہ انٹیلی جنس کے قبضہ میں''

خانوادہ پیغمبر کے چشم و چراغ اولاد آدمؑ سے ہی تھے اور اللہ کریم نے حضرت آدمؑ کو جنت کے ایک خاص درخت کے پاس نہ جانے اور اسے نہ کھانے کا حکم دیا مگر شیطان نے ایسی اداکاری کی اور قسمیں کھائیں کہ حضرت آدمؑ اُس جھوٹے مکار کے فریب میں آ گئے، اللہ پاک نے قرآن پاک میں جُرم کی نسبت شیطان کی طرف کی ہے، ''فازلھما الشیطان عنھا'' شیطان نے ان دونوں کو بہکا دیا (البقرہ)، کچھ ایسی صورت حال یہاں پر ہے، یہودی محکمہ انٹیلی جنس نے ایسے طور پر

اداکاری کی کہ اُن کو مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف نکال ہی دیا، پس آپؓ وادیاں عبور کرتے کردوبلا (کربلا) میں آ پہنچے، دیکھا تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کہ خط لکھ کر بلانے والے جو کل تک قسمیں کھا کھا کر موالی ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے وہ آج تلواریں تان کر جان کے درپے نظر آئے تب پھر میدان کربلا میں حضرت حسینؓ نے دل سوز خطبات ارشاد فرمائے جن میں

۱۔ ان کو ملامت کی کہ ظالموں خود بلایا تھا اب خود بلا کر مقابلے میں کھڑے ہوئے ہو کیا تمہارے ضمیر اس حد تک مردود ہو چکے ہیں؟

۲۔ جب تقیہ باز صاف منکر ہو گئے کہ ہم نے تو کوئی خط لکھا ہے اور نہ آپ کو بلایا ہے تب آپ نے نام بنام پکارنا شروع کیا او فلاں بن فلاں تو نے یہ خط نہیں لکھا۔ اور اے فلاں بن فلاں تو نے یہ خط نہیں لکھا؟

۳۔ جب تقیہ بازوں نے پھر انکار کیا تو آپؓ نے خطوط اُن کے سامنے ڈھیر کر دیئے کہ یہ ہے تمہارا خط اور اے فلاں بن فلاں یہ ہے تمہارا خط؟ اب جب سر چوک جھوٹ الف ننگا ہو گیا تو کہنے لگے چھوڑو اِن باتوں کو ہم کسی بات کو نہیں جانتے یا تو یزید کی بیعت کرو نہیں تو لڑائی کیلئے تیار ہو جاؤ۔

۴۔ جب تقیہ باز صاف مکر گئے تو حضرت حسینؓ نے اب دوسرا طریقہ اختیار فرمایا اُن کے خیال میں جو صورت نمایاں تھی وہ یہ تھی کہ گویا یہ مسلمان ہیں جیسا کہ وہ اِس کے مدعی اور دعویدار تھے چنانچہ آپؓ نے اب ان کے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑنا چاہا لہٰذا اپنے نسبی فضائل، رسول اللہ ﷺ سے نسبت اور تعلق کا دل سوز انداز میں تذکرہ فرمایا۔

۵۔ اِس بات پر ملامت کی کہ تم جو مجھے قتل کرنے کے درپے ہو بھلا بتاؤ تو سہی وہ کون سی دلیل ہے

جس کی بنیاد پر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ کسی مسلمان کو جان سے مارنا حرام ہے الا یہ کہ وہ قصاص میں، شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی زنا کرے یا وہ مرتد ہو جائے اور تین دن تک سوال و جواب کے بعد بھی حق کی طرف رجوع نہ کرے، تین میں کوئی ایک وجہ بھی تو ایسی نہیں پاتی جاتی جس کی بناء پر تم مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ۔

۶۔آمادہ قتل ہونے کے شرعی اعذار تو ایک طرف کوئی اخلاقی یا غیر اخلاقی عذر بھی اِس اقدام کا نہ تھا جس پر حضرت حسینؓ نے خوب روشنی ڈالی، کہ میں کوئی جنگ کرنے یا تمہارے ساتھ لڑنے نہیں آیا نہ میں نے کوئی تمہارا کوئی نقصان کیا ہے نہ تو تم پر ہاتھ اٹھایا ہے نہ کوئی گالی دی ہے، تو آخر تم میرے خلاف اِس جوش و خروش سے میدان میں کیوں کود پڑے ہو۔

۷۔اخلاقی مار دیتے ہوئے حضرتؓ نے یہ بھی فرمایا کہ میں تو تمہارا بلایا ہوا مہمان ہوں اور مہمان کے ساتھ ایسا سلوک تو کوئی شقی بھی نہیں کرتا تم مہمان نوازی نہیں کر سکتے تو کم از کم شقاوت کے سارے دریا عبور کر کے میرے خلاف میدان جنگ تو برپا نہ کرو؟

۸۔ جب دلیل و برھان اور اخلاقیات کی ہر معقول ترین بات بھی ان اشقیاء پر ذرا اثر نہ کر سکی تو نواسہ رسولؐ نے مصالحت کی طرف قدم بڑھایا اور اِن جاسوسوں پر پڑی تقیہ کی دبیز چادر ایسے زور سے کھینچ لی کہ شراب و شباب کے سداگر بے نقاب ہو کر رہ گئے، آپؓ نے انتہائی معقول ترین ۳ صورتیں پیش فرمائیں۔

(الف) تم نے ہی بلایا تھا تو آیا ہوں اب اگر تمہاری رائے بدل گئی ہے تو واپس چلا جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں میرا واپسی کا راستہ چھوڑ دو۔

(ب) مجھے جو تم جان سے مار دینا چاہتے ہو اس سے تمہیں سوا رسوائی کے کیا ملے گا پس تم مجھے

اسلامی سرحدات پر میدان جہاد میں جانے دو میں جہاد میں بقیہ زندگی پوری کرلوں گا تم سے کوئی سروکار نہیں رکھوں گا۔

(ج) اگر تمہاری بیعت کی ہی ضد ہے تو چلو مجھے یذید کے پاس جانے دو وہ اور میں دونوں آپس میں جو چاہیں طے کرلیں گے۔

اِن براہین ، انتہائی معقول ارشادات اور شرائط صلح کی موجودگی میں کوئی مسلمان تو مسلمان، کافر بلکہ معمولی شعور رکھنے والا شریف انسان تو جنگ پر ہرگز آمادہ نہیں ہوسکتا وہ بھی کسی خطرناک دشمن کے ساتھ، مگر یہاں تو نہ ذاتی دشمنی نا کوئی وجہ نزاع پھر ہستی بھی وہ جو ریحان جنت، سید شباب اہل الجنہ ، نابغہ روزگار لخت جگر رسول، جگر گوشہ بتول، جن کا ہم مرتبہ اس وقت پوری کرہ ارض پر کوئی نہیں تھا، بھلا ایسی ہستی سے کوئی مسلمان جنگ کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں حاشا و کلا قطعاً ایسا اقدام کوئی مسلمان تو کیا، عام سا شریف انسان بھی نہیں کرسکتا۔

''جاسوس کیا کہتا اور کیا کرتا ہے؟''

ہماری گزشتہ معروضات میں جاسوس کا لفظ کثرت کے ساتھ استعمال ہورہا ہے کہ حب آل رسول کے نام سے چلنے والی تحریک دراصل ان جاسوسوں کی کارروائی ہے جن کے بارے میں خود اللہ جل شانہ آگاہ فرما چکے ہیں۔ ''وفیکم سماعون لھم (التوبہ/)'' اور تمہارے درمیان میں ان کے جاسوس ہیں۔ ''سماعون لقوم اخرین (المائدہ/)'' دوسری قوم میں گھسے اور ایمان کا جھوٹا دعویٰ کیا جیسے اللہ تعالیٰ نے رد فرمادیا ''وما ھم بمؤمنین (البقرہ/)'' وہ بالکل مؤمن نہیں ہیں، ان جاسوس نے باوجود رسول اور آل رسول سے سخت درجہ دشمنی کے ان سے حبداری اور محبت

کا دعویٰ کیوں کیا؟ اس بات کو جاننے کیلئے خود جاسوس کی تعلیم و تربیت کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے جن حضرات کو جاسوسی کی تعلیم و تربیت یا جاسوس کے حالات سے واقفیت ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جاسوس جو کہتا ہے اس کے خلاف کرتا ہے وہ ضد کی تشہیر ہے، مشرق جانا ہوتو مغرب کی طرف جانا ظاہر کرتا ہے صبح کو شام، شراب کو زمزم، خنزیر کو بکرا بتاتا ہے اس کو جس سے جتنا بڑا انتقام لینا ہو اس سے اتنی ہی بڑی محبت اور حبداری جتاتا ہے اور یہی وہ حبداری اور محبت کی ڈھال ہے جس کے سائے میں وہ خوب سے خوب انتقام بھی لیتا ہے اور صاف طور پر بچا بھی رہتا ہے لہٰذا اسی جاسوسی اصول کے تحت نبی اور آل نبی کے بدترین دشمنوں نے رحلت نبوی کے بعد آل نبی سے بدترین طریقے کے ساتھ انتقام لینے کی غرض سے حب آل رسول ﷺ ڈھونگ رچایا پھر چونکہ جذبہ انتقام ان کے دلوں میں آگ کی طرح بھڑک رہا تھا جس کی بنا پر آل رسول سے عداوت و دشمنی کی کوئی حد نہ رہی تھی تو ترازوں کے دوسرے پلڑے میں حبداری کا دعویٰ بھی اتنے وزن کا یا اس سے بھی زیادہ وزن کا ہونا چاہیے ورنہ توازن قائم نہیں ہوسکتا تھا لہٰذا حبداری کے اس دعویٰ کی واگین اتنی دراز کی گئیں کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ تمام حدود کراس کر لی گئیں، اب جس طرح ان دشمنان آل رسول کے دل میں آل رسول سے عداوت اور جذبہ انتقام کی کوئی حد نہ تھی اس طرح ان کی زبانوں پر دعویٰ حبداری کی بھی کوئی حد نہ رہی۔

''دنیا کی سب سے پہلی مشرک قوم اور سب سے آخری مشرک قوم''

دنیا میں سب سے پہلی مشرک قوم جو پیدا ہوئی انہوں نے پنج تن کا نعرہ بلند کیا جو آخری مشرک قوم پیدا ہوئی اس نے بھی پنج تن کا نعرہ بلند کیا، وہ پہلی مشرک قوم بھی ان پنج تنوں سے حبداری کا دعویٰ

کرتی تھی، آخری مشرک قوم بھی پنج تنوں سے حبداری کا دعویٰ کرتی ہے، پہلی مشرک قوم نے جن پنج تنوں سے حبداری کا دعویٰ کیا وہ بھی یا تو وقت کے نبی تھے یا ولی، آخری مشرک قوم نے جن پنج تنوں سے حبداری کا دعویٰ کیا وہ نبی ہیں اور ولی ہیں ان پہلی مشرک قوم کو نبی نے بہت نصیحت کی پر ان پر اثر نہ ہوا اس آخری مشرک قوم کو بھی نبی نے نصیحت تو بہت کی پر ان پر اثر نہیں ہوا، پہلی مشرک قوم کو نبی نے تقریباً ہزار سال تک دعوت دی مگر ان پر ہدایت کے دروازے بند رہے اور دس صدیوں میں صرف ۸۰۔۸۲ افراد ہدایت پا سکے، اس آخری مشرک قوم کو بھی ہزاروں نبیوں کے سردار کی صدیوں سے دعوت چل رہی ہے مگر مجال ہے جو ان پر کچھ اثر ہوا اور وہ ہدایت کو قبول کر لیں بلکہ خود اللہ جل شانہ نے ہی ان کا یہ حال اپنے پاک کلام میں ارشاد فرما دیا ہے کہ ''**صم بکم عمی فھم لا یرجعون** (البقرہ/) وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ (ہدایت کی طرف) نہیں لوٹیں گے۔

وہ پہلی مشرک قوم بھی حد درجہ کی گستاخ اور تبرا باز تھی جن کی بعض گستاخیوں کو اللہ جل شانہ نے نقل فرمایا اور یہ آخری قوم بھی ان سے چار ہاتھ آگے ہی ہے، قرآن پاک بتا تا ہے ''**یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا** (البقرہ/)۔**انما نحسن مستھزءون** (البقرہ/) بے شک ہم تو ان (صحابہ کرام) کے ساتھ استھزاء کرتے ہیں''۔

آل رسول سے حبداری کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنی حبداری کا جو نقشہ بنایا ہے بالکل وہی نقشہ قرآن پاک نے دنیا کی اس پہلی مشرک قوم کا بیان فرمایا ہے جن کو ساڑھے نو سو سال تک سمجھایا جاتا رہا اللہ کے نبی حضرت نوحؑ نے رات دیکھی نہ دن دیکھا ہر وقت اور ہر طرح سمجھایا مگر وہ بھی تو آخر پنج تن والے تھے بھلا کیسے مان جاتے؟ حضرت نوح علیہ اسلام کی ہر دعوت اور دلیل کے

جواب میں ان کا بس ایک نعرہ ''پنج تن پاک'' تھا جو وہ پورے زور سے بلند کرتے اور ایک دوسرے کو کہتے ''لاتزرن ودا ولا صواعاً ولا یغوث و یعوق ونصرا (نوح ۲) یعنی ہرگز نہ چھوڑنا ودا اور صواع اور یغوث اور یعوق اور نصر کو''۔ تقریباً ہزار سالہ دعوت اور نبی کی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ زیادہ سے زیادہ ۸۰۔۸۲ لوگ ہدایت قبول کر سکے باقی سب بس اسی نعرہ پنج تن پاک پر اڑے رہے یہاں تک کہ طوفان نے ان کا نام ونشان بھی مٹا دیا۔

کائنات کی سب سے پہلی اور سب سے آخری مشرک قوم میں یہ مناسبت کس قدر مضبوط و پائیدار ہے کہ ہزار سالہ نبوی نصیحت نہ ان پر اثر انداز ہوئی اور نہ انبیاء کے سردار کی نصیحت اس مشرک قوم کو کوئی فائدہ دے سکی ظاہر ہے باران رحمت برستی ہی رہے برتن اوندھا ہو تو پلے کیا پڑے گا؟

پس نہ پہلی مشرک قوم کے مقدر میں ایمان لانا ہو سکا اور نہ ہی ان کے مقدر میں یہ دولت ہو سکی یہاں تک کہ خود اللہ جل شانہ نے فرمادیا

''صم بکم عمی فھم لا یرجعون (البقرہ ۷) وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں پس وہ (ہدایت کی طرف) نہیں لوٹیں گے۔''

وہ پہلی مشرک قوم بھی خود کو ان پانچ تنوں کا حبدار ہی کہتی تھی اور نبوی دعوت کے مقابلے میں ان پانچ تنوں کے حبدار ہونے کا اعلان کرتی تھی مگر اللہ جانتا ہے کہ وہ ان گزرے ہوئے ود، صواع، یغوث، یعوق اور نصر کے حبدار نہیں بلکہ بدترین دشمن ہی تھے، حبدار ہوتے تو وقت کے نبی کی نصیحت کو ضرور قبول کرتے اور جس اللہ کا وہ راستے دکھا گئے تھے اس پر قائم ہو جاتے مگر ان حبداروں نے تو حضرت نوح علیہ اسلام کی دعوت توحید کو کانوں پر بھی نہ پڑنے دیا جو دراصل ود، صواع، یغوث، یعوق اور نصر کی دعوت تھی لہٰذا ان کا دعویٰ حبداری تو محض ایک ڈھونگ اور شیطان

کا دھوکہ تھا جس کے اشاروں پر وہ ناچتے رہے قرآن کریم میں جابجا ان حبداروں کے احوال بیان کیئے ہیں، رہی آخری امت کے پنج تنی! تو ان کا حال ان سے بھی برا ہے وہ تو صرف شیطان کے اشاروں پر ناچتے تھے مگر ان کا تعارف قرآن پاک نے شیطان کہہ کر کروایا ہے ''**واذا خلوا الی شیاطینهم** (البقرہ/)''اور جب وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں۔ان پہلے والے حبداروں نے تو صرف ود، صواع کی دعوت اور طریقہ زندگی کو جھٹلایا تھا مگر اِن حبداروں کا تو کہنا ہی کیا!

''حبداروں کا کوفہ میں کردار''

اب ذرا کوفہ میں ان حبداروں کا تاریخ ساز کردار بھی ملاحظہ فرمائیں، حضرت مسلم بن عقیل جب مکہ مکرمہ سے کوفہ پہنچے تو کوفہ شہر آناً فاناً ان کی خدمت میں امنڈ آیا ہر طرف سے حضرت حضرت کی دل ربا صدائیں اور حب آل رسول میں آنسوؤں کا سیلاب بہا دیا: ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں لکھتا ہے

جب مسلم کوفے میں پہنچے تو مختار ابن ابی عبید ثقفی کے گھر جس کو آب خانہ مسلم ابن مسیّب کہتے ہیں: نزول اجلال فرمایا، اہل کوفہ نے خبر حضرت مسلم سن کر بہت ہی اظہار سرور کیا جوق در جوق آپ کی خدمت میں آتے تھے جب بہت لوگ جمع ہوئے تو حضرت امام حسینؓ کا خط سب کے روبرو پڑھا سب اسے سن کر رونے لگے اور بیعت کرنے لگے (بحار الانوار مترجم حصہ اول دراحوال حضرت امام حسین علیہ اسلام، ص ۱۵۷)۔

ان لوگوں میں چالاکی اور مکاری کا امتیازی وصف تو لوگوں کی سوچ سے بھی بڑھ کر تھا لہٰذا حضرت

مسلم بن عقیلؓ کے کوفہ آتے ہی سر آنکھوں پر رکھا راہوں پر پلکیں اور قدموں میں قلب وجگر بچھا دیئے ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ مسلم کا آنکھوں دیکھا حال ہی حضرت حسینؓ کے اگلے فیصلے کی اساس ہے لہٰذا انہوں نے مسلم بن عقیل کے سامنے مکاری، چالاکی اور چاپلوسی کے سارے کارتوس چلا دیئے یہاں تک کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ نے ان کی چاپلوسی کو وفاداری اور مگرمچھ کے آنسوؤں کو گہری عقیدت خیال فرما کر ان کی مرضی کے مطابق حضرت حسینؓ کو خط لکھا دیا کہ: ''تا وقت تحریر اٹھارہ ہزار آپ کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپ اس طرف روانہ ہوں تو مناسب ہے'' (بحار الانوار مترجم حصہ اول در احوال حضرت امام حسین رص ۱۵۸)۔

ان بیعت کرنے والوں اور گھر میں ہر طرح کا آرام دینے والوں کا مطمع نظر بس یہی خط لکھوانا تھا تا کہ حضرت حسینؓ کو ہماری محبت اور وفاداری کا یقین آجائے اور وہ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں، اب جب حضرت مسلم نے حضرت حسینؓ کو خط لکھ دیا تو حضرت حسینؓ کا خط سن کر مگرمچھ کے آنسو بہانے والوں کے رنگ بدلنا شروع ہو گئے اب چونکہ میزبان کا مطلب بھی نکل گیا تھا لہٰذا اس نے بھی آنکھیں پھیرنا شروع کر دیں اگرچہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے تو خطرات، خطرات کے گن گا رہے تھے مگر اصل صورت حال یہ تھی کہ وہ جلد از جلد حاکم کوفہ کے ہاتھوں ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید کروا کر اپنی آتش انتقام کو تسکین دینا چاہتے تھے اب مختار ثقفی نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کیلئے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حضرت اس کا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے مگر اب کس کے گھر پناہ لیں؟ اس سلمان بن صرد خزاعی کے گھر جس نے سب سے پہلے کوفہ میں اس تحریک کو شروع کیا اور سرگرم وسرکردہ شیعوں کا جلسہ اپنے گھر رکھا اور خطاب کیا تھا کہ:

امام حسین علیہ اسلام مکہ میں تشریف فرما ہیں، ہم سب ان کے اور اند کے پدر بزرگوار کے شیعہ

وہوا خواہ ہیں اگر مناسب جانو اور رائے مستقیم ہو تو سب ان کی نصرت کریں، اوران کے دشمنوں سے جہاد کریں اور جان و مال سے ان کی مدد کریں اوراس مضمون کا ایک عریضہ حضرت کولکھ کر طلب کرواگراپنی نامردی سے ڈرواوران کی اعانت میں سستی کروتو انہوں فریب نہ دواور مہلکہ میں نہ ڈالوسب نے کہاجب حضرت تشریف لائیں گےہم سب حاضر ہوں گے، بہ کمال اخلاص و اطاعت بیعت کریں گے(بحارالانوار مترجم،حصہ اول دراحوال امام حسین رص ۱۵۴۔۱۵۵)۔

مگراس تحریک کا بانی نامعلوم کہاں گیا تھا جب ضرورت پڑی تو وہ ایسا روپوش اور غائب ہوا کہ دور دور تک اس کا کہیں اتہ پتہ ہی نہ چلتا تھا، اچھا چلو وہ مسیّب بن نخبہ اور رفاعہ بن شداد بجلی اور حبیب کہاں ہیں جنہوں نے اس تحریک کا پہلا خط لکھ کر اس کی بنیاد رکھی تھی وہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کو اپنے گھر لے جائیں؟ مگر انکا تو مطلب نکل گیا تھا اب بھلا ان کو مسلم کی کیا ضرورت تھی لہٰذا وہ بھی بہانے بنا کر کھسک گئے، چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر پر پناہ گزیں ہو گئے۔

''جب مسلم بن عقیلؓ کی آنکھیں کھل گئیں''

کوفہ تشریف لانے پر دھوکہ بازوں نے جو مکر کئے اور جو خوشامد کی اس سے انہوں نے سمجھا کہ یہ تو بہت ہی محبت کرنے والے، وفادار اور مخلص لوگ ہیں جو اتنی محبت اور اچھے سلوک کا مظاہرہ کر رہے ہیں پھر کچھ وقت گزرا وکھسکنے لگے تو آپ نے خیال فرمایا کہ یہ لوگ اپنی اپنی جگہ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں مگر جب ہانی بن عروہ کو ابن زیاد نے دھوکے سے بلا کر ایک طرح سے قید کر لیا وہ چاہتا تھا کہ ہانی حضرت مسلم کو میرے حوالے کریں مگر ہانی بن عروہ کسی صورت بھی اس بات پر آمادہ نہ تھے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ اپنے جیتے جی اپنے مہمان کو ان کے دشمن کے

حوالے کر دیں، ادھر مسلم بن عقیلؓ کو اس صورت حال کا علم ہوا تو تلوار لیکر نکل آئے اور لوگوں کو اپنی نصرت کیلئے آواز دی، دھوکہ باز تو پہلے ہی حضرت مسلم کو امیر کوفہ کے ہاتھوں قتل کروانا چاہتے تھے تا کہ جب حضرت حسینؓ کوفہ پہنچیں تو یہ ان کی طاقت میں اضافہ کا باعث نہ بن جائیں، چنانچہ جب حضرت مسلم نے حضرت حسینؓ کے نام خط لکھ کر ان کو تسلی دے دی اور کہا کہ حالات سازگار ہیں آپ جلدی کوفہ تشریف لے آئیں تو اس کے بعد بیعت کرنیوالوں نے نہ صرف آنکھیں پھر لیں بلکہ اس وقت کے امیر کوفہ نعمان بن بشیر کو خوب مصالحے لگا کر حضرت مسلم کی آمد، بیعت اور جمعیت اکٹھا کرنے کے احوال سنائے اور حالات کی خرابی کا دل سوز بین بجایا تا کہ وہ ان کو گرفتار کر کے قتل کر دے مگر نعمان بن بشیر نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک وہ میرے خلاف کوئی عملی اقدام نہ کریں گے میں بھی ان پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، لہٰذا ان حبداروں نے وہاں مایوسی کے بعد اپنے منصوبے کو انجام تک پہچانے کیلئے گورنر کی تبدیلی کو لازمی خیال کیا اور مرکزی حکومت سے اپنے مطلب کا بندہ مانگ لیا، اب جب حضرت مسلم بن عقیل نے کھل کر لڑائی کا اعلان کیا تو اس موقعہ کو غنیمت جان کر یہ بھی تلواریں نیام سے نکال کر باہر نکل آئے تا کہ مسلم بن عقیل سمجھیں کہ یہ میرے اعوان وانصار ہیں اور یوں وہ خود چل کر امیر تک پہنچ جائیں پس وہی ہوا حضرت مسلم نے ان دھوکہ بازوں کو اپنا مددگار خیال فرماتے ہوئے باقاعدہ لشکر ترتیب دے کر آگے بڑھنا شروع کیا، ادھر ابن زیاد صرف ۵۰ آدمیوں کے ساتھ بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا جب حضرت مسلم اس کے قریب آ گئے تو اس نے صرف اتنا کیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے اور کوفیوں کو پیغام بھیجا کہ بس اب آپ کا کام پورا ہو گیا ہے لہٰذا اب تم واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ مسلم خود میرے پاس آ گیا ہے چنانچہ بج ان کو یقین ہو گیا کہ اب مسلم کے زندہ بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تو وہ

دھوکہ باز مطمئن ہو کر گھروں کو لوٹ گئے نماز مغرب تک صرف ۳۰ افراد حضرت مسلم کے ساتھ کھڑے تھے تا کہ وہ حضرت مسلم کو اپنی آنکھوں سے شہید ہوتا ہوا دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں مگر حضرت مسلم کے نماز شروع کرتے ہی وہ بھی بھاگ گئے اب نماز مغرب کے بعد مسلم بن عقیل کو پناہ دینے والا تو درکنار راستہ بتانے والا بھی کوئی نہ تھا۔

باقر مجلسی بحارالانوار میں لکھتا ہے

جب مسلم نے یہ حال دیکھا اور اہل کوفہ کی غداری سے مطلع ہوئے تو مسجد میں تشریف لا کر نماز مغرب بجالائے اس وقت تک ۳۰ آدمی حضرت مسلم کے ساتھ تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے اور چاہا کہ مسجد سے تشریف لے جائیں تو کوئی شخص حضرت مسلم کے ساتھ نہ تھا اس وقت تنہائی میں حضرت مسلم حیران ہوئے اور کچھ نہ جانتے تھے کہ کہاں جائیں (بحارالانوار مترجم دراحوال امام حسینؑ حصہ اول رص ۱۷۱)۔

جب حضرت مسلم بن عقیل نے بچشم خود ان کی دھوکہ بازی ملاحظہ فرمالی اور جو حال ان پر بیتا تھا اسے دیکھ لیا تب ان کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ سارے خطوط اور وفدوں کا بھیجنا اور آتے ہی میری خوشامد وغیرہ ان کی چال تھی اور اس دھوکہ بازی کا واحد مقصد آل رسول کو اپنے مرکز سے دور مطلب کے میدان میں لا کر بے یارو مددگار اور ترسا ترسا کر شہید کر دینا ہے چنانچہ اب ان زندگی کے ان آخری مراحل میں وہ ان دھوکہ بازوں کے بارے میں فرماتے گئے کہ

اے کنیز خدا میں غریب الوطن ہوں اور کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں شب باش ہوں اگر تو مجھ کو آج کی رات پناہ دے تو بروز قیامت جناب رسالتمآب ﷺ تجھے پناہ دیں گے، طوعہ نے کہا: اے بندہ خدا: تم کون ہو؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں اہل کوفہ نے مجھ کو فریب دیا، وطن سے آوارہ کیا، اپنے

خویش اقرباء سے جدا ہوگیا ہوں (بحارالانوار مترجم حصہ اول رص ۱۷۱)۔

مجلسی لکھتا ہے: آیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ مجھ سے نیکی کرے، کسی کو میری طرف سے امام حسینؑ کے پاس بھیج دے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مع اپنے اہل بیت واصحاب کے آج یا کل اس طرف روانہ ہوگئے ہیں، وہ شخص حضرت سے جا کر کہے کہ مسلم نے مجھے ایسے وقت میں بھیجا ہے کہ اعداء کے دست ظلم میں گرفتار تھے شام تک زندہ رہنے کی امید نہ تھی اورعرض کیا ہے کہ یا حضرت آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ مع اہل بیت پھر جائیں اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیں یہ آپ کے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب کے وہی اصحاب ہیں جن کی مفارقت کے واسطے حضرت امام علی خدا سے تمنا و آرزو کرتے تھے، مولا کوفیوں نے آپ کی تکذیب کی اور جس کی تکذیب کی جائے اس کے لئے کوئی رائے اور تدبیر نہیں۔ ابن اشعث نے کہا قسم خدا کی جو کچھ تم نے کہا اسے میں عمل میں لاتا ہوں اور ابن زیاد سے کہا کہ میں نے حضرت مسلم کو امان دی ہے (بحارالانوار مترجم حصہ اول دراحوال امام حسینؑ رص ۱۷۴)۔

جب حضرت مسلم دروازہ قصر پر پہنچے اس وقت آپ بہت پیاسے تھے اور رؤسائے کوفہ درقصر پر منتظر اجازت بیٹھے تھے ازاں جملہ عمازہ ابن عقبہ بن ابی معیط اور عروہ بن حریث اور مسلم بن عمرو اور کثیر ابن شہاب بھی حاضر تھے۔ ایک گھڑا اب سرد کا بھرا ہوا دروازہ قصر پر رکھا تھا حضرت مسلم نے فرمایا: اے منافقانِ بے وفا ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ مسلم بن عمرو نے کہا تم دیکھتے ہو یہ پانی کیسا ٹھنڈا ہے قسم خدا کی ایک قطرہ نہ ملے گا (ایضا رص ۱۷۵)۔

اس بے حیا (ابن حمران) نے کہا اثنائے راہ میں تکبیر و تسبیح اور تہلیل تیز استغفار کرتے جاتے تھے اور جب میں قتل کے ارادے سے قریب گیا اس وقت کہتے تھے خداون حکم کر درمیان ہمارے اور

اس گروہ کے جس نے ہمیں فریب دیا اور ہم سے جھوٹ بولے اور ہماری نصرت و یاری سے دستبردار ہوئے (ایضاً ص ۱۷۹)۔

لیکن اب تو وقت گزر چکا تھا، دشمن نے حضرت مسلم کو ایسے وقت میں پکڑا تھا جبکہ دھوکہ باز ان کو میدان جنگ میں سالار فوج بنا کر لائے تھے اور جب وہ پوری طرح گرفت میں آ گئے تو خوشی خوشی گھروں کو لوٹ گئے پھر جب حضرت مسلم بن عقیل کی حیثیت ایک حملہ آور اور شکست خوردہ سالار کی بنا کر گرفتار کر لیا تو شدت پیاس میں ایک گھونٹ پانی دینے پر بھی راضی نہ ہوئے بلکہ الٹا ترسایا کہ دیکھو یہ ہے ٹھنڈا پانی مگر خدا کی قسم ایک گھونٹ بھی نہ دیں گے اب ان کی صحیح شکل تو بہت اچھی طرح سامنے آ گئی اور وہ اپنی پوری طاقت لگا کر حضرت حسینؓ کو ان کی دھوکہ بازی بتانے کی کوشش تو بہت کرتے رہے مگر اب تو وقت گزر چکا تھا، اور اسی کو تو شیعیت کہتے ہیں کہ دھوکہ دیکر ایسے طریقے سے اپنی جال میں پھانستے ہیں اور مکاری کا ایسا کرتب دکھاتے ہیں کہ موت کا پھندا گلے میں پڑ جانے سے پہلے آدمی کو بلکل ہی پتہ نہیں چلتا کہ اس کا دوست کون اور دشمن کون ہے۔

''حضرت موسیٰؑ اور ان کا شیعہ''

اللہ جل شانہ نے سورۃ قصص کے دوسرے رکوع آیت نمبر ۱۵ سے حضرت موسیٰؑ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اور (ایک دن) وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب اس کے باشندے غفلت میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک تو ان کی برداری کا تھا دوسرا ان کی دشمن قوم کا۔ اب جو شخص ان کی برادری کا تھا اس نے انہیں ان کی دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لئے

پکارا۔اس پر موسیٰؑ نے اس کو ایک مکا مارا جس سے اس کا کام تمام کر دیا۔(پھر) انہوں نے (پچھتا کر) کہا کہ: یہ تو کوئی شیطان کی کارروائی ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کھلا دشمن ہے جو غلط راستے پر ڈال دیتا ہے: کہنے لگے! میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کر لیا آپ مجھے معاف فرما دیجئے۔ چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا، یقیناً وہی ہے جو بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے، موسیٰ نے کہا، میرے پروردگار آپ نے جو مجھ پر انعام کیا ہے تو میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا، پھر صبح کے وقت وہ شہر میں ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، اتنے میں دیکھا کہ جس شخص نے کل ان سے مدد مانگی تھی، وہ پھر انہیں فریاد کیلئے پکار رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا کہ: معلوم ہوا کہ تم تو کھلا شریر آدمی ہو، پھر جب انہوں نے اس شخص کو پکڑنے کا ارادہ کیا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس (اسرائیلی) نے کہا موسیٰ! کیا تم مجھے بھی اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا؟ تمہارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم زمین میں اپنی زبردستی جماؤ، اور تم مصلح بننا چاہتے ہو۔ اور (اس کے بعد یہ ہوا کہ) شہر کے بالکل دور دراز علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا کہ: موسیٰ! سردار لوگ تمہارے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر ڈالیں، اس لئے تم یہاں سے نکل جاؤ، یقین رکھو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ چنانچہ موسیٰ ڈرتے ڈرتے، حالات کا جائزہ لیتے شہر سے نکل کھڑے ہوئے، کہنے لگے، میرے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے بچالے (سورۃ قصص، آیت ۱۵ تا ۲۱ از آسان ترجمہ)۔

''وضاحت کی کچھ باتیں''

حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے ساتھ پیش آنے والے اس واقعہ کو جو قرآن حکیم نے نقل فرمایا ہے اس

کا ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو اس واقعہ کا علم ہو گیا ہو گا، آیات کی مفصل تفسیر عرض کرنا تو اس مقام پر مشکل ہے البتہ کچھ وضاحت طلب باتیں ضرور عرض کی جاتی ہیں۔

ا۔حضرت موسیٰؑ دو پہر کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو آپ علیہ اسلام کی برادری اور فرعون کی قوم کا ایک آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے حضرت موسیٰؑ کو دیکھ کر اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ کو مدد کیلئے پکارا آپؑ تشریف لائے شائد پہلے اس فرعونی کو سمجھایا ہو گا باز نہ آنے پر صرف اس کی تادیب کیلئے ایک مکہ رسید کیا جس سے وہ جان پر نہ ہو سکا حضرت موسیٰؑ کو اس اچانک غیر اختیاری قتل پر نادم ہوئے اور بلا تاخیر استغفار و معافی میں مصروف ہو گئے اللہ جل شانہ نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ استغفار کو قبول فرمایا بلکہ الہام کے ذریعے آپؑ کو عطائے معافی کی خبر بھی دے دے، یہاں امر وضاحت یہ ہے کہ مذکورہ قتل جیسے وقت کے نبی نے ''ھذا من عمل الشیطان'' کہا ہے اس کا باعث بننے والا وہی شیعہ تھا جو اس وقت لڑ رہا تھا چنانچہ اگلے دن جب اس شیعہ نے ایک اور قتل کروانا چاہا اور اس کام کیلئے حضرت موسیٰؑ کو آواز دی تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ''انک لغوی مبین'' کل اس کو قتل کروا دیا اب آج اسکو بھی قتل کروانا چاہتا ہے؟

۲۔ایک کے بعد دوسرے عمل شیطان کی طرف داعی بننے والا یہ شیعہ تھا کون؟ اہل علم بتاتے ہیں کہ

فلن اکون ظھیرا للمجرمین..... وھذا یدل علی ان الاسرائیلی الذی اعانه موسیٰ کان کافرا (تفسیر المنسوب للامام الطبرانی رتحت قصص ر۱۷)

یعنی یہ (سورۃ قصص کی آیت نمبر ۱۷) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اسرائیلی جس کی حضرت موسیٰؑ نے مدد کی تھی (اور اس کی وجہ سے بندہ مر گیا تھا) وہ (اسرائیلی) کافر تھا۔

ابواللیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندیؒ متوفی ۳۷۳/ھجہ فرماتے ہیں

(فلن اکون ظهیرا للمجرمین) یعنی اعوذ بالله ان اکون معینا للکافرین لان الاسرائیلی کان کافرا (بحرالعلوم/ج ۳/۳۱۱)

یعنی میں اس بات سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ کافروں کا مددگار بن جاؤں اس لئے کہ اسرائیلی (جس کی مدد کرتے ہوئے قبطی مارا گیا تھا وہ) کافر تھا۔

شیخ جمال الدین عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷/ھجہ فرماتے ہیں

وهذا یدل علی ان الاسرائیلی الذی اعانه موسیٰ کان کافرا (زادالمیسر فی علوم التفسیر/ج ۵/۴۳)

اور یہ (سورۃ قصص کی آیت نمبر ۱۷) دلالت کررہی ہے اس بات پر کہ وہ اسرائیلی جس کی حضرت موسیٰؑ نے مدد فرمائی تھی وہ کافر تھا۔

شیخ محی السنہ ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی متوفی ۵۱۰/ھجہ فرماتے ہیں

وهذا یدل علی ان الاسرائیلی الذی اعانه موسیٰ کان کافرا وهو قول مقاتل وقال قتاده لم اعین بعد ها علی خطیئته (معالم التنزیل/ج ۶/۱۹۸)۔

اور یہ (آیت) دلالت کرتی ہے کہ وہ اسرائیلی جس کی حضرت موسیٰؑ نے مدد فرمائی تھی وہ کافر تھا یہ مقاتل کا قول ہے اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ نے کسی کی خطاء پر

مدد نہیں کی۔

علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱/ ھجری فرماتے ہیں

و قیل فی بعض الروایات ان ذالک الاسرائیلی کان کافرا و انما قیل له انه من شیعته لانه کان اسرائیلیاً ولم یرد الموافقه فی الدین فعلی هذا ندم لانه اعان کافر علی کافر فقال: لااکون ظهیرا للکافرین (قرطبی/۱۳/۲۶۲)

اور بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ وہ اسرائیلی (جس کی حضرت موسیٰؑ نے مدد فرمائی تھی کافر تھا اور اسکو جو یہ کہا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے شیعوں میں سے تھا وہ اسے اسرائیلی (برادری کا فرد) ہونے کی وجہ سے کہا تھا، دین میں موافق کا اس سے تعلق نہیں پس اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ نادم ہوئے کہ ایک کافر کے مقابلے میں دوسرے کافر کی مدد کی پس فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد میں کافروں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

''حضرت موسیٰؑ اور شیعہ دو متضاد طبیعتیں''

تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن پاک نے جس اسرائیلی کو شیعہ کے لفظ سے متعارف کروایا ہے شرارت اور روزانہ کا دنگا فساد اس کی فطرت بن بن گئی تھی خود تو فسادی تھا ہی دوسروں کو بھی فساد کی آگ میں جھونکنا اور قتل و غارت کروا کر پھنسا تا تھا اسے اس کی مطلق پرواہ نہ تھی کہ قتل و غارت سے شہر کا امن برباد اور قوم پر طرح طرح کی آفتیں ٹوٹ پڑیں گی، جب حضرت موسیٰؑ کی طبیعت اس کے بلکل برعکس اور متضاد تھی قرآن پاک نے ایک قبطی کے قتل ہو جانے پر جو حضرت

موسیٰ علیہ اسلام اور اس شیعہ کی حالت نقل کی ہے کہ جو اس قبطی کو قتل کروانے والا تھا وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ تو اس قبطی کے قتل ہونے پر ڈر گئے، نادم ہوئے، تو یہ واستغفار کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف معافی کیلئے متوجہ ہوئے چنانچہ اللہ کریم نے ان کو معاف بھی فرمایا دیا اور معافی کی خبر بھی عنائت فرمائی جس پر حضرت موسیٰؑ نے آئندہ مجرموں کی اعانت نہ کرنے کا عزم دھرایا اور اس کا عہد کیا، اس معافی مل جانے کے باوجود وہ ڈرے اور سہمے ہوئے تھے کہ نامعلوم اس قبطی کے قتل پر کیا ردعمل سامنے آتا ہے اور حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں چنانچہ وہ خائف تھے اور سہمے سہمے شہر میں داخل ہوئے، جبکہ قبطی کو قتل کروانے والا مرکزی کردار شیعہ تو بلکل بے فکر تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور جو کچھ ہوا وہ تو معمول کی کارروائی تھی چنانچہ گزری کل کے بعد اگلی صبح ہی صبح وہ ایک اور قبطی سے جھگڑا کر رہا تھا جوں ہی حضرت موسیٰؑ پر نظر پڑی تو ایک دوسرے قتل کیلئے آپؑ کو دھائی دینے لگا کہ اے موسیٰ ذرا جلدی میری مدد کو پہنچو! اس سے شیعہ کی فطرت کو سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرے ایسے سنگین جرم میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہو امت اسلام کیلئے اس میں زندگی کا ایک اہم راز پہنچا ہے، یہ واقعہ درس عبرت ہے جس سے عبرت حاصل کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ عبرت حاصل کریں بہرحال اوپر جو حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور اس شیعہ کے عملی نظام میں مکمل طور پر تضاد پایا جاتا ہے اس سے ان حضرات کے قول کو مذید تائید حاصل ہو رہی ہے جو اوپر منقول ہوئے کہ وہ شیعہ (اسرائیلی) جس کی حضرت موسیٰ نے مدد فرمائی تھی وہ کافر تھا اور اس کو شیعہ کہنے کی صرف یہی وجہ تھی کہ وہ اسرائیلی تھا ورنہ اگر اس شیعہ میں حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے دین کی کچھ رتی بھی ہوتی تو قتل جیسے سنگین عمل ہو جانے کے بعد تو لڑنا کہاں یاد رہتا اور گذشتہ عمل پر ندامت وافسوس سے سر جھکا رہتا اور اللہ تعالیٰ سے معافی

استغفار کی طرف متوجہ ہو جاتا مگر قرآن پاک کے بیان میں اس شیعہ سے ایسی کسی بات کا سائبہ تک معلوم نہیں ہوتا۔

بلکہ وہ آج ایک اور سے نہ صرف لڑ رہا تھا بلکہ حضرت موسیٰؑ کو پھر سے بلا کر گویا اس کو بھی قتل کروانے کے درپے تھا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اسکو ''انک لغوی مبین'' کہہ کر مخاطب کیا جس سے اس شیعہ کی اصلیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اہل علم آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

ظاھرا لغوایه قاتلت بالامس رجلاً فقتلته بسببک و تقاتل الیوم الآخر و تستغیثیٰ علیه؟ (معالم التنزیل ۶/۱۹۸)

یعنی: تو ایسے بہکانے والا ہے جس کا بہکانہ ظاہر ہے ایک آدمی سے تو کل لڑ رہا تھا اور تیرے سبب سے میں نے اسکو مار دیا اور آج تو دوسرے سے لڑ رہا ہے اور اس کے مقابلے میں مجھ سے مدد کا سوال کر رہا ہے!

''انک لغوی مبین'' کی تفسیر میں اکثر مفسرین یہی کچھ فرماتے ہیں

حضرت موسیٰؑ نے شیعہ کو ''غوی'' (بہکانے والا) کہہ کر اس کی اصلیت کھولی ہے کہ تیرا کام ہی آئے روز کسی نا کسی سے لڑنا اور دوسروں سے قتل کروا کر ان کو بھی غلط کاموں میں پھنسانا ہے کل تیسرے سبب سے وہ بندہ مارا گیا آج پھر اس کو مروانا چاہتا ہے؟ کل کا اتنا بڑا حادثہ ہو جانے کے بعد بھی تیرے اوپر کوئی ڈر اور خوف نہیں نہ ہی تو دنگا فساد سے باز آیا ہے معافی تلافی تو دور کی بات تجھ پر تو اس حادثہ پر تو کوئی ندامت ہی نہیں جس کا دلیل تیرا آج پھر ایک اور شخص سے لڑنا ہے۔

اس واقعہ میں حضرت موسیٰؑ کے ان دو جملوں پر بھی غور کرنا چاہیے جو حضرت موسیٰؑ نے دو لوگوں کیلئے

فرمائے ایک جملہ شیطان کیلئے فرمایا جبکہ مکہ مارنے سے قبطی مر گیا تو اس کو شیطان کا عمل بتا کر فرمایا کہ وہ ایسا دشمن ہے جو مضل مبین ہے اور یہاں اس کو ''انک لغوی مبین'' کہا۔

''شیعہ کا اصلی روپ''

۴۔قرآن پاک نے جو ''ھذا من شیعتہ'' کی شیعیت سے پردہ ہٹایا تو یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ شیعہ کہنے لگا

یا موسیٰ اترید ان تقتلنی کما قتلت نفساً بالامس ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض، وما ترید ان تکون من المصلحین (قصص/۱۹)

اے موسیٰ کیا اب مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی کو قتل کر چکے ہو پس تم دنیا میں اپنا زور بڑھانا چاہتے ہو اور (صلح و) اصلاح نہیں چاہتے ہو۔

یہاں اللہ جل شانہ نے اس شیعہ کی تین باتیں نقل فرمائی ہیں ایک بات تو راز کو فاش کرنے والی ہے کہ کل جو فرعونی قتل ہو گیا تھا اس کا حضرت موسیٰؑ کے علاوہ انسانوں میں صرف اسی شیعہ کو پتہ تھا جو دراصل قتل کرانے کا سبب تھا یہ راز اس نے عین اس وقت فاش کیا جب کہ قاتل کی تلاش زوروں پر اور انتقام کی آگ خوب بھڑک رہی تھی کیونکہ قتل ہونے والا شخص کوئی معمولی درجہ کا آدمی نہیں تھا وہ صرف قوم فرعون کا فرد ہی نہیں شاہی ملازم بلکہ باورچی خانہ کا ذمہ دار شخص تھا دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ اسلام کیلئے فرعون کے دربار میں صورت حال کو زیادہ تسلی بخش نہ تھی بلکہ شاہی خاندان میں حضرت موسیٰؑ کی موجودگی کو غیر قوم کی خاندان میں مداخلت تصور کیا جا رہا تھا اس پر مختلف قسم کے شکوک شبہات اور اعتراضات اٹھائے جا رہے تھے چنانچہ اس شیعہ کو یقین تھا کہ

میرا زبان سے نکلا ہوا ایک ہی جملہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے گلے میں موت کا پھندا ثابت ہوگا وہ پہلے تو چاپلوسی اور خوب محبت اور عقیدت کا اظہار کرتا تھا مگر جب اس کی مرضی کے عین مطابق حضرت موسیٰؑ نے اس دوسرے شخص کو قتل کرنے سے گایا انکار اور فساد کے شائق اس شیعہ کو ''غوی'' قرار دیا تو اب سے شیعہ کھل کر سامنے آ گیا اور حضرت موسیٰؑ کو ایسے طور پر پھنسایا کہ واپسی اور بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔

چنانچہ اس راز کا اوٹ ہونا تھا کہ فوراً یہ رپورٹ فرعون کو کی گئی جس نے بلا تاخیر گرفتاری اور پھر قتل کرنے کا فیصلہ سنا دیا وہ تو اسی دربار فرعون میں خدائی نصرت کا فیصلہ تھا جس پر ہر ایک کی دوڑ لگی اور مقابلہ ہوا کہ دیکھیے اللہ کی نصرت اس کے محبوب وکلیم تک پہلے پہنچتی ہے یا فرعونی جلاد۔ چنانچہ اللہ کی مدد ''رجل من اقصی المدینه یسعی'' کی صورت میں دین دشمنوں سے پہلے آ پہنچی جس نے اس شیعہ کی غداری اور خود قتل کروا کر مگر مچھ کے آنسو رونے والے کے ماتم پر پانی پھیر کر اپنے کلیم کو بچالیا ورنہ دھوکہ باز نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس شیعہ کو جو دوسری بات ''ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض'' نقل کی ہے یہ وہی تبرا ہے جس سے عام طور پر کسی شیعہ کی پہچان ہوتی ہے، اس شیعہ نے کلیم کو کہا اس کلیم کو جو اس کا محسن تھا، مشکل وقت میں کام آنے والا، فرعونیوں سے اسکو چھڑانے والے اس کی مدد و نصرت کرنے والا تھا مگر اس محسن کو اسکے احسان کا کیا بدلہ اس شیعہ نے دیا؟ وہ کہنے لگا جناب، کل اس کو قتل کیا۔ آج مجھے قتل کرنا ہے تو تو زمین میں ''جبار'' (زور آور) بن کر رہنا چاہتا ہے۔

عربی عبارت کا یہ قرآنی جملہ ان حضرات کو معنی کی درست کیفیت بتا سکتا ہے جو زور کلام اور عربی زبان کے سلسلہ فصاحت و بلاغت سے واقف ہوں کہ کس زوردار طریقے سے اس نے حضرت

موسیٰ کو ''جبار'' کہا۔ حالانکہ حضرت موسیٰؑ ''جبار'' نہیں تھے اگر غور کیا جائے تو حضرت موسیٰؑ کو اس شیعہ کا جبار کہنا ایسا ہے جیسا کہ صحابہ کرامؓ کو ''سفہاء'' کہنا، جس تبرا کو نہ صرف اللہ جل شانہ نے رد فرمایا بلکہ ان تبرا کرنے والوں کی اصلیت بھی واضح فرمادی حضرت موسیٰؑ اور صحابہ کرام پر تبرا کرنے والوں کا نمونہ نقل فرما کر گویا بتایا ہے کہ تبرا ان کی فطرت میں ایسا رچا بسا ہوا ہے کہ کبھی ان سے جدا نہیں ہوسکتا، یہ اللہ کریم کا دیا ہوا سبق ہے جس سے ہر ذی فہم شخص حقیقت کا ادراک کرسکتا ہے۔

تیسری بات: انقلاب حقیقت کا وہی پرتو ہے جس سے یہ اپنے مخالف کو بڑی آسانی سے شکار کرتے ہیں، قرآن پاک بتایا ہے کہ اس شیعہ نے حضرت موسیٰؑ کو'' **وما ترید ان تکون من المصلحین** (قصص/۱۹)'' کہا: یعنی آپ نہیں چاہتے کہ آپ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ مصلحین، مصلح کی جمع ہے اور مصلح اصلاح سے: حاصل یہ ہے کہ جب بقول اس کے حضرت اصلاح کرنے والے نہیں تو فساد کرنے والے ہوئے۔

کیا امر واقعہ یہی ہے؟ کیا حضرت موسیٰؑ فساد پھیلا رہے تھے؟ نہیں بلکہ آئے روز لڑنے اور فساد کرنے میں تو وہی شیعہ مصروف تھا اور حضرت موسیٰؑ کو بھی اسی فساد کے کاموں اور آئے روز لوگوں کو قتل کرنے پر لگانا چاہتا تھا مگر فسادی نے خود کو تو فسادی نہ کہا جو حقیقت تھی البتہ حضرت موسیٰؑ کو یہ الزام دیکر اصلاح کی حقیقت ہی بدل دی اسی انقلاب حقیقت کی عادت کو مزید وضاحت کے ساتھ اللہ نے سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع میں نقل فرمایا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ ڈالو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں (البقرہ/۱۱)۔ یعنی وہ فساد کو اصلاح کا نام دیکر مزید فراڈ کرتے ہیں جس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ''**الا انھم ھم المفسدون** (البقرہ/۱۲) خبردار وہی لوگ فسادی ہیں''۔

معلوم ہوا کہ شیعہ اصل بات کو الٹ دیتا ہے، فساد کو اصلاح اور اصلاح کو فساد کہتا ہے خود فساد کرتا تھا مگر اپنے آپ کو اس نے فسادی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام اصلاح چاہتے تھے مگر ان کو فسادی کہہ دیا حالانکہ یہ سب کچھ اس کی آنکھوں دیکھا ہی نہیں تن ورتا تھا یعنی خود اس میں مبتلا تھا لہٰذا اس آیت نے امت کو سبق دیا کہ وہ شیعہ جان بوجھ کر فساد کو اصلاح اور اصلاح کو فساد قرار دیتا تھا۔

''شکار کرنے کا حربہ''

یہی اس شیعہ کا حربہ تھا جس سے وہ مصلحین کو شکار کر کے فساد میں ڈالتا تھا چنانچہ اس سبق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو آج کل قومی سطح پر اس زکر کردہ نام کو استعمال کرنے والے اسی فارمولے پر عمل پیرا ہیں

کفر کو ایمان کہتے ہیں	**امنا بالله و باليوم الآخر (البقره)**
سمجھداری کو بے وقوفی کہتے ہیں	**كما امن السفهاء (ایضا)**
جھوٹ کو دل لگی کہتے ہیں	**انما نحن مستهزء ون (ایضا)**
گمراہی کو ہدایت قرار دیتے ہیں	**اشترو الضلاله بالهدى (ایضا)**
لفظوں کی حقیقت بدل دیتے ہیں	**يحرفون الكلم عن مواضعه**

(راعنا) سے تبرا کر کے رعایت والے معنی کا تاثر دیتے ہیں **یا ایها الذین لا تقولوا راعنا**

دھوکہ دینے کو اپنے دین کی خدمت جانتے ہیں **امنوا.... والکفره اخره (آل عمران)**

الغرض وہ ہر شے کی حقیقت بدل کر ایک دوسرے رنگ میں پیش کرتے ہیں جو حقیقت کے بلکل

الٹ ہوتی ہے، کفر کرتے ہیں اور اسی کا نام ایمان رکھ دیتے ہیں، ختم نبوت کا عقیدہ امامت کے ذریعے انکار کر کے اسی کو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کہہ دیتے ہیں، دوستی کو دشمنی اور دشمنی کو دوستی کے لبادے میں چھپا لیتے ہیں، جس سے انتقام لینا ہو اس سے وہ محبت کا ایسا پرچار کرتے ہیں کہ وہ خود اس کے جال انتقام کی طرف چلا آتا ہے، بالکل ہاتھی کے دانتوں کی طرح! جو دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں دنیا جانتی ہے ایران امریکہ میں محبت کا کتنا گہرا رشتہ ہے وہ کس طرح اسلامی ممالک پر امریکہ اور اسکے حواریوں کو دودھ پلاتے اور انٹیلی جنس معلومات مہیا کرتے ہیں حتی کہ ان کے نزدیک جارج بش جنتی اور آیۃ اللہ ہے اگر وہ صرف خود کو شیعہ کہہ دے تو شیعہ اس کو مرجع تقلید اور امام بنا لیں، مگر کیا وہ دنیا کے سامنے بھی امریکہ سے ایسی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں؟؟؟

اسرائیل سے دشمنی ہے مگر ایران کا سارا تیل اسرائیل میں بکتا ہے، اسرائیل جنگی ساز و سامان ایران کو مہیا کرتا ہے یہی وہ محفوظ ہتھیار ہے جس کے مطابق کہنے اور کرنے میں زمین و آسمان کا فرق اور دکھانے اور کھانے کے الگ الگ دانت بتائے جاتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ سے جب تک واسطہ تھا تب تک تو جی حضوری تھی! چاپلوسی کا بازار گرم تھا، اظہار عقیدت کے پھول نچھاور کئے جاتے تھے، ان سے محبت کی کوئی حد نہ تھی اور اسی دعویٰ محبت کی وجہ سے ان کو اپنے مقصد کیلئے معاون بنایا جاتا رہا، مگر جب وہ اس فسادی کی حقیقت جان گئے اور اس کی برائی اور فساد فی الارض پر نکیر کر کے اسے سمجھانا چاہا تو اس نے ایسا چکر دیا اور دھوکے کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ جن سے ہی مایوس ہونا پڑا یہی وہ دھوکہ بازی ہے ان واقعات کے ذریعے جن کو اللہ تعالیٰ امت اسلام کے سامنے واضح کرنا چاہتا ہے کہ اس طرح کے لوگ کمال محبت کا فریب دیکر ایسی کمال دشمنی کرتے

ہیں جب ان کے ہاتھوں کلیم نبی نہیں بچے تو میں اور آپ کس باغ کی مولی ہیں۔

قرآن پاک کی ان مذکورہ ۳۰ باتوں کو ملاحظہ فرمالینے کے بعد پوری سنجیدگی کے ساتھ ان پر غور فرمانا چاہیے کہ قرآن پاک اس واقعہ میں امت کو کیا سبق سکھارہا ہے اور امت کا اس بارے میں فرض کیا ہے اور ان قرآنی اسباق پر کما حقہ غور نہ کرنے اور عملی معاملات میں ان راہنما اصولوں پر عمل پیرا نہ ہوسکنے کی وجہ سے جو جو نقصانات ہوچکے ہیں وہ قدر ضرر رساں ثابت ہوئے ہیں۔

''ناقابل تلافی نقصانات''

جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اس واقعہ میں اشارہ فرمایا کہ شیعہ حضرت موسیٰ کے سامنے اس وقت کھلا اور اسکا اصلی چہرہ تب نظر آیا جب وہ ناقابل تلافی ضرب لگا چکا تھا کیونکہ اس راز کے فاش ہونے پر حضرت موسیٰ کیلئے قتل کا فیصلہ یقینی تھا اس سے یہ سبق ملا کہ اس کا وار بڑا کاری اور دشمنی کا چہرہ بڑا چھپا ہوا اور دشمن سے محبت کے لبادے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے اس کے چہرے پر بکھری ہوئی مسکراہٹ اور چاپلوسی کسی قیامت خیز دشمنی کا پیغام ہوتی ہے وہ وقت سے پہلے کبھی ہولناک عداوت کا شبہ بھی نہیں پڑنے دیتا لہٰذا وقت سے پہلے اس طرح کے لوگوں سے احتیاط رکھنی لازم ہے ورنہ وقت گزر جانے پر بندہ یہ کہے کہ اوھو یہ تو مجھ سے بڑی ہی محبت اور دوستی کا اظہار کرتا تھا، جان فدا کرنے کے دعوے تھے، زبان پر عشق ومحبت کے ترانے تھے مگر اس کی مجھ سے یہ دشمنی اور میری جان کا اتنا بڑا دشمن؟ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا یہ اور اس طرح کے حسرت بھرے بہت سارے جملے اب افسوس اور دکھ میں اضافے کا باعث تو بن سکتے ہیں مگر اس دشمنی اور دشمن کے کاری وار کے ازالے کا باعث نہیں بن سکتے۔

یہاں ان قابل احترام حضرات کی خدمت میں یہ بھی عرض ہے کہ جو اس گروہ کے بارے میں بہت کچھ جان لینے کے بعد بھی اس سوچ میں مبتلا ہیں کہ ٹھیک ہے وہ ایسے ایسے عقائد رکھتے ہیں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ میرا دوست ہو کر مجھے دھوکہ دے گا، یا میرا پڑوسی ہو کر مجھے کچھ نقصان پہنچائے گا، یا یہ کہ فلاں تو بڑے عمدہ اخلاق اور ہنس ہنس کر باتیں کرتا ہے وہ تو بات بات پر پاؤں کو ہاتھ لگاتا ہے، خوشامد کرتا ہے بھلا اتنا نرم دل اور اچھے اخلاق والا بھلا ایسے کہاں ہوسکتا ہے کہ وہ دھوکہ دے یا مکاری کرے۔ جواب میں صرف اتنا عرض ہے کہ میری یا دیگر برادران اسلام کی فراست و ذہانت جتنی بھی ہو نہ تو وہ حضرت مسلم بن عقیل جتنی ہوسکتی ہے جو خانوادہ آل رسول کے چشم و چراغ تھے اللہ تعالیٰ نے علم وعرفان کی معراج سے بھی نوازا ہوا تھا اور فہم وذکاء سے بھی، مگر وہ ان دھوکہ بازوں کی خوشامد، جی حضوری اور محبت وعشق کے دعوؤں اور بیعت کیلئے بڑھتے ہاتھوں کی کثرت میں ان کی عداوت اور قیامت خیز دشمنی کو نہیں پہچان سکے تو میں اور آپ بھلا کیا شے ہیں، ذرا ان سے ہی معلوم کرلیا جائے کہ بلاخر وہ کیا کچھ فرماتے ہوئے چلے گئے، اوپر چند باتیں نقل کی جاچکی ہیں مذید تفصیل کیلئے مفصل کتابوں کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے پھر حضرت مسلم بن عقیل سے بڑھ کر نواسہ رسول حضرت حسین ابن علیؓ کی ہستی بھلا کوئی محتاج تعارف ہے؟ ان لوگوں نے ان کو کس کمال سے دھوکہ دیا اور کس فریب کاری سے دام تذویر میں لیا وہ کوئی چھپی کہا اور مستور راز ہے؟ جب وہ ان کے دھوکوں سے نہیں بچ سکے تو پھر کسی دوسرے کی کیا مجال۔

صرف حضرت حسین بن علیؓ ہی نہیں خود فاتح خیبر، اسد اللہ الغالب داماد نبی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کس طرح دھوکہ بازوں نے ان سے مدینہ کی ٹھنڈی ہواؤں سے دور کیا مصلیٰ نبوی سے دور لے گئے اور کس طرح کوفہ میں ان کو تنگ کیا حتیٰ کہ آپ ان کو بددعائیں دیتے اور ان

کی مکاری سے آ گاہ کرتے کرتے شہادت کا جام پی گئے جب ان پر انکے مکر وفریب کا وار چل گیا تو کسی دوسرے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، بلکہ حضرت علیؓ ہی نہیں آپ قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ کلیم کا بیان ہونے والا واقعہ توکسی حد تک ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں اس واقعہ میں ملاحظہ فرمالیں کس طرح اس شیعہ نے حضرت موسیٰ کلیمؑ سے بندہ قتل کروالیا اور کس طرح اس نے اگلے دن مذید ایک اور قتل گاہ کو آباد کیا اور کیسے وہ مذید قتل کیلئے حضرت موسیٰ کلیم کو بلانے لگا، جب بات نہ بنی تو کس غضب سے کلیم اللہؑ کو قتل گاہ تک پہنچادیا یہ تو قرآن کا بنایا ہوا درس ہے، اس شیعہ کے جرائم میں پھسانے سے لیکر اس کی تبرا بازی تک ایک ایک بات کیسی عبرت آموز نقل فرمائی اور کس طرح امت کو آ گاہ کیا کہ وہ ایسے دھوکہ دیتا ہے کہ کلیم اللہ بھی پتہ نہیں چلنے دیتا جب ان کی یہ صورت حال ہے تو پھر قابل احترام بھائیوں کو غور کرنا چاہیے کہ وہ باقی کسی کو دھوکہ دینے میں بھلا کیسے خاموش رہ جائیں گے؟

''حضرت مسلم بن عقیل سے شیعوں کی غداری''

جیسے حضرت موسیٰؑ کو شیعہ نے عین موقع پر راز اوٹ کر کے گویا قتل گاہ تک پہنچا دیا اسی طرح کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ انہوں نے اپنا ماضی دھراتے ہوئے اپنی تاریخ کو زندہ کیا، یہ اس وقت ہوا جب حضرت مسلم بن عقیل نے کوفہ پہنچ کر ان مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے جاسوسوں کی چاپلوسی اور دعویٰ محبت وفداکاری میں مبالغہ کو دیکھا، مشہور بات ہے، المریقیس علی نضبہ، بندہ ہر ایک کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، جب حضرت مسلمؒ نے دیکھا کہ وہ میرے ایک ایک بول پر فدا ہوئے جارہے ہیں اور حضرت حسینؓ کا خط سن کر موٹے موٹے آنسوؤں بہارہے ہیں،

بیعت کا تقاضہ ہوا تو ۱۲ ہزار ہاتھ تو منٹوں میں بیعت کیلئے دراز ہو گئے۔ ان کی محبت وعقیدت کا عالم یہ ہے کہ یہ دن پر رات میرے جوتوں پر پڑے رہتے ہیں ابھی انگلی کا اشارہ بھی نہیں کرتا کہ اشارہ آبرو پر وہ اطاعت کیلئے لپک پڑتے اور ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں تو آپؓ نے ان سب ڈراموں کو بلکل اسی طرح سچ سمجھ لیا جس طرح حضرت آدمؑ نے ابلیس کے کرتب اور جھوٹے دعوے سن کر اسے سچ خیال فرمالیا چنانچہ آپ نے حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر ان کی وفاداری کا یقین دلا دیا جو کہ ان جاسوسوں کا مطلوب تھا بس مطلب نکلنے کی دیر تھی کہ کوفہ کی دنیا بدل گئی حضرت مسلم کو بہانوں سے مختار نے گھر سے نکال دیا، خط لکھنے والوں نے بھی جی جی تو جاری رکھی مگر جب وہ اپنے گھر ٹھہرانے کا ذکر کرتے تو یہ جاسوس صاف ٹال جاتے اور ہزاروں بہانے تراش کر جان چھڑا لیتے۔ جن ہزاروں لوگوں نے بیعت کی تھی ان میں بھی کوئی ایسا نہ تھو جو یہ عرض کرتا کہ حضور میرے گھر تشریف لائیے میں آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہوں چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل رات کے اندھیرے میں اچانک ہانی بن عروہ کے دروازے پر پہنچ گئے اور اپنے گھر میں ٹھہرانے کا کہا چنانچہ ہانی بن عروہ نے حضرت مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں ٹھہرایا اب ان دھوکہ بازوں نے ابن زیاد کے کو مسلم بن عقیل کا پتہ بتانے کیلئے جو ترکیب سمجھائی اس کے مطابق معقل نامی غلام کو کچھ رقم کے ساتھ حضرت مسلم تک ہانی بن عروہ کے گھر پہنچایا گیا اور بلآخر ابن زیاد ایک خاص طریقے سے ہانی کو اپنے پاس بلا کر مسلم کا پوچھا اول تو ہانی نے انکار کیا مگر جب معقل کو سامنے لا کھڑا کیا گیا

باقر مجلسی لکھتا ہے

ابن زیاد نے معقل کو جسے جاسوسی کیلئے بھیجا تھا آواز دی، جب معقل ہانی کے سامنے آیا، ابن زیاد

نے کہا اس کو پہچانتے ہو؟ کہا پہچانتا ہوں، اس وقت ہانی مطلع ہو گئے کہ معقل ابن زیاد کا جاسوس تھا اور حضرت مسلم کے راز ہائے پوشیدہ سے مطلع ہے، پھر ہانی انکار نہ کر سکے، تھوڑی دیر متحیر رہے اس کے بعد کہا: اے ابن زیاد مجھ سے سن اور میرے کلا کو سچ جان قسم ہے خدا کی، میں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا ہے۔ بخدا میں مسلم کو اپنے گھر نہیں لایا، نہ ان کے حال سے مطلع تھا، وہ ایک شب ناگہانی طور پر میرے یہاں تشریف لائے اور مجھ سے امان مانگی اور میرے گھر پر رہنے کی التماس کی، مجھ سے نہ ہو سکا کہ انہیں نکال دوں اور اپنے گھر نہ رہنے دوں، اگر تو چاہے میں اس وقت تجھ کو پختہ عہد و پیمان دیتا ہوں کہ کبھی شر و فساد نہ ہوگا، تیری مجلس میں آتا رہوں گا، اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں دوں گا اور تیری اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہوں گا اگر تو چاہے تو ضمانت دوں (بحار الانوار حصہ اول در احوال امام حسین مترجم رص ۱۶۷)۔

مگر ابن زیاد نے حضرت ہانی بن عروہ کی ایک نہ مانی بس یہی ضد کرتا رہا کہ مسلم کو میرے حوالے کر دو جس پر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ ابن زیاد نے ہانی کو گرفتار کر لیا یہ خبر حضرت مسلم بن عقیل تک پہنچی تو وہ تلوار لیکر نکل آئے اور لوگوں کو لڑائی کی دعوت دی، اسلامی صفوں میں گھسے ہوئے جاسوسوں نے اس موقعہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا وہ حضرت مسلم کو ابن زیاد کے ہاتھ ایک سخت حملہ آور اور ابن زیاد کو قتل کرنے کا پورا عزم رکھنے والے سپہ سالار کی صورت میں گرفتار کروانا چاہتے تھے تا کہ ابن زیاد کے دل میں حضرت مسلم بن عقیل کیلئے ذرا برابر نرمی یا رعائت کا جذبہ باقی نہ بچے چنانچہ سارا کوفہ تلواریں نیام سے باہر کئے میدان میں نکل آیا کوفہ کی گلیاں و بازر چمکتی تلواروں سے بھر گئے حضرت مسلم ان دھوکہ بازوں کے فریب اور اندر کی کالک کو نہ سمجھے اور یہ خیال کیا کہ یہ سب میرے مددگار اور میرے محافظ ہیں، اتنی بڑی تعداد میں اپنے ہاتھ پر بیعت

کرنے والوں کے ایک آواز پر لبیک کہہ کر میدان میں نکل آنے پر وہ خوش ہو رہے تھے وہ تو یہ تصور بھی نہ کر سکے کہ یہ میرے لئے لڑنے نہیں آئے بلکہ مجھے ابن زیاد کے حوالے کرنے آئے ہیں چنانچہ حضرت مسلم آگے بڑھے اور ابن زیاد کے دارالامارہ پر پہنچ کر اس کا محاصر کرلیا جبکہ ابن زیاد چند افراد کے ساتھ بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے مکان میں بیٹھا رہا کیوں کہ اسے ان جاسوسوں کا علم تھا اور یہ سارا ڈرامہ محض پری پلان تھا چنانچہ جب حضرت مسلم بن عقیل ابن زیاد کے دربار تک پہنچ گئے اور ان دھوکہ بازوں کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت مسلم بن عقیل ابن زیاد کی دسترس میں آگئے ہیں اور یہ کہ اب حضرت مسلم بن عقیل کا ابن زیاد کے ہاتھوں زندہ بچ جانا محال ہے تب وہ ڈرامہ کا آخری سین ادا کرتے ہوئے بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

''کوفی جاسوسوں کے ہاتھوں حضرت مسلمؑ کی بے بسی''

سورج غریب ہونے کو تھا جب حضرت مسلم کو عین موت کی دہلیز تک پہنچا کر یہ دین دشمن جاسوس بھاگ گئے بس ۳۰ کے قریب افراد بچ گئے، بے بسی کے عالم میں آپ مسجد تشریف لے گئے تا کہ نماز مغرب ادا کریں، جب نماز ادا فرما چکے اور مڑ کر دیکھا تو ایک فرد بھی باقی نہ بچا، مالا باقر مجلسی بتاتا ہے:

جب حضرت مسلم نے یہ حال دیکھا اور اہل کوفہ کی غداری سے مطلع ہوئے تو مسجد میں تشریف لا کر نماز مغرب بجا لائے اس وقت تک ۳۰ آدمی حضرت مسلم کے ساتھ تھے جب نماز سے فارغ ہوئے اور چاہا کہ مسجد سے تشریف لے جائیں تو کوئی شخص حضرت مسلم کے ساتھ نہ تھا (بحار

الانوار/حصہ اول/در احوال امام حسین مترجم/ص ۱۷۱)۔
حبداروں کا ٹولہ حضرت مسلم بن عقیل کو گھیر کر دارالامارہ لایا اور گویا ابن زیاد کے حوالے کر کے بڑے آرام سے اپنے گھروں کو لوٹ گیا، ۱۲ ہزار خط لکھنے والے اور محبت کے دعویٰ میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے والے جاسوس صرف یہی نہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کے حوالے کر گئے بلکہ نماز عشاء سے پہلے پہلے وہ باقاعدہ ابن زیاد کے فوجی اور سپاہی بن کر میدان میں کود آئے، باقر مجلسی لکھتا ہے
ابن زیاد اسی شب مسجد میں آ کر منبر پر گیا منبر کے گرد اس کے اصحاب تھے یہ ماجرا پیش از نماز عشاء ہوا اور عمر ابن نافع کو حکم کیا کہ ندا کرے۔ جو شخص بزرگان کوفہ سے اس وقت مسجد میں حاضر نہ ہوگا، اس کا خون مباح ہے تھوڑے عرصہ میں مسجد بھر گئی جب لوگ جمع ہو چکے ابن زیاد نے موءذن سے اقامت کو کہا اور مشغول نماز ہوا، لشکر کو حکم دیا کہ پاسبانی کرے بعد نماز خطبہ پڑھا اثنائے خطبہ میں کہا کہ مسلم بن عقیل بلکل نادان ہے کہ اس نے خلیفہ کی مخالفت کی پس جس شص کے گھر مسلم ہو اور وہ مجھے خبر نہ کرے، جان و مال اسکا معرض تلف میں ہوگا، جو شخص مسلم کو میرے پاس لائے اس سے بہت حسن سلوک کروں گا اور بہت تاکید کی اور ڈرایا۔ پھر حصین بن نمیر سے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، خبردار کوئی شخص کوفہ کا دروازہ کھلا نہ رکھے، مسلم چلے نہ جائیں ان کو جلد میرے پاس لا میں نے تم کو مکانات کوفہ کا اختیار دیا پاسبانوں کو کوچہ ہائے کوفہ میں مقرر کر، علی الصبح ہر گھر میں تلاش کر اور لے آ ابن نمیر سردار لشکر تھا ابن زیاد بدنہاد قصر میں آیا اور عمر ابن حریث کو ایک علم دیکر امیر لشکر کیا جب صبح ہوئی: ابن زیاد مسجد میں آ کر بیٹھا اور اہل کوفہ کو اذن عام دیا کہ مسجد میں جمع ہوں اور محمد ابن اشعث پر نوازش و بخشش کر کے اپنے پہلو میں بٹھایا (ایضا/ص ۱۷۲)۔

جو حبدار نماز مغرب سے پہلے تک حضرت مسلم بن عقیل کا لشکر دکھائی دیتے تھے اور حضرت مسلمؒ ان کو اپنی فوج سمجھ رہے تھے وہ عشاء کی نماز ادا کرنے سے پہلے پہلے ابن زیاد کا لشکر اور حضرت مسلم بن عقیل کے دشمن لشکر میں تبدیل ہو گئے صرف ایک نماز کے درمیانی فاصلے میں اتنی بڑی تبدیلی آ گئی کیا یہ کوئی حادثہ تھا؟ نہیں بلکہ یہی وہ پری پلان اور مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے جاسوسوں کا نبی آخرالزمان سے انتقام لینے کا وہ منصوبہ تھا جو پوری چالاکی کے ساتھ بنایا اور انجام تک پہنچایا گیا، ورنہ اندازہ لگایا جائے کہ نماز مغرب سے کچھ وقفہ قبل تک تو ابن زیاد کے ساتھ اس کے محل میں ۵۰ آدمی بھی نہ تھے اور ادھر پورا کوفہ امنڈ آیا تھا کیا یہ پورا کوفہ ان ۵۰ افراد پر غالب نہ آ سکتا تھا؟؟؟

مگر چونکہ یہ سب کچھ جاسوسوں کے مرتب کردہ منصوبہ کے تحت ہو رہا تھا لہٰذا نماز مغرب ادا کرنے تک حضرت مسلم بن عقیل تن تنہا رہ گئے کوئی میزبان مہربان یا غم خوار تو درکنار راستہ بتانے والا بھی کوئی نہ رہا حتی کہ حضرت مسلم اکیلے جس طرف کو رخ تھا اسی طرف چل دے، مجلسی لکھتا ہے کہ اس وقت تنہائی میں حضرت مسلم حیران ہوئے اور کچھ نہ جانتے تھے کہ کہاں جائیں، یہاں تک کہ محلّہ بنی جبلہ میں جو قبیلہ کندہ سے ہے پہنچے، جب تھوڑی راہ اور طے کی تو طوعہ کے دروازے پر پہنچے، طوعہ اشعث بن قیس کی لونڈی اور ام ولد تھی، اشعث نے اسے آزاد کیا تھا اور وہ اسید حضرمی کی زوجہ تھی، اسید کا ایک لڑکا، بلال نام کا اس کے بطن سے تھا۔ طوعہ اپنے بیٹے کے انتظار میں دروازہ پر بیٹھی تھی حضرت مسلم نے طوعہ کو سلام کیا طوعہ نے جواب دیا حضرت مسلم نے فرمایا اے کنیز خدا میں پیاسا ہوں، وہ نیک بخت اندر گئی اور پانی لا کر حضرت مسلم کو دیا حضرت مسلم نے پانی پینے کے بعد توقف کیا، طوعہ نے کہا پانی پی چکے اب اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ، حضرت مسلم نے جواب

نہ دیا، پھر طوعہ نے یہی کہا حضرت مسلم نے پھر بھی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ طوعہ نے کہا اے بندہ خدا سبحان اللہ، اپنے گھر جا، وقت شب میں تمہارا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں، حضرت مسلم نے فرمایا اے کنیز خدا میں غریب الوطن ہوں اور کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں شب باش ہوں اگر تو آج کی رات مجھ کو پناہ دے تو بروز قیامت جناب رسالتمآب ﷺ تجھے پناہ دیں گے، طوعہ نے کہا! اے بندہ خدا تم کون ہو؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں اہل کوفہ نے مجھ کو فریب دیا، وطن سے آوارہ کیا اپنے خویش واقرباء سے جدا ہو گیا ہوں کوفیوں نے میری نصرت و یاری کے ہاتھ اٹھا لیا مجھے تنہا چھوڑ دیا، جب طوعہ نے حضرت مسلم کو پہچانا تو اپنے گھر لے آئی ایک مجرے میں ان کیلئے پاکیزہ فرش بچھایا طعام حاضر کیا مگر بہ سبب رنج و مصیبت حضرت مسلم نے مطلع نہ کھایا، اس اثناء میں اس کا لڑکا گھر آیا طوعہ نے چاہا کہ اس امر سے اسے مطلع نہ کرے، لیکن اس نے جب اپنی ماں کو دیکھا کہ مجرے میں بار بار آتی جاتی ہے، بہ اصرار تمام دریافت کیا طوعہ نے کہا کسی کو اطلاع نہ کرنا، اس مکار نے کہا کہ میں کسی کو نہ کہوں گا، پھر طوعہ نے اس روسیاہ سے عہد و پیمان لے کر خبر حضرت مسلم بیان کی (ایضا رص ۱۷۱)۔

صبح ہوتے ہی طوعہ کا یہ بیٹا مسجد میں ابن زیاد کے دربار پہنچا اس کے ذریعے ابن زیاد کو رپورٹ پہنچی کہ مسلم ہمارے گھر میں ہیں ابن زیاد نے سینکڑوں مسلح لوگوں کو حضرت مسلم کی گرفتاری کیلء روانہ کیا حضرت مسلم نے سخت مقابلہ کیا بلآ خر مکاروں نے امان دینے کے بہانے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس لائے۔

''حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت''

ان دھوکے بازوں کا رویہ تو اسی دن تبدیل ہو گیا تھا جس دن وہ حضرت مسلم سے حضرت حسینؓ کے نام اپنے مطلب کا خط لکھوانے اور ان کو وفاداری کا یقین دلانے میں کامیاب ہوئے تھے لہٰذا اب ان کو کوئی دھوکہ باز اپنے گھر میں رکھنے کیلئے تیار نہیں تھا مگر اس وقت حضرت مسلم کو ان کی دھوکہ بازی کا پورا ادراک نہ ہو سکا وہ یہی سمجھتے رہے کہ دھوکہ بازوں کا مجھ سے دور دور رہنا بدلتے حالات میں حفاظتی نقطہ نظر سے ہے تا کہ حضرت حسینؓ کی تشریف آوری تک اس معاملہ کو محفوظ رکھا جائے مگر جب دھوکہ بازوں نے ابن زیاد کے دروازتے تک دھکیل کر اکیلا چھوڑ دیا تب انہیں اسلام کی صفوں میں گھسے ہوئے جاسوسوں کا اندازہ تو ہو گیا کہ یہ دھوکہ باز ہیں اور بزدلی کی وجہ سے مجھے چھوڑ گئے ہیں مگر ابھی بہت کچھ بھی وہ بہت کچھ چھپے ہوئے تھے ان کا اصلی چہرہ اس وقت کھلا جب وہ حضرت مسلم کو چھوڑتے ہی ابن زیاد کے فوجی ہی نہیں فوج کے افسر اور وفادار محافظ بن کر سامنے آئے اس وقت اصل صورت حال کھلی کہ ہمیں دھوکے سے بلانا اور آتے ہی اخیر حد تک چاپلوسی کرنا سب اس لئے تھا کہ وہ ہمیں سنگین مجرم بنا کر حاکم وقت کے ہاتھوں قتل کروا دیں بلکہ اس قرآن پاک میں دکھائے گئے شیعہ کردار کی طرح: جو پہلے قتل کرواتا ہے پھر حکومت وقت کیلئے جاسوسی کا کردار ادا کرتے ہوئے اس قاتل کو پکڑ وا دیتا ہے، گویا وہ حکومت کا وفادار اور معاون ہے جو ایسا شخص تلاش کر کے دیتا ہے جس کی حکومت کو تلاش ہے، حضرت مسلم کو بھی پہلے لشکر کشی کرنے والا اور قتل ابن زیاد کے درپے، کے روپ میں سنگین مجرم دلوانے کے لئے پہلے ان کے ساتھ فوجی بن کر میدان میں نکلے اور جب انکا ابن زیاد کو قتل کرنے کی کوشش والا معاملہ ثابت ہو گیا جب انکا ابن زیاد کو قتل کرنے کی کوشش والا معاملہ ثابت ہو گیا تب پھر ابن زیاد کو لشکری بن کر حضرت مسلم کو

گرفتار کرنے کیلئے طوعہ کے گھر پر حملہ آور ہوئے گھر کے اندر داخل ہوئے۔

ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں لکھتا ہے

حضرت مسلم نے ان کو دفع کیا، اس کے بعد حضرت مسلم اور بکر ابن حمران میں تلوار چلنے لگی اس ملعون نے ایک تلوار روئے مبارک پر لگائی کہ لب بالا اور دو دانت آگے کے جدا ہو گئے حضرت مسلم نے ایک تلوار اس کے سر پر اور ایک گردن پر اس زور سے لگائی قریب تھا کہ اس کے شکم نجس میں اتر جائے، جب ان نامردوں نے حضرت مسلم کی یہ بہادری دیکھی تو لڑنے سے عاجز ہوئے، کوٹھوں پر چڑھ کر پتھر مارنے لگے اور آگ پھینکنے لگے جب حضرت مسلم نے یہ بے حیارئی دیکھی تو اپنی زندگی سے ناامید ہو کر تلوار میان سے سونت لی، کفار پر حملہ کیا بہت سے بے دینوں کو قتل کیا جب محمد ابن اشعث نے دیکھا کہ حضرت مسلم بآسانی ہاتھ نہ آئیں گے کہنے لگا: کیوں اپنی جان کو ہلاک کرتے ہو، میں نے تم کو امان دی مگر حضرت مسلم نے جنگ جاری رکھی، محمد ابن اشعث نے کہا: تم سے جھوٹ نہیں کہتا اور مکر وفریب نہیں کرتا، تم کو ابن زیاد کے پاس لئے چلتا ہوں وہ تمہارا ابن عم ہے تم کو قتل نہ کرے گا اور کسی طرح کا ضرر نہ پہنچائے گا، جب حضرت مسلم کثرت جنگ اعداء اور زخمہائے سنگ جفا سے عاجز ہوئے، ضعف وناتوانی غالب ہوئی تو ذرا دیر ایک دیوار خانہ سے لگ کر کھڑے ہوئے ابن اشعث نے پھر کہا میں تم کو امان دیتا ہوں ناچار حضرت مسلم نے قبول کیا (بحار الانوار مترجم حصہ اول در احوال امام حسین رص ۱۷۳)۔

''اِن جاسوسوں کی بدبختی اپنے عروج پر''

حضرت مسلمؑ نے خود کو ان کے حوالے کیا انہوں نے حضرت مسلم سے تلوار لیکر غیر محفوظ کر دیا اب

ان کولیکر ابن زیاد کی طرف چلے ایوان کا دروازہ بند تھا جب دروازے پر پہنچ کر دیکھا تو کوفہ کے رؤساء بڑی تعداد میں خوب تیار ہو کر دروازے کے پاس جمع ہیں وہ بھی اجازت ملنے کے انتظار میں دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت مسلم دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ یہ ظالم تو کل میرے ہمراہ تھے اور آج میری بے بسی کا تماشا دیکھنے بڑے طمراق کے ساتھ یہاں جمع ہیں تب قید میں ہونے کے باوجود حضرت مسلم کا اندر ابل پڑا اور بڑے ہی درد وغم میں ڈوب گئے، وہ چاہتے تھے کہ ان کی اصلیت کا سب کو پتہ بتا دیں مگر اب کس کو کہتے اور کیا کہتے! اب وہ اپنے دکھوں کا گھونٹ پی کر رہ گئے اور سرد آہ کے ساتھ ان کو منافق، بے وفاء کہہ کر مخاطب ہوئے، شدت پیاس میں ان منافق، بے وفاؤں سے پانی کا گھونٹ مانگا تو ان بدبختوں نے انتہائی سفا کی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پانی دینے کی بجائے زبان کے تیروں سے دل کو بھی مجروح اور زخمی کر دیا۔

تب حضرت مسلم جان گئے کہ یہ بدبخت ''منافق'' صرف میری بے بسی اور مجھ پر ہونے والے ظلم و تشدد کا تماشہ دیکھنے کیلئے جمع ہوئے ہیں امر واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ اسلامی صفوں میں چھپے ہوئے وہ جاسوس تھے جو بنوقریظہ کا بدلہ لینے کیلئے کب سے بے تاب تھے اب جبکہ ان کو موقع مل گیا اور ان کی سازش کامیاب ہوگئی تو وہ اسی پرانے نقشہ کو دماغ میں سجا کر آئے تھے ان کیلئے تو آج خوشی کا دن تھا کہ وہ اس نبی کی نسل سے آج بدلہ لے رہے تھے جس نبی نے بنوقریظہ کو نشان عبرت بنا دیا تھا چنانچہ ان کوفی جاسوسوں کی ہر ممکن کوشش تھی کہ ابن زیاد کو حضرت مسلم بن عقیل کے خلاف زیادہ سے زیادہ غضب ناک کریں تا کہ وہ ان پر زیادہ سے زیادہ سختی وشدت کا مظاہرہ کرے: یہی وجہ ہے کہ

جب حضرت مسلم ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو آپؓ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا اس پر جاسوسوں نے خوب بھڑکایا اور جلتی پر تیل ڈالنے کیلئے پورا زور لگا دیا، حضرت مسلم کو بڑی ترش روئی سے کہنے لگے کہ تو امیر کو سلام کیوں نہیں کرتا؟ اس اعتراض سے ایک طرف وہ ابن زیاد کو اپنی عقیدت و محبت اور ابن زیاد پر فدا ہونے کا تاثر دے رہے تھے کہ ہمیں ابن زیاد کی اتنی بے ادبی اور گستاخی بھی گوارا نہیں کہ ابن زیاد کے پاس حاضر ہونے والا کوئی مخالف بھی ابن زیاد کو سلام نہ کرے، دوسری طرف وہ ابن زیاد کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ دیکھو مسلم اب بھی تمہاری توہین کا مرتکب ہو رہا ہے اور گرفتار ہونے کے باوجود آپ کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہے سلام تک کرنے کا روادار نہیں ہو رہا، چنانچہ یہی ہوا ابن زیاد نے آپے سے باہر ہو کر کہا کہ یہ سلام کرے یا نہ کرے قتل ہونے سے تو نہیں بچ سکتا۔

ابن زیاد نے جو کرنا تو وہ تو ایک طرف! اس موقعہ پر حضرت مسلم سب سے زیادہ ان دھوکہ بازوں پر حیران ہو رہے تھے کہ کیا اس حد تک بھی کوئی انسان مکار اور شاطر ہو سکتا ہے؟ کل تک تو یہ میرے ہمنوا بن کر ابن زیاد کو قتل کرنے پر تیار تھے اور مجھے اپنی وفا کا یقین دلا رہے تھے اور اب اچانک اتنی بڑی تبدیلی! کہ میں نے اپنے مخالف کو سلام نہیں کیا تو اس پر دشمنی کی آگ بھڑکانے اور ابن زیاد کی چاپلوسی کرنے میں یہ ساری حدوں کو ہی کراس کر گئے ہیں، جب حضرت مسلم کو یقین ہو گیا کہ یہ کوفی جاسوس ابن زیاد کے ہاتھوں مجھے قتل کروا کر ہی چھوڑیں گے اور اس وقت تک یہ ابن زیاد کی جان نہ چھوڑیں گے جب تک میرے قتل ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں یہ صورت حال دیکھ کر آپ زندگی سے مایوس ہو گئے تو فرمایا اے ابن زیاد مجھے مہلت دے کہ حاضرین میں سے کسی کو میں چند وصیتیں کر سکوں، اس نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ آپ نے عمرو بن سعد کو ۳ وصیتیں

کیں۔(۱)اس شہر میں مجھ پر سات سو درھم کا قرض ہے،میری ذرہ اور تلوار فروخت کر کے میرا وہ قرض ادا کر دینا۔(۲)میرے شہید ہو جانے کے بعد میری میت ابن زیاد سے لیکر تدفین کر دینا۔(۳)میں نے حضرت حسینؑ کو خط لکھ کر بلایا اور کوفیوں کی وفاداری کا یقین دلایا تھا کسی شخص کو ان کی طرف روانہ کر کے میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ مجھے اور آپ کو ان دھوکہ بازوں نے فریب دیا تھا لہٰذا اپنے اہل وعیال سمیت واپس اپنے وطن لوٹ جائیں۔ان وصیتوں سے فارغ ہوئے تو ابن زیاد سے مختصر گفتگو ہوئی اس نے فساد برپا کرنے کا طعنہ دیا جواب میں حضرت مسلم بن عقیل نے فرمایا ہم خود اپنی مرضی سے کوفہ نہیں آئے بلکہ ہمیں تو انہوں نے خود بلایا تھا اور ان کی بات مان کر ہم یہاں آئے ہیں۔مگر وہ دھوکہ باز ابن زیاد کو ایسے بھر رہے تھے اور بات بات پر حضرت مسلم کے خلاف زبان چلا رہے تھے کہ حضرت مسلم کی انتہائی معقول اور قابل قبول باتیں بھی ابن زیاد کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں،ادھر کوفہ کے یہ مکار لوگ حضرت مسلم کو جلد سزا دینے کیلئے بے قرار تھے ان سے تاخیر اور باہمی گفتگو کا بڑھنا برداشت نہیں ہو رہا تھا ابن زیاد ان کی خواہش کو سمجھ گیا اور بگیر کسی تاخیر کے حضرت مسلم کو جلاد کے حوالے کر دیا اور اس کو آرڈر دیا کہ مسلم کو بالائے قصر لے جا اور قتل کر۔وہ ملعون جناب مسلم کو لے چلا اس وقت آپ کی زبان مبارک پر تکبیر و استغفار درود وسلام بر احمد مختار جاری تھی اور درگاہِ قاضی الحاجات میں مناجات کرتے جاتے تھے کہ خداوندا حکم کر درمیان ہمارے اور اس گروہ کے جس نے ہمیں فریب دیا اور جھوٹ بولے اور ہماری نصرت و یاری نہ کی۔پس وہ لعین حضرت مسلم کو بام قصر پر اس سمت لے گیا جس طرف بازار کفش دوزاں تھا اور سر مبارک بدن سے جدا کر کے جسم مبارک کو زیر قیصر گرا دیا۔(بحار الانوار مترجم حصہ اول در احوال امام حسین رص ۱۷۷۔۱۷۸)

ابن زیاد نے چونکہ ان مسلمانوں کی صفوں میں چھپے ہوئے جاسوسوں کی مرضی پر اور ان کی خواہش کے مطابق شہید کیا تھا نیز وہ جاسوس اس سفاکانہ قتل سے بنو قریظہ کا بدلہ چکا رہے تھے لہٰذا اس سفاکی پر وہ ابن زیاد سے پہلے سے بھی بڑھ کر نہ صرف وفادار بن گئے بلکہ اس کے ہر حکم پر جان فدا کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

ابن زیاد تو پہلے سے بھی زیادہ مطمئن تھا اسی لئے وہ پورے اطمینان کے ساتھ کوفہ میں قائم رہا نہ اسے بصرہ سے کسی فوجی ولشکری یا اپنے اعتماد کے افسر کو بلانے کی ضرورت پڑی اور نہ مرکزی حکومت سے کسی امداد کی ضرورت بھی، کیونکہ ابن زیاد اور ان جاسوسوں کے مابین اعتماد اور ایک دوسرے کیلئے قربانی کا رشتہ موجود تھا پس اب وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے شکنجے میں کسنے کی بھرپور تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی جانب سفر''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس لگاتار بارہ ہزار کی تعداد میں کوفہ والوں کے خطوط آئے جس میں ایک ہی بات پر اصرار تھا کہ آپ ہمارے پاس ضرور تشریف لائیں ہم آپ کے شدت کے ساتھ منتظر ہیں حاکم کوفہ کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بھی چھوڑ چکے ہیں ہر طرف آپ پر فدا ہونے والے بکھرے ہوئے ہیں لشکر بلکل تیار ہے پھل پک چکے ہیں، لوگ مظلوم آل رسول پر جان فدا کرنے کیلئے بے تاب ہیں لہٰذا جلدی تشریف لائیں، پھر یکے بعد دیگرے سینکڑوں وفد حاضر خدمت ہوئے جس میں وہ لوگ اپنی اور اپنے قبیلوں کی وفاداری کا یقین دلا رہے تھے ہر عقل مند شخص اس صورت حال سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ ۱۲ ہزار سے زیادہ خط اور سینکڑوں وفد جس کے

ذہن میں بس ایک ہی بات بٹھا رہے ہوں کہ جناب ہم تو آپ کے وفادار آپ کے شیعہ آپ کے فدوی اور غلام ہیں تو آخر جتنا سخت سے سخت آدمی بھی ہو تو بلآخر وہ ماننے پہ مجبور ہو جاتا ہے کہ ضرور یہ لوگ وفادات ہوں گے اہل کوفہ کا حضرت حسینؓ کو دام تزویر میں لینے کیلئے جو طریقہ واردات تھا وہ بلکل حضرت آدمؑ لیہ اسلام کو جنت میں شیطان کے دھوکہ دینے کی طرح تھا، جس طرح وہ مسلسل محنت کرتا رہا اور لگا تار اپنی وفاداری کا یقین دلاتا رہا اپنے مخلص ہونے کا ڈھونگ رچا تا رہا یہاں تک کہ وہ بدترین دشمن اور سخت ترین مخالف ہونے کے باوجود حضرت آدمؑ کو اعتماد میں لینے اور اپنی مرضی کا کام کروانے میں کامیاب ہو گیا ملت اسلامیہ کی صفوں میں گھسے ہوئے وہ لوگ جن کو اللہ جل شانہ نے ''واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم (البقرہ/)'' کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے ان جاسوسوں نے حضرت حسینؓ کے ساتھ بھی وہی حربہ اور واردات کا عین وہی طریقہ استعمال کیا یہاں تک کہ حضرت حسینؓ کو وہ اپنی وفاداری کا یقین دلانے میں کامیاب ہو گئے رہی سہی کسر حضرت مسلم بن عقیل کے اس خط سے پوری ہو گئی جو انہوں نے کوفہ پہنچ کر ان جاسوسوں کے کرتب دیکھ کہ ان ڈراموں کو اصل خیال فرماتے ہوئے لکھا تھا چنانچہ حضرت حسینؓ نے کوفہ جانے کا حتمی فیصلہ فرما لیا اور تیاری شروع کر دی جوں ہی اس ارادہ کی خبر مکہ میں عام ہوئی تو حضرت حسینؓ کے بہی خواہ اور رشتہ دار واحباب تڑپ گئے انہیں کوفہ میں اسلام دشمن جاسوسوں کی کارستانیوں اور وارداتوں کا اندازہ تھا جس سے صاف لگ رہا تھا کہ یہ تمام کارروائی کوفہ میں پھیلے ہوئے وہ جاسوس کر رہے ہیں جو نبی رحمت اور ان کے دین سے انتقام لینا چاہتے ہیں اس لئے وہ حضرات منت سماجت اور آہ وزاری کرتے ہوئے کوفہ جانے سے روکنے لگے۔

''مخلصین کا حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکنا''

تاریخ اسلام نے اس الم ناک حادثہ کے بارے میں جو معلومات نقل کی ہیں ان میں خانوادہ رسول اور حضرت حسینؓ سے محبت رکھنے والے ان حضرات کی انتہائی غم والم میں ڈوبی ہوئی وہ التجائیں اور درخواستیں بھی ہیں جو ان حضرات نے حضرت حسینؓ کی خدمت میں پیش کیں مولانا اکبر شاہ نجیب آبادیؒ نقل کرتے ہیں کہ

عبدالرحمان بن الحارث نے آ کر عرض کیا کہ آپ کوفہ کا عزم ترک کر دیں کیوں وہاں عبیداللہ بن زیاد حاکم عراق موجود ہے کوفہ والے لالچی لوگ ہیں، بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں نے بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کیلئے میدان میں نکلیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کیلئے باہر نہ جاؤ۔۔۔۔ یہ نصیحت کر کے عبداللہ بن عمرؓ رو پڑے۔(تاریخ اسلام/ج ۲/از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی/ص ۵۶)۔

صحابہ کرامؓ جو حضرت حسینؓ سے عرض کر رہے تھے کہ ممکن ہے کہ جن لوگوں نے بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کیلئے میدان میں نکلیں، یہ کوئی علم غیب نہیں تھا کہ جیسے ان حضرات نے فرمایا ویسا ہی امر واقعہ میں ہوا بلکہ وہ حضرات اہل کوفہ میں پائے جانے والے لوگوں کی حرکات کو جانتے تھے ان کی ہر حرکت بلکل وہی تھی جو ایک شاطر اور تیز طرار جاسوس کی ہوتی ہے وہ بات بات میں دھوکہ دیتے اور مکاری کرتے تھے ان کو اسی بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں بلانے والے ہی حضرت حسینؓ کو شہید نہ کر دیں کیونکہ ان کی حرکات بتاتی ہیں کہ وہ غیروں کے جاسوس اور اللہ کے دین سے دشمنی

رکھنے والے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی درخواست''

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ مکہ نہ چھوڑو اور بیت اللہ سے دوری اختیار نہ کرو۔۔۔۔ تمہارے بھائی حسنؓ کو بھی کوفیوں نے لوٹا قتل کرنا چاہا، اب تم کو ان پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے نہ ان کی بیعت پر اور قسم کا کوئی بھروسہ ہے نہ ان کے خطوط اور پیغامات قابل اعتماد ہیں، ابن عباسؓ سے یہ باتیں سن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب درست ہے لیکن مسلم بن عقیل کا خط آ گیا ہے بارہ ہزار آدمی اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اب کوئی خطرے کی بات نہیں میرا وہاں جانا ہی مناسب ہے عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب سن کر کہا کہ اچھا کم از کم ذوالحجہ کے مہینہ کو ختم اور نئے سال کو شروع ہو لینے دو پھر عزم سفر کرنا۔۔۔۔ حضرت حسینؓ نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اب میں تاخیر نہیں کر سکتا مجھ کو فوراً روانہ ہی ہو جانا چاہیے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ اچھا اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔۔۔ یقیناً کوفہ کا عامل ان کو خوف دلا کر اور لالچ دیکر اپنے حسب منشاء جب چاہے گا استعمال کر سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ جو آپ کو بلا رہے ہیں آپ سے لڑنے کیلئے یزید کی طرف سے میدان میں آئیں گے ان حالات پر غور کرنے سے آپ کی جان کا خطرہ نظر آتا ہے، اگر عورتیں اور بچے بھی آپ کے ساتھ ہوئے تو جس طرح حضرت عثمان غنیؓ اپنے اہل و عیال کے روبرو قتل کیئے گئے اسی طرح آپ کے اہل و عیال کو بھی آپ کا قتل ہونا دیکھنا پڑے گا اور دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر لونڈی غلام بننے کا اندیشہ رہے گا۔ (تاریخ اسلام ر

ج ۲/ص ۵۶۔۵۷)

حضرت عبداللہ ابن زبیر نے بھی اصرار کیا اور عرض کی کہ آپ مکہ میں بیعت لیں میں بیعت کر کے آپ کی طرف سے لڑتا ہوں، آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نے بھی درخواست کی دیگر حضرات نے بھی عرض کیا مگر آپ نے اپنا عزم سفر قائم رکھا حتی کہ

۳ ذی الحجہ ۶۰ ھجہ بروز دوشبہ حضرت حسینؓ مکہ سے معہ اہل وخاندان روانہ ہوئے اسی تاریخ یعنی دو شبہ ۳ ذوالحجہ کوفہ میں مسلم بن عقیل قتل کئے گئے حسینؓ جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو عمرو بن سعد بن العاص اور بعض دوسرے اہل مکہ نے آ کر آپ کو روکنا چاہا اور کہا کہ اگر آپ ویسے نہیں مانتے ہیں تو ہم آپ کو زبردستی روکیں گے اور آپ کا مقابلہ کریں گے حسینؓ نے کہا کہ جو کچھ تم سے ہو سکے کر گزرو اور لڑائی کا ارمان بھی نکال لو، یہ سن کر سب لوگ ان کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہ روانہ ہوئے، رخصت کرتے وقت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں تمہارے اونٹ کے آگے لیٹ جاتا ہوں کہ وہ مجھ کو بغیر کچلے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے لیکن میں جانتا ہوں کہ تم پھر بھی نہ رکو گے اور عزیمت کوفہ سے باز نہ رہو گے (تاریخ اسلام/ج ۲/ص ۵۸)۔

آپ مکہ سے روانہ ہوئے کچھ سفر طے کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر کا خط لے کر ان کے دو صاحبزادے عون اور محمد پہنچ گئے۔ عبداللہ بن جعفر نے لکھا تھا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیکر عرض کرتا ہوں کہ کوفہ کے ارادے سے باز رہیے اور مدینہ میں آ جائیے مجھ کو اندیشہ ہے کہ آپ قتل نہ ہو جائیں، اللہ کیلئے آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں، ساتھ ہی مدینہ کے والی کا خط بھی انہی قاصدوں نے دیا جس میں لکھا تھا کہ آپ مدینہ میں آ کر رہنا چاہیں تو آپ کو امان ہے مگر حسینؓ نے واپسی سے قطعاً انکار کیا، عون اور محمد کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور اپنے دلیل راہ سے جو بصرہ کا ایک

شص تھا کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم کو کوفہ میں پہنچاؤ تا کہ ہم عبید اللہ بن زیاد سے پہلے کوفہ میں داخل ہو جائیں، وہاں لوگ ہمارے سخت منتظر ہوں گے (ایضا ص ۵۸)۔

''کربلا میں حضرت حسینؓ پر کیا گزری؟''

چونکہ ہمارا مقصد امت اسلام کو ان جاسوسوں کا بدنما چہرہ دکھانا ہے جو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر امت اسلام پر حملہ آور ہیں انکا خود کو مؤمن کہنا محض دھوکہ دینے اور مسلمانوں سے انتقام لینا ہے جو وہ کمال مکاری کے ساتھ لینے جا رہے ہیں مگر امت اسلام ان سے تا حال غافل ہے اس لئے واقعہ کربلا کی تفصیلات عرض کرنے سے زیادہ ان جاسوسوں کی نشاندہی پیش نظر رکھی گئی ہے، پس یکم محرم حضرت حسینؓ کربلا پہنچے خیال تھا کہ جب میں کوفہ کے قریب پہنچ جاؤں گا تو ضرور وہ لوگ میرے ساتھ مل جائیں گے جو مجھے خط لکھتے اور وفد بھیجتے رہے ہیں اور جن کا اصرار تھا کہ میں ان کے پاس آ جاؤں مگر آپ رضی اللہ عنہ تو ان کے دعویٰ پر اعتماد فرما رہے تھے حقیقت حال تو کچھ اور تھی وہ تو ملت اسلامیہ میں چھپے ہوئے جاسوس تھے جو قلعہ خیبر کا بدلہ لینے کیلئے بے تاب تھے وہ جانتے تھے کہ حضرت حسینؓ کے والد گرامی نے قلعہ خیبر کو فتح کر کے ان کے آباؤ اجداد کو رسوا و ذلیل کیا تھا ان کی آج تک کی سازشیں اسی دن کیلئے تھیں چنانچہ ان کو خط لکھ کر بلانے والوں میں سے تو ایک بھی نہ آیا جب آپ کو یقین ہو گیا کہ بد بخت اپنی شقاوت میں تو حد سے بھی تجاوز کر گئے ہیں تو آپ نے بذات خود ان پر حجت قائم کرنے کا ارادہ فرمایا اور میدان میں تشریف لائے خطبہ دیا اور فرمایا

اگر عیسیٰ علسیہ اسلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور

نگہداشت میں مصروف رہتے تم کیسے مسلمان اور کسے امتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو نہ تم کو اللہ کا خوف ہے نہ رسول کی شرم ہے میں نے جبکہ ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں پھر بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے؟ میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے قدموں میں پڑا تھا، تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا پھر مکہ مکرمہ کے اندر بیت اللہ میں مصروف عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حقدار سمجھتے ہیں اور تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے، اب بھی اگر تم میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو تا کہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروف عبادت ہو جاؤں (تاریخ اسلام رج ۲رص ۶۵)۔

مگر اس خطبہ کو سن کر ان اسلامی صفوں میں گھسے جاسوسوں کو سانپ سونگھ گیا وہ پوری طرح خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ پا کر حضرت حسینؓ نے یہ خطبہ دیا جیسے شیعہ قلم کار نے نقل کیا ہے حضرت حسینؓ نے فرمایا

اے گروہ! خدا تمہیں ہلاکت و مصیبت میں مبتلا کرے تم نے ہمیں فریاد و عاجزی سے پکارا تا کہ ہم تمہاری فریاد کو پہنچیں اور ہم جلدی سے تمہاری فریاد رسی کیلئے آ گئے تو تم نے وہی تلوار ہمارے اوپر کھینچ لی جو ہم نے تمہارے ہاتھ میں دے دی تھی اور تم نے وہی آگ ہمارے لئے بھڑ کائی جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمنوں کیلئے روشن کی تھی۔ اپنے دوستوں سے جنگ اور اپنے دشمنوں کی نصرت کیلئے کھڑے ہو گئے ہو، اگرچہ نہ وہ تمہارے درمیان انصاف کرتے ہیں اور نہ تم ان سے

کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہو اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ ہم سے ایسی کوئی چیز صادر نہیں ہوئی کہ جس کی پاداشت میں ہم سے ایسی دشمنی کی جائے اور ہم پر حملہ کیا جائے، خدا تمہیں سمجھے ہمیں اس وقت کیوں پریشان کیا جب تلواریں غلاف میں تھیں اور دلوں کو سکون تھا، مکھیوں کی مانند فتنہ کی طرف اڑے اور پروانوں کی طرح ایک دوسرے کی جان کی فکر میں پڑ گئے کنیز کی اولاد و، گروہوں کے پسماندگان کتاب خدا سے منہ پھیرنے والو، خدا کی آیات میں تحریف کرنے والو۔۔۔خدا کی قسم بے وفائی اور عہد شکنی تمہاری عادت ہے تمہارا ضمیر مکر و بے وفائی سے امیختہ ہے۔اس کے مطابق تمہاری پرورش ہوئی ہے تم بدترین میوہ ہو اپنے باغبان کیلئے گلے کی ہڈی، راہزنوں اور غاصبوں کیلئے خوش مزہ خدا لعنت کرے ان پیمان شکن لوگوں پر جنہوں نے محکم شدہ میثاقوں کو توڑ دیا۔تم نے خدا کو اپنا کفیل قرار دیا تھا، خدا کی قسم وہ پیمان شکن تم ہی ہو۔(صحیفہ کربلا اردو ترجمہ: مولف۔حجتہ الاسلام والمسلمین علی نظری منفرد مترجم نثار احمد زین پوری: (دسویں محرم کو امام حسین کا کربلا میں) دوسرا خطبہ ص ۲۴۶)

حضرت حسینؓ نے نام لے لے کر ان کو مخاطب کیا جنہوں نے خط لکھ کر بلایا تھا شیعہ لکھاری لکھتا ہے

امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا اے ژیث بن ربعی، اے حجار بن الجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھے خط نہیں لکھے تھے کہ میوے پک چکے، زمین سر سبز ہے اگر آپ آئیں تو مسلح لشکر آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

قیس بن اشعث نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ اپنے چچا کے خاندان کے سامنے تسلیم ہو جائیں تو آپ کے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔(صحیفہ کربلا اردو ترجمہ

مولف علی نظری منفرد مترجم نثار احمد رص ۲۴۸)

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ آپ سے بات نہ کرتے تھے اور آپ نے آواز دی اے شبث بن ربعی، اے حجار بن البحر، اے قیس بن اشعث، اے زید بن الحارث کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور صحن سرسبز ہو چکا ہے آپ ہمارے پاس آئیں بلاشبہ آپ ایک جمع شدہ فوج کے پاس آئیں گے۔

انہوں ے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا ہم نے خط نہیں لکھے آپؓ نے فرمایا سبحان اللہ خدا کی قسم تم نے خط لکھے ہیں پھر فرمایا اے لوگو! اگر مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو میں تم کو چھوڑ کر واپس چلا جاتا ہوں تو قیس بن اشعث نے آپؓ سے کہا کیا آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے فیصلہ کو نہیں مانیں گے، بلاشبہ وپ آپ کو تکلیف نہیں دیں گے اور جس بات کو آپؓ پسند کرتے ہیں آپ ان سے وہی بات دیکھیں گے حضرت حسینؓ نے اسے کہا تو اپنے بھائی کا بھائی ہے کیا تو چاہتا ہے کہ بنو ہاشم تجھے مسلم بن عقیل کے خون سے بھی زیادہ تلاش کریں؟ (تاریخ ابن کثیر حصہ ہشتم ر۴۱ سے ۴۷ ہجری کے واقعات رص ۵۱۰)

''جاسوسوں نے صلح کی ہر کوشش کو ناکام کروادیا''

جب حضرت حسینؓ کربلا کے میدان میں پہنچے اور حالات کا جائزہ لیا تو آپ کو اندازہ ہو گیا کہ دھوکہ بازوں کی شقاوت و بدبختی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے اور یہ مکار لوگ کسی طرح بھی راہ راست کو قبول کرنے والے نہیں ہیں تو آپؓ نے کمالِ حکمت اور اعلیٰ درجہ کی بصیرت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ۳ باتیں ارشاد فرمائیں جن سے آپؓ کی ذہانت و ذکاوت، امن و صلاح، جذبہ خیر

وفلاح اور اعلیٰ درجہ کی دانائی کا پتہ چلتا ہے، آپؓ نے فرمایا
(۱)۔ اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دو تا کہ جہاد کے ذریعے میں دین حق کی حفاظت کرسکوں۔
(۲)۔ یا جس طرف سے میں آیا ہوں مجھے اسی طرف جانے دو تا کہ میں حرم میں اپنی باقی حیات عبادت کرتے ہوئے گزاردوں!
(۳)۔ یا پھر مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اور وہ خود مل بیٹھ کر کسی بات پر اتفاق کرلیں۔
مختصر تاریخ ابن عساکر میں اس حوالے سے جو بیان منقول ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو سیدنا حضرت حسینؓ سے قتال کیلئے بھیجا تو اس موقعہ پر حضرت حسینؓ نے عمر بن سعد کو یہ پیش کش کی کہ اے عمر میری طرف سے ایک بات کو آپ اختیار کریں، یا تو مجھے چھوڑ دیا جائے، میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاتا ہوں۔ اگر یہ بات نہیں تو تم مجھے یزید کی طرف لے چلو تا کہ میں اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ میں دے دوں پھر وہ میرے متعلق جو حکم کرے۔ اگر یہ بھی آپ نہیں مانتے تو مجھ ترک کی طرف روانہ کردو میں ان سے اپنی موت تک قتال کروں گا۔
(مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور رص ۱۴۷ رج ۷ رتحت الحسین بن علیؓ)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں
عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسینؓ کے ساتھ جنگ کیلئے عمر بن سعد کو بھیجا حضرت حسینؓ کے پاس جب وہ پہنچا تو سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ میری طرف سے تین چیزوں میں سے ایک اختیار کرلو۔
(۱)۔ یا تو جس طرف سے میں آیا ہوں مجھے اسی طرف واپس جانے دو

(۲)۔یا مجھے یزید کی طرف جانے دو میں اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ میں رکھوں گا

(۳)۔اگر اس بات کا بھی انکار کرتے ہو تو مجھے ترکوں کی سرحد کی طرف جانے دو تا کہ میں وہاں جا کر اپنے انتقال تک جہاد کروں۔(سیر اعلام النبلاء للذھبی ۲۰۹/ ۔۲۱۰ تحت تذکرہ حسین ابن علی البدایہ لابن کثیر/ ج ۸/ ص ۱۷۰ بروائت القاسم بن سلام تحت حسین بن علیؓ)

حضرت حسینؓ کی جانب سے ان تین باتوں کے پیش کرنے کا واقعہ ابن جریر نے اپنی تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۰ تحت ۶۰ ھجہ طبع قدیم میں عمار الاھتی کے تذکرہ کے تحت درج کیا ہے۔

اہل اسلام مؤرخین کے علاوہ دیگر ادیان کے پیروکار قلم کاروں نے بھی حضرت حسینؓ کی ان تینوں باتوں کو نقل کیا ہے۔

جاسوسی دین سے وابسطہ مؤرخ ابوالفرج الاصبانی متوفی ۳۵۶ ھجہ نے اپنے معروف تصنیف مقاتل الطالبین میں لکھا ہے

قال فوجه الى عمر بن سعد فقال ماذا تريدون منى انى مخيركم ثلاثاً ان تتركونى الحق بيريد او ارجع من حيث جئت او امضىٰ الى بعض ثغوله المسلمين.

یعنی امام حسینؓ نے اپنے مقابلین کو فرمایا کہ

(۱) مجھے چھوڑ دو تا کہ میں یزید کو جا ملوں

(۲) یا جہاں سے میں آیا ہوں ادھر مجھے لوٹنے دو

(۳) یا میں مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں مجھے اس طرف جانے دو۔(مقاتل

الطالبین لابی الفرج الاصبہانی طبع بیروت جلداول رجع الحدیث الی مقتلہ صلوات اللہ علیہ)۔

اسی گروہ کے لکھاری شیخ مفید صفحہ ۲۱۳ ھجہ ''الارشاد'' میں لکھتا ہے

ان یرجع الی المکان الذی هو منه اتی، او یسیر الی ثقر من الثفور فیکون رجلاً من المسلمین له مالهم و علیه ماعلیهم، رویاتی امیر المؤمنین یزید فیضع یده فی یده فیریٰ فیما بینه و بینه (الارشاد لشیخ مفید تحت ذکر حالات الحسین رص ۲۱۲)۔

عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا کہ تین میں سے کسی ایک بات کو مان لو یعنی (۱) مکہ واپس جانے دو (۲) یا یزید کے پاس جانے دو (۳) یا میدان جہاد کی طرف جانے دو۔

تلخیص الشافی میں بھی لکھا ہوا ہے

جسمیں حضرت حسینؓ نے عمر بن سعد کو دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ

او ان اضع یدی علی ید یزید فهو ابن عمی یریٰ فی رایه

(یعنی مجھے یزید کی طرف جانے دو کہ) میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں وہ میرا ابن عم ہے وہ خود اس بارے میں فیصلہ کرے گا (تلخیص الشافی رج ۴ رص ۱۸۶ فصل فی ذکر امامتہ الحسن والحسین)

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ

فیضع یده فی یده فیری فیما بینه و بینه رایه

اس عبارت کا مطلب بھی اوپر والی عبارت سے ملتا جلتا ہے (بحارالانوار/ج ۱۰/ص ۲۱۱ تحت ماجری علیہ بعد بیعت الناس لیزید)

عباس قمی نے لکھا ہے کہ

یا انکہ برودور نزدامیریزید دست خود رادر دست اونبدتا او برچہ خواید بکند

عباس قمی کی اس فارسی عبارت کا حاصل بھی وہی ہے جو اوپر تلخیص وغیرہ میں لکھا جا چکا ہے (منتھی الامال/ج ۱/ص ۳۳۵/تحت گفتگونمودن امام باعمر بن سعد)۔

اعلام الوریٰ باعلام الھدی اور عمدۃ الطالب سمیت بیسیوں کتابوں میں حضرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے ان تین باتوں کو پیش کرنے کا تذکرہ درج ہے۔

''ان شرائط صلح پر حضرت عمر بن سعد کی خوشی اور ابن زیاد کی آمادگی''

عمر بن سعد حضرت سیدنا الحسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے ان شرائط صلح کو سن کر اس امید سے مطمئن ہوئے کہ امید ہے اس آزمائش سے مجھے نجات مل جائے گی اس نے حضرت حسینؓ کی یہ شرائط لکھ کر ابن زیاد کو روانہ کر دیں

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں

عمر بن سعد نے حضرت حسینؓ کے پاس قاصد بھیجے کہ آپ کوفہ کیوں آئے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا اہل کوفہ نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس کوفہ آجاؤں، اب جبکہ انہوں نے مجھے ناپسند

کیا ہے تو میں مکہ مکرمہ واپس چلا جاتا ہوں اور تم کو چھوڑ دیتا ہوں، جب عمر بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے گا اور اس نے یہ بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی۔ (تاریخ ابن کثیر مترجم حصہ ہشتم رص ۵۰۵)

مولانا اکبر شانہ نجیب آبادی لکھتے ہیں

(حضرت سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کی ۳ باتیں) عمرو بن سعد سن کر بہت خوش ہوا اور کہا میں بطور خود کوئی پختہ جواب آپ کو اس معاملے میں ان باتوں کے متعلق نہیں دے سکتا، میں ابھی عبیداللہ ابن زیاد کو اطلاع دیتا ہوں یقین ہے کہ وہ ضرور ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کرے گا، عمرو بن بھی اس میدان میں خیمہ زن ہو گیا اور ابن زیاد کو یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی رج ۲ رص ۶۱)۔

طبری میں ہے

ابن سعد نے کہا امید تو ہے کہ خدا مجھ کو ان سے لڑنے اور ان کے ساتھ کشت وخون کرنے سے محفوظ رکھے گا اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں یہاں جب آ کر حسینؓ کے مقابل اترا تو ایک قاصد کو ان کے پاس بھیجا، ان سے میں نے پوچھا کہ ان کے آنے کا کیا سبب ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں، کس چیز کے طلبگار ہیں، انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے، میرے پاس ان کے قاصد آئے اور اس بات کے خواستگار ہوئے کہ میں یہاں آؤں میں چلا آیا، اب اگر میرا آنا ان کو ناگوار ہے اور قاصدوں سے جو کچھ انہوں نے کہلا بھیجا اب اس کے لاف ان کی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ (تاریخ طبری رج ۴ رحصہ اول ر ۶۱ ھجری، ص ۲۲۴)۔

علامہ ابن خلدون نے لکھاہے کہ

دو چار ملاقاتوں کے بعد عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ بعد حمد وثناء کے واضح ہو کر اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ بجھادی اور اختلاف دفع کر کے سب میں اتفاق پیدا کر دیا امام حسینؓ نے یہ تین درخواستیں پیش کی ہیں۔ (پھر آگے وہی ۳ شرائط لکھیں جن کا ذکر پیچھے گزرا ہے)۔ (تاریخ ابن خلدون/ج ۳/حصہ ۲/ص ۳۹۷)۔

ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اس واقع کو درج کیا ہے کہ (قاصد کو آتے دیکھ کر پوچھنے پر) حبیب ابن مظاہر نے عرض کیا: یہ شخص قبیلہ تمیم سے ہے میرا بھانجہ ہے اور ذی عقل اور دانش مند ہے مجھے ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ یہ لشکر مخالف کا شریک ہوگا غرضیکہ جب قرہ حاضر ہوا سلام کر کے پیام عمر سعد پہنچایا حضرت نے جواب دیا تمہارے اہل شہر نے بے شمار خط بھیجے بہ اصرار تمام بلایا اس لئے میں یہاں ایا اگر میرا آنا تم کو ناگوار ہو تو میں واپس جاتا ہوں۔۔۔۔ جب حضرت کا جواب عمر ابن سعد کو پہنچا اس نے کہا میں خدا سے تمنا کرتا ہوں کہ مجھے حسین ابن علیؓ کے محاربہ سے نجات دے، اس وقت عمر سعد نے ابن زیاد کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ (بحار الانوار مترجم حصہ اول در احوال امام حسین/ص ۲۰۷)۔

کچھ آگے چل کر باقر مجلسی اپنی بحار الانوار میں لکھتا ہے کہ

جب حضرت نے جمعیت لشکر شقاوت اثر ملاحظہ کی تو عمر سعد سے کہلا بھیجا میں تجھ سے آج رات ملاقات چاہتا ہوں، چنانچہ عمر ابن سعد حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آیا حضرت تادیر اس سے گفتگو فرماتے رہے اس کے بعد عمر سعد اپنے لشکر میں پھر گیا اور اس نے ابن زیاد کو نامہ لکھا، اما بعد حق تعالیٰ نے آتش حرب وقتال کو بجھا دیا اور اختلاف کو اتحاد سے مبدل کیا۔ امر امت کی اصلاح

فرمائی اب حسینؓ چاہتے ہیں کہ اپنے وطن پھر جائیں یا کسی سرحد کی طرف نکل جائیں ان کا حال مانند سائر مسلمین کے ہو اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہر نیک و بد میں انکا حصہ ہو یا یہ کہ یزید کے پاس چلے جائیں اور جو امر اس سے قرار پائے عمل میں لائیں۔ (بحار الانوار مترجم حصہ اول دراحوال امام حسین ؍ص ۲۱۲)۔

۔۔۔۔۔۔۔ نے شیخ مفید کا وہ خط نقل کیا ہے جو انہوں نے حضرت سیدنا حسینؓ سے ملاقات و مذاکرات کے بعد لکھا تھا، خط یہ ہے

اما بعد فانی حیث نزلت بالسحین بن علی بعثت الیه من رسلی فسلته عما اقدمه و ماذا یطلب؟ فقال کتب ایی اهل هذهة البلاد و اتیتنی رسلهم لسئلوننی ابقدوم فاما اذا کرهتمونی وبدالهم غیر ما اتننی به کتبهم فانا منصرف عنهم

بسم اللہ الرحمٰن الرحمٰن: اما بعد: بعد از حمد خدا میں نے کربلا پہنچتے ہی کسی کو امام حسین کے پاس بھیجا تا کہ ان کے ادھر آنے کی وجہ دریافت کروں، تو حضرت نے فرمایا کہ کوفہ کے لوگوں نے مجھے خطوط لکھ کر دعوت دی، بے درپے وفد بھیجے اور کوفہ آنے پر اصرار کیا میں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور کوفہ آ گیا، نیز انہوں نے فرمایا کہ اگر کوفہ والوں کو میرا ادھر آنا ناپسند ہے اور وہ اپنے وعدے سے منحرف ہو چکے ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ والسلام (مدینہ سے مدینہ تک ؍ص ۲۱۸۔۲۱۹)۔

سید اولاد حیدر بلگرامی اپنی کتاب ذبح عظیم میں لکھتا ہے

عمر بن سعد نے قرۃ ابن قیس اغطی کو بلایا اور جناب امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا جب وہ خیمہ مقدس کے قریب پہنچا تو جناب امام حسینؑ کی نظر اس پر پڑی اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے، حبیب ابن مظاہرؓ نے عرض کی یہ شخص قبیلہ بنی حنظلہ سے ہے اور

قرایت میں میرا بھانجا ہوتا ہے اور اس وقت تک یہ ہمارے ساتھ خلوص اور حسن عقیدت کے ساتھ پیش آتا ہے۔۔۔۔۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہر کوفہ کے عمائدین اور رئیسوں نے مجھے بلایا اور میں نے ان کی دعوت قبول کی اب اگر میری نسبت ان کی رائے خلاف ہوگئی ہے اور میرے آنے کو وہ اچھا نہیں سمجھے تو بہتر۔ میں جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف چلا جاؤں گا، قرہ نے عرض کی کہ جن لوگوں نے حضور کو تکلیف دی خط لکھ کر بلوایا اور اتنے دور دراز سفر کی رحمت دی اب وہی لوگ آپ کو چھوڑ کر ابن زیاد کے حاشیہ پوسوں میں شامل ہیں خدا ان پر لعنت کرے۔۔۔۔ابن سعد نے اس وقت ابن زیاد کے پاس خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اما بعد فانی حیث نزلت بالحسین بعث الیہ رسولی مسئلتہ عما اقدمہ وماذا تطلف فقال کتب الی اہل ہذا البلاد واتتنی رسلھم فسلونی القدوم فاما اذا کرہتمونی وبدالھم غیر ما اتتنی بہ کتبھم فانا منصرف عنھم

میں جب وقت کربلا میں داخل ہوا، میں نے جناب امام حسینؑ کی خدمت میں قاصد بھیجا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کیوں آئے ہیں، آپ نے جواب کہلا بھیجا کہ کوفہ کے لوگوں نے کثرت سے خطوط میرے نام لکھ کر روانہ کئے اور یکے بعد دیگرے اپنے قاصد میرے پاس بھیجے اور میرے آنے کے خواستگار ہوئے میں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اب اگر وہ اپنے قول سے پھر گئے اور ان کی رائے دگر گوں ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ (ذبح عظیم، طبع جدید/ص ۱۴۰ از سید اولاد حیدر بلگرامی)۔

''شرائط صلح رد کرنے میں دھوکہ بازوں کا کردار''

فتنہ اس آگ کو بجھانے کیلئے حضرت سیدنا حسین ابن علیؓ نے انتہائی معقول ترین ۳ صورتیں پیش کیں جن کو مسلم و غیر مسلم مؤرخین نے درج کیا ہے گویا یہ مسلم بات ہے کہ حضرت حسین ابن علیؓ نے ان مکار اور دھوکہ باز لوگوں کی آسمان سے باتیں کرتی بدبختی کو دیکھ کر پوری کوشش فرمائی کہ ان سازشیوں کے جال سے امت کو بچایا جائے چنانچہ آپ نے کمال تدبر کا مظاہرہ فرمایا اور کربلا میں عمر ابن سعد کے جواب میں ایسی باتیں ارشاد فرمائیں جن کی موجودگی میں لڑائی اور جنگ کا کوئی امکان باقی نہیں رہ جاتا مگر ان انتہائی معقول شرائط کے باوجود کربلا میں قیامت صغریٰ کیوں برپا کی گئی؟ اس کے بارے میں چند ضروری گزارشات تو کچھ آگے چل کر عرض کی جائیں گی یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان شرائط اور بے حد معقول باتوں کو سن کر عمر ابن سعد بہت خوش ہوا اور اس بات پر مطمئن ہو گیا کہ اللہ جل شانہ اس لڑائی کو ٹال دیں گے اسی خوشی میں جلدی جلدی اس نے یہ صورت حال ابن زیاد کو لکھ بھیجی اس امید کے ساتھ کہ ان میں سے کسی بات کو قبول کر لیا جائے گا اور پھر دونوں قافلے اپنی منزلوں کی طرف چل دیں گے ابن زیاد نے بھی ان شرائط اور باتوں کو سنا تو وہ بھی ان میں سے کسی ایک بات کو ماننے پر آمادہ ہو گیا مگر وہ جاسوس ٹولہ جس نے یہ اتنی لمبی سازش تیار کر کے حضرت حسینؓ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا وہ تو قلعہ خیبر کی شکست کا بدلہ لینے کیلئے تڑپ رہے تھے بھلا وہ ان معقول ترین شرائط کو کیسے ماننے دے سکتے تھے وہ تو ابن زیاد کو اضافی گورنری اور کوفہ کی بھرپور طاقت اسی قرارداد کے تحت دلا لائے تھے کہ ان کے مقاصد پورے کرنے میں ابن زیاد معاون اور سرپرست کا کردار ادا کرے گا، پس امر واقعہ یہی ہے کہ نواسہ رسول سیدنا حضرت حسین ابن علیؓ نے اپنے کمال تدبر اور فراست ایمانی کے زور سے ان دھوکہ

بازوں کی سازشوں کو آگ لگا دی اور ان سازشیوں کو بلکل ننگا کر دیا ان مدبرانہ ۳ صورتوں کی موجودگی میں مسلمان تو مسلمان کوئی کافر بھی جنگ پر آمادہ نہیں ہوسکتا مگر یہاں مد مقابل کافر نہیں وہ جاسوس تھے جو مسلمانوں کی صفوں میں کملہ اسلام پڑھ کر گھس آئے تھے جن کا مشن اسلام کے مقابلے میں ایک متوازی اسلام تیار کر کے امت کی دینی بنیاد کو منہدم کرنا اور حربی کافروں کے ساتھ ساز باز کر کے امت اسلام کا شیرازہ بکھیرنا ان کو اپس میں لڑانا اور مرکز وحدت کو تہس نہس کرنا تھا لہٰذا جب حسینی تدبر نے جنگ برپا ہونے کے تمام معقول دروازے بند کر دیئے تو ان جاسوسوں نے شمر کو انگلی لگائی اور وہ ابن زیاد پر سوار ہو گیا کہ اگر آج حضرت حسینؓ تیرے ہاتھوں سے نکل گئے تو دوبارہ کبھی بھی وہ قابو نہیں آئیں گے لہٰذا ان کو جواب دو کہ پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کرو باقی باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی مؤرخین لکھتے ہیں

عمر بن سعد نے ابن زیاد کی طرف خط میں یہ باتیں لکھ کر بھیج دیں جب ابن زیاد نے یہ باتیں پڑھیں تو کہا بہت اچھا میں ان باتوں کو قبول کرتا ہوں، پس شمر بن ذی الجیوشن اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا جب تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے حکم کو قبول نہ کرلیں۔ (تاریخ ابن کچیر حصہ ہشتم ۱۴۱ تا ۷۳ ہجری کے واقعات ص ۵۰۶)۔

(ابن سعد کی طرف سے لکھے گئے خط کو پڑھ کر ابن زیاد نے کہا (راقم)) حسین نے وہ بات پیش کی ہے جس سے فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا اور وہ یزید کے پاس جر کر بیعت کرلیں گے تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا، لیکن شمر ذی الجوشن اس وقت اس کے پاس موجود تھا اس نے کہا کہ اے امیر اس وقت تجھ کو موقع حاصل ہے کہ تو حسینؓ کو بلا تکلف قتل کر دے تجھ پر کوئی الزام عائد نہ ہوگا لیکن اگر حسینؓ یزید کے پاس چلے گئے تو پھر ان کے مقابلے میں تیری کوئی عزت وقدر باقی نہ رہے گی

اور وہ تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کرلیں گے۔(تاریخ اسلام حصہ دوم رص ۶۱ از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)۔

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا کہ میں اس کو منظور کرتا ہوں یہ خط ایسے شخص کا ہے جو امیر اور رعایا کا خیر خواہ ہے، شمر ذی الجوشن نے اٹھ کر کہا کیا تم اس درخواست کو قبول کرلو گے، وہ (حسینؓ) تیرے ملک آ گیا ہے تمہارے قبضہ میں ہے واللہ اگر وہ یہاں سے کوچ کر کے چلا گیا اور اس نے تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو وہ تم سے زیادہ شوکت وقوت والا بن جائے گا اور تم اس کے مقابلے میں کمزور ناتواں رہو گے، میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ تم اسکو اپنا حکم ماننے پر مجبور کرو اگر حکم نہ ماننں پر تم ان کو سزا دو گے تو تم کو اسکا حق حاصل ہے اور اگر درگزر کرو گے تو اسکا تم پر الزام آئے گا۔۔۔ابن زیاد ایک دم اس کے جھانسے میں آ گیا فوراً ایک خط لکھ کر شمر کو عمر کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلوایا کہ حضرت حسینؓ اور اسکے ساتھیوں کو ہماری اطاعت پر مجبور کرو۔(تاریخ ابن خلدون ر ج ۳ر حصہ ۲ر ص ۳۹۷)۔

اہل اسلام مؤرخین کے علاوہ غیر مسلم قلمکاروں نے بھی یہی صورت حال نقل کی ہے ملا باقر مجلسی نے اپنی مایہ ناز کتاب بحارالانوار میں لکھا ہے کہ

جب ابن زیاد کو یہ خط پہنچا تو اس نے پسند کیا اور کہا کہ عمر سعد نے یہ خط از راہ شفقت ونصیحت لکھا ہے اس وقت شمر ذی الجوشن اٹھ کر کہنے لگا: اے امیر آیا تو حسینؓ کے مدینہ جانے پر راضی ہوتا ہے، آگاہ ہو کہ اب حسینؓ تیرے قابو میں آ گئے ہیں اگر ایسے حال میں انہوں نے بیعت نہ کی اور پھر گئے تو ان کی قوت بڑھے گی اور تیرا ضعت وعجز ظاہر ہو گا تو ہر گز انہیں نہ چھوڑ اس سے تیری بڑی سستی وذلت ظاہر ہو گی لہذا جب تک وہ معہ اصحاب تیرے حکم کو قبول نہ کریں ان کے ساتھ کوئی

رعائت نہ کر۔(بحار الانوار مترجم حصہ اول در احوال امام حسین ؍ص ۲۱۲)۔

عبیداللہ نے اپنے مددگاروں کو یہ (ابن سعد کا) خط پڑھوایا اور کہا: ابن سعد اپنے خاندان والوں کیلئے چارہ جوئی میں لگا ہوا ہے، یہ سن کر شمر زن ذی الجوشن اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: کیا آپ ابن سعد کی یہ حرکت برداشت کریں گے؟ حسین آپ کی سرزمین پر آپ کے پاس آ گئے ہیں خدا کی قسم اگر وہ اس سرزمین سے آپ کی بیعت کئے بگیر کوچ کر گئے تو وہ دن بدن مضبوط ہوتے چلے جائیں گے اور پھر آپ انہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے ان کی اس بات کو قبول نہ کیجئے کہ اس میں آپ کی شکست ہے اگر وہ خود اور ان کے اصحاب وانصار آپ کے فرمان کے سامنے سرخم کریں تو پھر آپ کو اختیار حاصل ہوگا۔(صحیفہ کربلا مترجم اردو ؍ص ۲۱۹ مؤلف علی نظری منفرد)۔

''پانی کی بندش''

جب نواسہ رسول سیدنا حضرت حسینؓ ابن علیؓ نے اپنی خداداد بصیرت اور کمال حسن تدبر سے تین انتہائی قابل قبول صورتی پیش فرما کر جنگ کے بھڑکتے شعلوں کو سرد کر دیا تو سازشوں کے جال بچھانے والے دشمنان دین کے اوسان خطاء ہو گئے وہ رات دن کا پورا زور لگا کر جس تیزی کے ساتھ لڑائی اور دشمنی کو آگ کو تیز کر رہے تھے ان کی سالوں پر محیط کمائی پر حضرت حسینؓ کے یہی چند شرائط امن کے جملے ہی ایسے غالب آئے کہ ان کی ساری محنت پر پانی پھر گیا اب ان کی ہر طرف بچھے ہوئے جاسوسی کے جال پورے زور سے حرکت میں تو آ گئے مگر ان کو یہ یقین ہو گیا کہ اب چند لمحات بھی ضائع کرنا، کی کرائی پر پانی پھیرنے کے مترادف ہوگا، لہٰذا اب انہوں نے پہلا کام تو یہ کیا کہ ابن زیاد کو حضرت حسینؓ کے خلاف پوری طرح بھڑکا دیا اور شمر کے ذریعے ابن زیاد پر واضح

کر دیا کہ ان شرائط میں سے کسی شرط کو ماننے پر ہم ہرگز راضی نہیں ہیں بلکہ صرف ایک ہی صورت ہے کہ حضرت حسینؓ اور ان کے تمام رفقاء تیرے ہاتھ پر بیعت کریں پھر دیکھا جائے گا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے اگر وہ بیعت نہ کریں تو بغیر کسی تاخیر کے ان پر حملہ کر دیا جائے، جیسا کہ شیعہ قلم کار سید اولاد حیدر بلگرامی اپنی کتاب ذبح عظیم میں وضاحت کر چکا ہے کہ وہی خط لکھ کر بلانے والے اب ابن زیاد کے حاشیہ پوسوں میں شامل ہو گئے تھے (ملخص۔ذبح عظیم رص ۱۴۰)۔ ان دھوکہ دیکر بلانے والوں نے ابن زیاد کے پاس جو گھیرا ڈالا ہوا تھا عام طور پر ان کی زبان شمر بولتا اور ترجمانی کرتا تھا چنانچہ ابن زیاد پر انہوں نے ایک تو یہ واضح کیا کہ آپ ان شرائط صلح کو قبول نہیں کر سکتے جس سے ابن زیاد کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ میرے حاشیہ پوس کیا چاہتے ہیں دوسرا یہ کہ عمر بن سعد جو صلح کے نئے نئے راستے تلاش کر رہا ہے اور وہ اس لڑائی کو ٹالنے میں پورا زور صرف کر رہا ہے اس کو بھی سبق سکھانا چاہیے یہ شخص اہل نہیں کہ فوج کا سربراہ رکھا جائے بلکہ پہلے اسکو قتل کر دینا چاہیے۔شمر اور حاشیہ پوس جاسوسوں نے ابن زیاد کو عمر بن سعد کے خلاف اس لئے بھڑکانا شروع کیا تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی گیم خراب ہوتی جا رہی تھی، چنانچہ ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر عمر بن سعد کو خط لکھا کہ

میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ قتل حسینؓ سے باز رہے اور لڑائی کو طول دے، بقائے حسینؓ کی تمنا کرے، مجھ سے ان کا عذر خواہ اور شفاعت خواہ ہو۔آ گاہ ہو جس وقت نامہ میرا تجھے پہنچنے چاہیے حسین واصحاب حسین پر میری اطاعت پیش کر۔اگر قبول کریں انہیں میرے پاس بھیج دے اگر انکار کریں، ان کو قتل کر۔اعضاء ان کے پارہ پارہ کر اس لئے کہ یہ لائق قتل وعقوبت ہیں۔جب تو حسین کو قتل کر چکے تو جسم انکا گھوڑوں کے سموں سے پائمال کر کیوں یہ حد سے باہر ہو گئے ہیں اور

ستمگار ہیں۔ اگرچہ مرنے کے بعد ان کے جسم پر گھوڑے دوڑانے سے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا مگر جو بات میری زبان سے نکل گئی ہے اس پر عمل کر۔ پس اگر ایسا کریگا تو میرے نزدیک معزز و مکرم ہوگا جزائے نیک تجھے دوں گا۔ اگر تجھ سے نہ ہوسکے تو امارت لشکر سے دستبردار ہو اور حکومتِ سپاہ شمر کو دے تاکہ میں نے جو حکم کیا ہے عمل میں لائے گا۔ واسلام۔ یہ نامہ ابن زیاد نے شمر کو دیکر کہا عمر سعد کے پاس لے جا اور بیان کر کہ حسین اور اصحاب حسین میری اطاعت کریں اگر قبول کیا زندہ سلامت ان کو میرے پاس بھیج دے اگر انکار کیا ان سے جنگ کر۔ پس عمر سعد اگر موافق حکم عمل کرے تو اس کا تابع اور مطیع رہ اگر عمل نہ کرے تو میں نے تجھے امیر لشکر کیا۔ تو عمر سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ (بحارالانوار حصہ اول مترجم دراحوال امام حسین ص ۲۱۳)۔

ابن زیادہ۔۔۔عمر سعد سے سخت ناراض ہوا اراسک وفوراً یہ خط لکھا

اما بعد:. یا بن سعد قد بلغنی انک تخرج فی کل لیلته و قبسط بساطاً تدعوا الحسین و تتحدث معه حتی یضیء اللیل شفریه فاذا قرء ت کتابی فامره ینزل علی حکی فان اطاع اولیٰ والاً امنا من شرب الماء فانی حللته علی الیهود و النصاری و حرمته علیه و علی اهل بیته محل بین السحینؑ و اصحابه و بین الماء فلا یذیقوا منه قطرة کما صنع بالتقی والنقی عثمان امیر المؤمنین مظلوماً۔

اے پسر سعد مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تو تمام رات اپنی لشکر گاہ سے برابر باہر رہتا ہے اور کنارہ فرات پر فرش بچھا کر خود بیٹھتا ہے اور جناب امام حسینؑ کو کربلا کر بٹھلاتا ہے اور ان سے ہر قسم کی گفتگو کرتا ہے اور ان سے بملامت پیش آتا ہے پس جس وقت میری یہ کتابت تجھ کو ملے اور تو اسکو پڑھے تو

ان کو حکم دے کہ میرے حکم کو تسلیم کریں۔ اگر وہ مان لیں فبھا۔ اور اگر نہ مانیں تو یکم قلم۔ اب فرات کو امام حسین پر بند کرے اور تو ان میں اور اب فرات میں حائل ہو جا اور میں نے اس وقت سے آب فرات کو یہود و نصاریٰ پر حلال اور حسین اور ان کے اہل بیت اور اصحاب پر حرام کیا۔ پس تجھ کو مناسب ہے کہ تو نہر فرات کا پورا محافظ اور نگہبان رہ تا کہ وہ لوگ پانی نہ پینے پائیں اور اس میں سے ایک قطرہ نہ لے جاسکیں جیسا کہ مظلوم و متقی امیر المؤمنین عثمان کے ساتھ کیا گیا تھا۔۔۔۔

عمرو بن حجاج نے بھی اسی طرح جناب امام حسین علیہ اسلام کو آواز دی اور کہا کہ!

یا حسین هذا لماء بلغ فیه الکلاب و تشرب منه الخنازیر و اهل استواد والحمیر والذئاب ولاتذوق منه والله قطرة حتی تذوق الحمیم فی نار الجحیم.

اے حسین (علیہ اسلام) یہ اب فرات ہے جس کو کتے تک پیتے ہیں اور تمام جانوران نجس صحرائی مثل سور، گدھے اور بھیڑیے سب پیسے ہیں اور تم کو قسم بخدا اس ک اایک قطرہ تک نہیں مل سکتا۔۔۔۔ (آخری جملہ کا ترجمہ کرنے سے قلم لرزتا ہے ہمت نہیں کہ نوک قلم پر لایا جا سکے)۔۔۔عمرو ابن الحجاج حضرت عباس علیہ اسلام کی اس دلیرانہ ہمت سے سخت نادم ہوا عمر ابن سعد نے صبح ہی سے پہرہ کا انتظام اور مستحکم کر دیا۔ (ذبح عظیم از سید اولاد حیدر بلگرامی ص ۱۴۲ تا ۱۴۴)۔

(شمر کی باتیں سن کر) ابن زیاد نے کہا: یہ اچھا مشورہ ہے میری بھی یہی رائے ہے اے شمر تم میرا خط لیکر ابن سعد کے پاس جاؤ تا کہ وہ حسین اور ان کے اصحاب کو سنائے اگر وہ میرے حکم سے روگردانی کریں تو ان سے جنگ کرے اور اگر عمر سعد ان سے جنگ کرنے میں پس وپیش کرے تو تم فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے لینا اور ابن سعد کی گردن مار دینا اور اس کا سر میرے

پاس بھیج دینا۔(صحیفہ کربلا مترجم اردو مؤلف علی نظری منفرد مترجم نثار احمد زین پوری رص ۲۱۹)۔
جیسا کہ علی الاتفاق مسلم اور غیر مسلم مؤرخین کا بیان ہے، عمر ابن سعد اس جنگ کی آگ بجھانے میں بھرپور کوشش کرتا رہا حضرت حسینؓ سے بار بار ملاقاتیں اور صلح کی مختلف تدبیروں پر غور وخوض کے بعد بلآخر معقول ترین صورت سامنے آ ہی گئی کہ خانوادہ رسالتمآب ﷺ کے چشم و چراغ نے کمال تدبر اور حکیمانہ ۱۳ ایسی صورتیں پیش فرمادیں جو انتہائی قابل قبول تھیں ان باتوں کو سن کر عمر بن سعد بہت خوش ہوا اور امید ظاہر کی خدائی واحد اب اس مشکل کو ہم سے ٹال دے گا اور یقیناً عداوت کی آگ بجھ جائے گی یہی وہ کاوشیں تھیں جن کی وجہ سے جاسوسی ونگ عمر بن سعد پر غضبناک ہو گیا کیونکہ صلح کی کوشش کرنا ان کی سازش ناکام کرنے کی جسارت تھی اسی وجہ سے وہ دھوکہ باز عمر بن سعد کے جانی دشمن بن گئے اور حضرت حسینؓ سے پہلے عمر بن سعد کے قتل کا پروگرام ترتیب دیا اور شمر ذی الجوش اسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بذات خود میدان کارزار میں پہنچا۔

''دھوکہ بازوں کا کردار میدان کربلا میں''

خط لکھ کر حضرت حسینؓ کو کوفہ بلانے والوں نے جب حضرت حسینؓ پر قابو پالیا تو تلواریں تیر و کمال اور جنگی سامان کے ساتھ پوری تیاری کر کے کربلا کے میدان میں نکل آئے، شیعہ قلم کار اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے

پھر کیا تھا ہر ایک نے اصحاب حسین پر تیر برسانا شروع کر دیئے نتیجہ میں اصحاب حسین میں سے کوئی بھی ایسا نہ بچا جو زخمی نہ ہوا ہو اور اس حملہ میں امام حسینؑ کے پچاس اصحاب شہید ہو گئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ تیر اس جماعت نے مارے ہیں اٹھو اور موت کی طرف بڑھو کہ اس سے مفر نہیں ہے خدا تمہاری مغفرت کریگا۔

آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت کچھ تک جنگ کرتی رہی وہ بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئی۔

''پہلے حملہ میں شہید ہونے والے'' (ہیڈنگ کے تحت لکھتا ہے)

پہلے حملہ میں شہید ہونے والے اصحاب حسینؑ کی تعداد ابن شہر اشوب نے چالیس بیان کی ہے۔۔۔۔

(۱)۔ادھم بن امیہ۔ یہ بصرہ کے ان شیعوں میں سے تھے جو ماریہ کے گھر اکٹھے ہوئے تھے۔

(۲)۔امیہ بن سعد۔ یہ امیر المؤمنینؑ کے صحابی، تابعی اور کوفہ کے رہنے والے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین کوفہ آرہے ہیں تو اس وقت امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے جب دونوں فوجوں کے درمیان گفتگو کا سللہ چل رہا تھا۔

(۳)۔ بشر بن عمر:۔تابعین میں سے تھے۔۔۔اس وقت آئے تھے جب دونوں فوجوں کے درمیان جنگ نہیں چھڑی تھی۔

(۴)۔جابر بن حجاج:۔جابر امام حسین کے دلیر اصحاب میں سے تھے۔

(۵)۔حباب بن عامر:۔۔۔۔اثنائے سفر میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے۔

(۶)۔جبلہ بن علی:۔کوفہ کے شجاع افراد میں سے ایک تھے شروع ہی سے مسلم کے ساتھ رہے پھر امام حسین کے پاس آئے۔

(۷)۔جنادہ بن کعف:۔مکہ ہی سے امام حسینؑ کے ساتھ تھے وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا آئے۔

(۸)۔جندب بن حجیر کندی:۔۔۔۔امیر المؤمنین کے صحابی تھے اور اثنائے راہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں۔۔۔۔پہنچے۔

(۹)۔جوین بن مالک:۔ یہ شیعہ تھے اور۔۔۔امام حسین سے جنگ کرنے کیلئے ائے تھے لیکن جب ابن سعد نے امام حسین کی شرائط قبول نہ کیں تو۔۔۔۔امام حسین کے پاس پہنچ گئے۔

(۱۰)۔حارث بن شبہان:۔ان کے والد نبہان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے غلام تھے دلیر سوار تھے اور ان کے بیٹے حارث حضرت علیؑ امام حسن اور امام حسین کے طرفدار رہے اور کربلا پہنچ کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(۱۱)۔حارث بن امراء القیس:۔۔۔۔عمر بن سعد کی فوج کے ساتھ کربلا آئے تھے لیکن چونکہ انہوں نے امام حسین کی بات نہیں مانی تھی اس لئے امام حسین سے متصل ہو گئے۔

(۱۲)۔حجاج بن بدر:۔ یہ بصری ہیں۔۔۔امام حسین کے ساتھ رہے یہاں تک عاشورا کے دن ظہر کے وقت شہادت پائی۔

(۱۳)۔حلاس بن عمرو:۔۔۔۔۔کوفہ میں امیر المؤمنین کی افواج کے سپہ سالار تھے پہلے وہ عمر بن سعد کی فوج کے ساتھ کربلا آئے تھے لیکن جب عمر بن سعد نے امام حسین کی شرائط قبول نہ کی تو وہ رات کے وقت امام حسین سے آملے۔

(۱۴)۔زاہر بن عمرو:۔۔۔۔شہرت یافتہ شیعوں میں سے تھے۔

(۱۵)۔زہیر بن سلیم:۔۔۔۔جو لوگ شب عاشورا امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔

(۱۶)۔سالم:۔۔۔۔۔مکہ میں۔۔۔امام حسین سے ملحق ہوئے اور ان کے ہمراہ کربلا پہنچے۔

(۱۷)۔سالم بن عمرو:۔۔۔۔جب طرفین کے درمیان گفتگو چل رہی تھی اس وقت کربلا پہنچے اور اصحاب حسین سے ملحق ہوئے۔

(۱۸)۔سوار بن ابی خمیر:۔۔۔۔پہلے حملہ میں زخمی ہوئے۔۔۔فوج کوفہ میں جوان کے رشتہ دار تھے انہوں نے ابن سعد سے آزاد کرادیا۔۔۔۔چھ ماہ بعد شہادت پائی۔

(۱۹)۔شبیب بن عبداللہ:۔۔۔یہ شجاع تھے سیف اور مالک کے بیٹیوں کے ساتھ امام حسین سے ملحق ہوئے تھے۔

(۲۰)۔عائذ بن مجمع:۔یہ اپنے والد مجمع کے ساتھ اثناء راہ میں امام حسین سے ملحق ہوئے حر بن یزید انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

(۲۱)۔عامر بن مسلم:۔مکہ ائے اور امام حسین سے ملحق ہوئے۔

(۲۲)۔عبداللہ بن بشیر:۔وہ مشہور دلاور تھے اور حق کے طرفدار شمار ہوتے تھے۔

(۲۳)۔عبداللہ بن یزید:۔۔۔مکہ آئے امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر آپ ہی کے ساتھ کربلا آئے۔

(۲۴)۔عبیداللہ بن یزید:۔۔۔بصرہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ میں امام حسین سے ملحق ہوئے۔

(۲۵)۔عبدالرحمٰن بن عبدالرب:۔یہ رسول کے صحابہ اور امیر المؤمنین کے مخلصین میں سے ہیں۔۔۔یہ مکہ سے امام حسین کے ساتھ تھے اور کربلا آئے تھے۔

(۲۶)۔عبدالرحمان بن مسعود:۔۔۔۔جنگ شروع ہونے سے قبل امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو سلام کیا اور پھر آپ ہی کے ساتھ رہے۔

(۲۷)۔عمر بن قبیعہ:۔یہ بہت تیز رفتار تھے: عمر بن سعد کے ساتھ کوفہ آئے اور پھر اصحاب حسین

میں شامل ہوئے۔

(۲۸)۔عمار بن حسان:۔۔۔مکہ سے امام حسین کے ہمراہ تھے اور روز عاشورا تک آپ سے جدا نہیں ہوئے۔

(۲۹)۔عمار بن سلامہ:۔۔۔کربلا میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۳۰)۔قاسم بن حبیب الازدی:۔ یہ کوفہ کے شیعوں میں سے تھے عمر بن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے۔

(۳۱)۔قاسم بن زہیر:۔۔۔(کربلا میں) رات کے وقت یہ امام حسین سے ملحق ہو گئے۔

(۳۲)۔کردوس بن زہیر:۔حضرت علی کے صحابی تھے، رات کے وقت اپنے بھائی کے ساتھ کربلا میں امام حسین سے ملحق ہو گئے۔

(۳۳)۔کنانہ بن عتیق:۔کوفہ کے پہلوانوں، زاہد اور قاریان قرآن میں سے ایک ہیں کربلا میں امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۳۴)۔مسلم بن کثیر:۔۔۔جب امام حسین کربلا میں وارد ہوئے وہ کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔

(۳۵)۔مسعود بن حجاج:۔۔۔جنگ شروع ہونے سے قبل کربلا آئے اور امام حسین کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔

(۳۶)۔مقسط بن زہیر:۔۔۔جب امام حسین کربلا پہنچے تو یہ رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۳۷)۔نصر بن ابی تیز:۔۔۔امام حسین کی خدمت میں رہے آپ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ اور

وہاں سے کربلا آئے اور شہادت پائی۔

(۳۸)۔نعمان بن عمرو الراسبی:۔۔۔رات کے وقت وہ امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۳۹)۔نعیم بن علجلان:۔۔۔۔جب امام حسین عراق آئے تو یہ آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔

(۴۰)۔زہیر بن الخثعمی (صحیفہ کربلا مترجم رص ۲۵۳ تا ۲۶۱)۔

مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بصرہ اور کوفہ وغیرہ سے حاضر ہونے والے یہ وہ خوش نصیب اور سعادت مند حضرات ہیں جو کوفی دھوکہ بازوں کے ہاتھوں ۱۰ محرم ۶۱ ھجہ کربلا میں ہونے والے پہلے حملہ میں شہید ہو گئے ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کوفہ سے ابن زیاد کے فوجی بن کر حضرت حسینؓ کے خلاف لڑنے کیلئے نکلے تھے جیسا کہ خود شیعہ کتابوں میں درج ہے مگر جب حضرین حسینؓ کی انتہائی معقول شرائط کو ابن زیاد نے اپنے مشیروں اور غداروں کے دباؤ میں آ کر رد کر دیا تو صاف دل حضرات عاشورا والی رات حضرت حسینؓ کے قافلہ میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کر گئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ شیعہ لوگوں نے جو کچھ اس حوالے سے لکھا ہے اس کے مطابق پہلی فہرست میں شہید ہونے والے ان چالیس نیک بختوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو خط لکھ لکھ کر حضرت کو کوفہ آں ے کی دعوت دینے والا ہو بلکہ یہ وہ تمام حضرات ہیں جو دھوکہ دیتے اور سازش کا جال بن کر خانوادہ رسالتمآب ﷺ کو دام فریب میں پھسانے کے جرم سے محفوظ رہے ان ابتداہی میں شہید ہونے والوں نے نے نہ خط لکھ کر بلایا اور نہ حضرت حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کا حصہ بنے مگر حضرت حسینؓ جب کوفہ کی جانب تشریف لے آئے تو اپنے رسول کی اولاد کا تحفظ کرنے کیلئے آنکھوں دیکھی موت میں کود گئے۔اور ان خط لکھ کر دعوت دینے والے

ننگ دین ننگ ملت اور عار انسانیت درندوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے پھر موت کو گلے لگانے تک ان پاک بازوں نے ان مکاروں کو حضرت حسینؓ کے قریب تک نہ آنے دیا البتہ وہ ضمیر فروش غدار اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس آنے والے جاسوس ایسی شاطرانہ چال کے ساتھ سادہ لوح لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں کامیاب ہوئے جنھوں نے بارہ ہزار سے زیادہ تعداد میں حضرت حسینؓ کو خط لکھے تھے اور سینکڑوں وفد بھیج کر اپنی وفاداری کا یقین دلانے کی بلکل اسی طرح سے کوشش کی تھی جس طرح حضرت آدم علیہ اسلام کے سامنے جنت میں شیطان نے اپنے مخلص ہونے کا یقین دلایا تھا۔

''پہلے حملہ کے بعد شہادتوں کا جاری سلسلہ''

پہلے حملہ میں شہید ہونے والے ۴۰ سعادت مند حضرات کے بعد حضرت حسینؓ کے باقی رفقاء باری باری نواسہ رسول پر فدا ہونے لگے ایک طرف خط لکھ کر بلانے والے وہ دھوکہ باز تھے جو ایک بدترین سازش کر کے بنو قریظہ و قلعہ جبر کی شکست کا انتقام لینے کیلئے جمع ہو گئے تو دوسری طرف وہ زندہ دل اور ایمانی غیرت سے سرشار پاک باز حضرات بھی تھے جو اپنے نبی کی اولاد کا دفاع کر کے مسلمانوں کی صفوں میں چھپے ہوئے جاسوسوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے وہ جان کی بازی ہار کر ہمیشہ کی زندگی پا گئے ساتھ ہی وہ حضرت حسینؓ پر تیر و تلوار چلانے والے بدبختوں کے منہ سے تقیہ کا نقاب بھی ہٹا گئے تا کہ امت اسلام ان کو پہچاننے اور انکا مکاریوں سے اپنے دین کو بچانے رکھے گذشتہ شہدا کی فہرست ایک شیعہ قلم کار کی کتاب سے درج کرنے کے بعد اگلی فہرست اور مختصر تعارف بھی اسی شیعہ کتاب سے نقل کر رہے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر نقل عبارت کی

بجائے اپنے الفاظ میں بہت مختصر خلاصہ لکھا جائیگا ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔عبداللہ بن عمیر:۔کوفہ میں بیر جعد کے رہنے والے تھے ایک روز کوفہ کی لشکر گاہ نخیلہ پہنچ کر دیکھا کہ فوج کربلا روانہ ہونے والی ہے پوچھنے پر ان کو معلوم ہوا کہ حضرت حسینؓ سے مقابلہ کیلئے جارہے ہیں تو یہ بیوی کے پاس آئے صورت حال بتائی اور بیوی سمیت حضرت حسینؓ کے پاس حاضر ہوئے میدان کارزار میں سالم و یسار کو قتل کرنے کے بعد بہادری سے لڑے بلآخر میاں بیوی دونوں شہید ہوگئے۔

(۲)۔سیف بن الحارث:۔

(۳)۔مالک بن عبداللہ:۔دونوں ماں شریک بھائی تھے عاشورا والے دن امام حسینؓ کا حال دیکھ کر اپنے غلام کے ساتھ امام حسینؓ کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوئے: مقابلہ کرکے دونوں شہید ہوگئے۔

(۴)۔عمرو بن خالد الصداوی

(۵)۔سعد غلام عمرو

(۶)۔جابر بن حارث

(۷)۔مجمع بن عبداللہ

یہ چاروں حضرات دھوکہ بازوں کے محاصرے میں آکر زخمی اور پھر شہید ہوئے۔

(۸)۔بریر بن خضیر:۔ان کو کعب بن جابر نے شہید کیا۔

(۹) عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری:۔یہ صحابی رسول کے بیٹے ہیں، جنگ شروع ہونے سے قبل کربلا میں امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپکا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

(۱۰)۔سعد بن حارث

(۱۱)۔ابوالحتوف بن حارث۔ یہ دونوں عمر بن سعد کے ساتھ کربلا پہنچے تھے جب روز عاشورا امام حسین نے ''الا من ناصر ینصرنا'' کی آواز بلند کی اوراس آواز کوسن کر بچوں اورعورتوں میں نالہ وشیون کی آواز بلند ہوئی تو یہ دونوں اس منظرکو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اورتلوار کھینچ کرفوج کوفہ پرحملہ آور ہوئے اور جب تک دم میں دم رہا جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(۱۲)۔نافع بن ہلال:۔قرآن کے قاری اور حدیث پاک لکھنے والے تھے دوران سفر حضرت حسینؓ سے ملے بہادری سے لڑے گرفتار ہوکر شمر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(۱۳)۔ابوالشعثاء کندی:۔ان کا نام یزید بن زیاد ہے عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آئے تھے، جب جنگ ٹھن گئی اوردشمنوں نے امام حسین کی بات قبول نہ کی تو وہ امام حسین کے پاس آ گیا، اس نے دھوکہ بازوں پر۱۰۰ تیر چلائے اور بہادری سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا۔

(۱۴)۔مسلم بن عوسجہ:۔آپ شریف،عبادت گزاراورزاہد تھے رسول کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔

(۱۵)۔حربن یزید ریاحی:۔معروف شخصیت ہیں محتاج تعارف نہیں۔

(۱۶)۔حبیب بن مظاہر:۔ رسول ﷺ کے اصحاب میں سے تھے کوفہ میں بودوباش تھی بہت دشمنوں کوتہہ تیغ کیا حصین بن تسیم اورایک تمیمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(۱۷)۔سعید بن عبداللہ حنفی:۔شجاع وعبادت گزار تھے حضرت حسینؓ نے جب نماز ظہر ادا کی تو یہ پہرے دار تھے تیروں کے۱۳زخم کھا کر شہید ہوئے۔

(۱۸)۔ابو ثمامہ صائدی:۔انکا نام عمرو بن عبداللہ بن کعب ہے تابعین میں سے ہیں قیس بن عبداللہ صائدی نے (جس کو ان سے درینہ دشمنی تھی) انہیں شہید کر دیا۔

(۱۹)۔سلمان بن مضارب:۔اپنے چچازاد بھائی زہیر بن قیس کے ساتھ حج پر آئے اور حضرت حسینؓ کے ساتھ مل گئے۔

(۲۰)۔زہیر بن قیس بجلی:۔حج سے واپسی پر حضرت حسینؓ سے ملے،کوفہ کی فوج سے شدید جنگ کی اور شہید ہوئے۔

(۲۱)۔حجاج بن مسروق الجعفی:۔یہ امیر المؤمنین کے اصحاب اور شیعوں میں سے تھے،کوفہ میں سکونت تھی۔

(۲۲)۔یزید بن معقل جعفی

(۲۳)۔حنظلہ بن اسد شامی:۔یہ قاری قرآن تھے،ابن سعد کے پاس امام حسین کا قاصد بن کر جاتے تھے۔۔انہوں نے کوفیوں سے خطاب کر کے حضرت حسینؓ کو قتل نہ کرنے کی ترغیب دی اور ڈرایا وہ نہ مانے تو حضرت حسین نے ان کی تعریف کی کہ تم نے اس گروہ کو حق کی دعوت دی جس کو انہوں نے قبول نہیں کیا۔

(۲۴)۔عالیس بن ابی شبیب:۔شجاع،بہترین خطیب،بڑے عابد اور نماز شب کے پابند تھے۔

(۲۵)۔شوذب بن عبداللہ:۔کربلا آنے کے بعد عابس نے ان کو بلایا تو یہ امام حسین کی مدد کرنے آئے اور شہید ہوئے۔

(۲۶)۔جون بن ابی مالک:۔ابوذر غفاری کے غلام تھے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کوفہ تک ہمراہ رہے،دلیروں کی طرح لڑے اور شہید ہو گئے۔

(۲۷)۔عبدالرحمان الارجی

(۲۸)۔غلام ترکی:۔دشمن کے بہت سے فوجیوں کو قتل کیا زخموں سے چور ہر کر زمین پر گرے، امام حسین کی دیکھ کر مسکراتے ہوئے جان دے دی۔

(۲۹)۔انس بن حارث:۔صحابی رسول بدر وحنین میں رسول ﷺ کے ساتھ تھے راوی حدیث ہیں۔

(۳۰)۔عبداللہ بن عروہ

(۳۱)۔عبدالرحمان بن عروہ:۔دونوں بھائی کربلا آ کر عرض کرنے لگے کہ آپ کے حریم سے دفاع کرنا چاہتے ہیں امام حسین نے شاباش دی، دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

(۳۲)۔عمرو بن جنادہ:۔جنادہ بن حارث انصاری کی شہادت کے بعد ان کے ۱۵ سال بیٹے عمرو نے بھی دشمن سے لڑ کر کربلا میں شہادت پائی۔

(۳۳)۔واضح الترکی:۔شجاع، قاری قرآن، ترکی تھے، جنادہ بن حارث کے ساتھ امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

(۳۴)۔رافع بن عبداللہ:۔اپنے غلام کے ساتھ کربلا میں امام حسین سے ملے اور شہید ہوئے۔

(۳۵)۔یزید بن شبیط:۔بصرہ کے رہنے والے تھے مکہ سے امام حسین کے ساتھ آئے تھے۔

(۳۶)۔بکر بن حیی:۔یہ عمرو بن سعد کے ساتھ کوفی فوج میں امام حسین سے لڑنے آئے تھے پھر امام حسین سے مل گئے اور جام شہادت نوش کیا۔

(۳۷)۔ضرغامد بن مالک:۔عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آئے اور پھر امام حسین سے مل گئے۔

(۳۸)۔مجمع بن زیاد:۔یہ اطراف مدینہ میں منازل جہنیہ میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور کربلا

میں شہادت پائی۔

(۳۹)۔عباد بن مہاجر:۔ یہ بھی جہینہ کی منازل میں سے ایک منزل پر امام حسینؑ سے متصل ہوئے۔

(۴۰)۔وھب بن حباب کلبی:۔ ماں اور بیوی سے مکالمہ کے بعد ماں کی بات مانتے ہوئے کربلا میں شہید ہوئے۔

(۴۱)۔حبشی بن قیس بن مسلمہ:۔ یہ جنگ کے وقت کربلا پہنچے اور شہادت پائی۔

(۴۲)۔زیاد بن عریب:۔ان کا تعلق قبیلہ ہمدان سے تھا، شجاعت تھے، عامر بن نہشل نے ان کو شہید کیا۔

(۴۳)۔عقبہ بن صلب:۔مکہ سے کربلا کے درمیان منازل جہنیہ میں امام سے ملے۔

(۴۴)۔قعنب بن عمر:۔مکہ سے امام حسین کے ساتھ تھے۔

(۴۵)۔انیس بن معقل

(۴۶)۔قرہ بن ابی قرہ

(۴۷)۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ الیتر نی

(۴۸)۔یحییٰ المازنی

(۴۹)۔منجحہ

(۵۰)۔سوید بن عمر

(ملخص از صحیفہ کربلا مولف علی نظری منفرد ص۲۶۳ تا ۲۹۴)۔

''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اپنے رفقاء سے خطاب''

دھوکہ بازوں نے شرم وحیا کی ساری حدیں توڑتے ہوئے خاندان نبوت پر فدا ہونے والوں پر حملے جاری رکھے جب حضرت حسینؓ کی رفاقت اختیار کرنے والے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بصرہ، قرب وجوار اور کوفہ کے اہل ایمان بڑی تعداد میں شہید ہوگئے اور حضرت حسینؓ کے اردگرد ان اب وہ حضرات بچے جو خاندان رسالتمآب کے چشم و چراغ تھے ان نفوس قدسیہ کے اردگرد دھوکہ بازوں نے گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا ان سخت ترین لمحات اور فانی زندگی کی آخری کڑیوں میں حضرت حسینؓ نے جنتی مہمانوں کو صبر وثبات کی ترغیب دی اور آگاہ کیا کہ یہ زندگی بہرحال ختم ہونے والی چیز ہے مگر اس زندگی کا اختتام جام شہادت نوش کرنے کی صورت میں ہو جائے تو یہ سعادت اللہ تعالیٰ کی بڑی عطاء ہے لہٰذا اس تھوڑے وقت کی عارضی دشواری سے صبر وشکر کے ساتھ گزرتے چلو اور جنت کی ان نہ ختم ہونے والی دائمی نعمتوں کی طرف سبقت کرو جو بڑی کامیابی ہے: تھوڑی سی تکلیف کے بعد ہمیشہ کا آرام اور دائمی راحت حاصل ہو جائے گی ادھر آپ اپنے رفقاء کو ان قیامت خیز صورت حال میں صبر کرنے کی ترغیب دے رہے تھے اور دوسری طرف خب لکھ کر اپنے سکنجے میں کسنے والا مکار ٹولہ مسلسل سرچڑھتا آرہا تھا ہزاروں کی تعداد میں خط لکھ کر بلانے والے یہ مکار اب شرم وحیاء کی ہر حد سے باہر نکل آئے اور گویا تقیہ کا ہر نقاب ہٹا کر اپنے اصلی اور حقیقی و بھیانک روپ کے ساتھ سامنے آ کھڑے ہوئے۔

ملاحظہ کریں، شیعہ قلم کار لکھتا ہے

شمر کی زیر فرمان فوج خیمے جلانے لگی، شمر امام حسینؑ کے خیمہ کے نزدیک پہنچ گیا اور نیزہ سے خیمہ کی طرف اشارہ کر کے چلایا: آگ لاؤ تا کہ اس خیمہ کو اس کے رہنے والوں سمیت جلا دوں۔ اہل حرم

فریاد کناں خیمے سے باہر نکل گئے امام حسین نے شمر کو مخاطب کر کے کہا: ذی الجوشن کے بیٹے خدا تجھے جہنم میں جلائے تو آگ مانگ رہا ہے تا کہ میرا خیمہ اور میرے اہلبیت سمیت جلا دے۔ (صحیفہ کربلا ص ۲۹۶)۔

اس سے بحث نہیں کہ منقول واقعہ کتنا امر واقعہ اور کتنی رنگ بازی ہے مگر کربلا میں خانوادہ رسالتمآب ﷺ کے خلاف دھوکہ بازوں کی سفاکی، حضرت مسلم کو دھوکہ دیکر گرفتار کرنا پھر ان کو انسانیت سوز طریقے سے شہید کرنا، لاش کو چھت کے اوپر سے زمین پر گرا کر بدترین سفاکی کا مظاہرہ کرنا۔ حضرت حسینؓ کو دھوکہ دیکر اپنے دام فریب میں گھیرنا۔ ان سے صلح کی کوشش کرنے والوں کو قتل کرنے کی جسارت کرنا، نواسہ رسول کی انتہائی معقول ترین شرائط صلح کو رد کرنا، بدترین کردار ادا کرتے ہوئے ان پر پانی تک بند کرنا، حتی کہ معصوم بچوں اور بیماروں تک پانی کا قطرہ تک نہ جانے دینا، بھرپور سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمزوروں اور بے وطن مسافروں پر جنگ مسلط کرنا، نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے ناصح کے جانی دشمن بن جانا حتی کہ نبی زادیوں اور رسول اکرم ﷺ کی پاکیزہ ترین عصمت مآب عورتوں کے خیموں تک جلا دینے کی کوشش کرنا وہ امور ہیں جن سے یہ بات ہر عقل مند شخص پر صاف صاف واضح ہو جاتی ہے کہ یہ انسانیت سوز حرکات محض یزید کی بیعت نہ کرنے کی بنا پر نہیں کیا جا رہی تھیں بلکہ ان دھوکہ بازوں کی ایک ایک حرکت ہر عقل مند کو جھنجھوڑ رہی ہے کہ ان کے اندر لگی ہوئی آگ اور ان بد سے بدتر حرکات کی صورت میں اندر کے ابلتے انگارے کسی اور وجہ سے ہیں ورنہ یہ یزید کے ایسے حامی، وفادار اور مخلص کہاں سے نکل آئے تھے جو بیعت یزید کے لئے یوں تڑپ جاتے اور ایسی پھرتیاں دکھاتے جو خانوادہ رسول ﷺ کے ساتھ روا رکھے جانے والے اس پورے واقعہ میں دکھائی دیتے

ہیں۔لہٰذا ہر عقل مند شخص ان دھوکہ بازوں کی آل رسول کے خلاف اندر سے نکلتی آگ اور غیض و غضب کے نار جہنم کی طرح بھڑکتے شعلے دیکھ کر لامحالہ اصل بات کو سمجھ سکتا ہے کہ یہاں آل رسول سے جو انتقام لیا جا رہا تھا اس پر ابن الوقتوں نے چھاپ تو آور لگائی تھی مگر انتقام اسی قلعہ خیبر کی شکست کا لیا جا رہا تھا جو جنتی جوانوں کے سردار حضرت حسینؓ کے والد گرامی قدر حضرت علی المرتضیٰ نے جوتی کی نوک پر رکھ کر اڑا دیا تھا۔

''کوفی دھوکہ بازوں کے آل رسول پر مظالم''

اس المناک حادثہ میں لمحہ لمحہ اور قدم قدم پر مظالم کا جو باب رقم ہوا اور جبر و استبداد کی جو داستان رقم ہوئی اگر تعصب کی ہر سائز والی عینک اتار کر معمولی غور کر کے ان کو دیکھا جائے تو ضمیر چلا اٹھے گا کہ ان مظالم کے پیچھے محض بیعت خلافت کی کہانی کار فرما نہیں ہو سکتی بلکہ ان بدکرداروں کے دل میں کسی اور وجہ سے انتقام کی آگ شعلے مار رہی تھی جس کا مظاہرہ ان کی ایک ایک حرکت سے ہوتا صاف نظر آ رہا ہے چنانچہ اب جبکہ فرزندان آل رسول اور بنو ہاشم کے پاک باز حضرات کے علاوہ دیگر اعوان و انصار شہادت کا جام پی گئے تو اب دھوکہ باز کوفی وحشی درندوں کی طرح لپکتے چلے آئے اب حضرت حسینؓ کے بڑے صاحبزادے علی اکبر میدان میں نکلے اور بہادروں کی طرح لڑتے ہوئے مرہ بن منقذ کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرما گئے ان کی شہادت کے بعد بنو عقیل آگے بڑھے اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل میدان میں اترے اور لڑتے لڑتے عمر بن صبیح کے نیزے مارنے سے شہید ہو گئے پھر حسینی قافلہ کے بہادروں نے متفق ہو کر اکٹھے حملہ کیا اور شہادت کے تاج پہن کر خلا بریں میں پہنچ گئے چنانچہ محمد بن مسلم بن عقیل زخمی ہو گئے تو ان کو مرہم از دی اور لقیط بن

ایاس جہنی نے شہید کیا، جعفر بن عقیل کو بشر بن خوط نے شہید کیا پھر عبدالرحمان بن عقیل اور عبداللہ بن عقیل اور محمد بن ابی سعید بن عقیل نے جام شہادت نوش کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر کے ۳ جگر پارے، عون، محمد اور عبداللہ شہید ہوئے دوسرے چچازاد بھائی محمد بن جعفر کے صاحبزادے قاسم شہید ہوئے بڑے بھائی حضرت حسن کے صاحبزادے قاسم بن حسن، ابوبکر بن حسن، عبداللہ بن حسن اور حسن بن الحسن نے دھوکہ باز بدبختوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، حضرت حسینؓ کے دیگر بھائی جو حضرت علیؓ کی دوسری بیویوں سے تھے ان میں عبداللہ بن علی، عثمان بن علی، جعفر بن علی، ابوبکر بن علی، محمد بن علی، عباس الاصغر، عباس بن علی اور بھتیجے محمد بن عباس بن علی شہید ہوئے، اب دھوکہ باز کوفیوں کے سامنے عزت مآب خواتین، بیمار زین العابدین ایک دودھ پیتا بچہ اور نواسہ رسول حضرت حسینؓ باقی بچ گئے تھے حضرت حسینؓ نے ان آخری مراحل میں پھر ان خونخوار مکاروں کو خوف خدا سے ڈرایا انجام بد اور آخرت کی سزا کا خوف دلایا مگر وہ تو انتقام کی آگ میں جل بھن کر کوئلہ ہوئے کھڑے تھے، لہٰذا جذبہ انتقام کے انگارے ان کے کانوں پر کسی بات کو نہ پڑنے دیتے تھے

شیعہ قلم کار لکھتا ہے کہ

ہشام بن محمد کلبی نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین نے یہ محسوس کیا کہ فوج کوفہ آپ کا خون بہانے پر مصر ہے تو آپؑ نے قرآن لیا، کھولا، سر پر رکھا اور فرمایا: اے لوگو! میرے اور تمہارے درمیان کتاب خدا اور میرے جد رسول اللہ ﷺ ہیں! تم کس چیز سے میرا خون حلال سمجھ رہے ہو؟ اسی اثناء میں رونے کی آواز سنی، بچہ کو ہاتھوں میں لیکر آئے اور فرمایا اے لوگو! اگر مجھ پر رحم نہیں کھاتے تو اس شیر خوار بچے پر رحم کرو اسی اثناء میں فوج کوفہ میں سے ایک شخص نے تیر مار کر معصوم

بچے کو قتل کر دیا یہ حالت دیکھ کر امام حسین رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان انصاف کرنا کہ انہوں نے دعوت دیکر ہمیں بلایا، ہماری مدد کا وعدہ کیا اور اب ہمارے اوپر تلواریں کھینچ لیں۔ (صحیفہ کربلا ص ۳۱۸)

''دھوکہ بازوں کے ہاتھوں نواسہ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت''

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے بچ گئے تو دشمنوں نے ہر طرف سے ان کو گھیر لیا، ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے اور آپؓ پر تیروں کی بارش شروع کر دی، انہی دھوکہ بازوں کی پارٹی سے تعلق رکھنے والے قلم کار کی زبانیں مظلوم کربلا پر روا رکھے جانے والے مظالم ملاحظہ فرمائیں:

حضرت بار بار پانی طلب کرتے تھے مگر شمر جواب میں کہتا تھا بخدا تم کو پانی نہ ملے گا یہاں تک کہ وارد آتش ہو۔ ایک ملعون نے کہا: دیکھو اے حسین اب فرات کیا لہریں لے رہا ہے اور مثل سکم مار چمکتا اور موجیں مارتا ہے بخدا تم کو اس سے ایک قطرہ نہ ملے گا یہاں تک کہ شدت تشنگی میں ہلاک ہو۔ (بحار الانوار در احوال امام حسین مترجم اردو ص ۴۷۲)۔

اور فرماتے جاتے تھے اے گروہ تم نے عترت رسول سے کیا برا سلوک کیا اور میرے بعد تم کسی بندہ خدا کے قتل سے پرواہ نہ کرو گے، بخدا میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں اور شہادت کی سعادت جانتا ہوں، والے ہو تم پر کہ خدا دونوں جہانوں میں تم سے میرے خون کا انتقام لے گا اس وقت حصین بن مالک نے کہا اے پسر فاطمہ کس طرح خدا ہم سے انتقام لے گا؟ فرمایا۔ اس طرح کہ آپس میں ایک دوسرے پر تلوار کھینچو گے اور لڑ کر قتل ہو جاؤ گے۔۔۔ پس حضرت پیہم مقابلہ کرتے تھے یہاں تک کہ زخم ہائے کاری بکثرت حضرت کے جسم پر لگے بروائت صاحب مناقب

اور سید ابن طاوس ۲۷ زخم حضرت کے بدن شریف پر لگے۔۔۔اس قدر تیر جسم اطہر پر لگے تھے جیسے ساہی کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں۔۔۔۔ایک ملعون نے ایک پتھر پیشانی اقدس پر مارا جس سے جبین اقدس مجروح ہوگئی اس وقت حضرت نے چاہا کہ عباء کے دامن سے خون پونچھیں ناگاہ ایک تیر شعبہ زہر آلود سینہ پر آ کر لگا، بعض روایات میں ہے کہ وہ تیر قلب مبارک پر لگا۔۔۔ یہ قوم جفا راس شخص کو قتل کرتی ہے کہ اس وقت روئے زمین پر اس کے سوا کوئی دوسرا فرزند رسول نہیں ہے۔(ایضا رص ۲۷۵۔۲۷۶)۔

جب حضرت پر زیادہ ضعف طاری ہوا تو اشفیاء نے تھوڑی دیر توقف کیا کیونکہ جو شخص حضرت کے سامنے آتا تھا بسبب خوف وشرم پھر جاتا تھا یہاں تک کہ مالک بن بشیر کندی ملعون نے آ کر کلمات ناسزا کہے اور ایسی تلوار سر پر لگائی کہ کلاہ اقدس خون سے بھر گئی۔۔۔۔اشقیاء نے ایک لحظہ صبر کیا اس کے بعد چاروں طرف سے حضرت کو گھیر لیا اس وقت عبداللہ بن حسن جو بہت کم سن تھے انہوں نے جب اپنے عم بزرگ وار کو اس حال میں دیکھا تو خیمہ سے نکل کا جانب قتل گاہ دوڑے یہاں تک کہ امام حسین علیہ اسلام کے پاس آ کر کھڑے ہوئے گئے ہر چند حضرت زینب نے چاہا کہ اس بچہ کو روکیں اور حضرت نے بھی فرمایا اے خواہرا سے نہ آئے دو لیکن اس طفل معصوم نے نہ مانا اور کہا بخدا میں اپنے عم بزرگ وار کو تنہا نہ چھوڑوں گا اس وقت ابجر بن کعف نے اور بروایت دیگر حرملہ بن کاہل نے چاہا کہ حضرت پر تلوار کا وار کرے عبداللہ نے کہا وائے ہو تجھ پر اے شقی تو چاہتا ہے میرے عمر بزرگ وار کو قتل کرے: ملعون نے کہنا نہ مانا اور ایک تلوار لگائی عبداللہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور اس ضربت سے اس بچہ کا ہاتھ قطع ہو گیا۔۔۔۔ وہ طفل حضرت کی گود میں شہید ہو گیا۔(ایضا رص ۲۷۶۔۲۷۷)۔

(آپ نے) ایک پارچہ کہنہ منگا کر جا بجا سے پھاڑا اور اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا، افسوس کہ بے رحموں نے بعد شہادت وہ لباس کہنہ بھی اتار لیا اور تن مطہر خاک وخون میں عریاں چھوڑ گئے۔۔۔۔صالح بن وہب مزلی نے ایک نیزہ زیر پہلو مارا جس سے حضرت گھوڑے پر سے داہنے رخساء کے بل زمین پر گرے، گرتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے جناب زینب یہ حال دیکھ کر خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد وا اخاہ وا سداہ بلند کرتی تھیں، کہتی تھیں کاش! اس وقت آسمان زمین پر گر پڑتا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اس وقت شمر نے کہا کیا انتظار ہے کام حسین کا کیوں تمام نہیں کرتے یہ سن کر ان بے دینوں نے ہر طرف سے حضرت پر ہجوم کیا اور ذرعہ بن شریک لعین نے ایک تلوار شانہ پر لگائی، حضرت نے بھی ایک تلوار اس دوسیاہ کو ماری کہ وہ زمین پر گر پڑا پھر ایک شقی نے تلوار ایسی لگائی کہ حضرت منہ کے بل گرے اور کثرت جراحت ہائے کاری سے سنبھلنے کی طاقت نہ رہی جب قصد سنبھلنے کا فرماتے تھے شدت ضعف سے منہ کے بل گر پڑتے تھے ناگاہ سنان بن انس نے ایک نیزا گردن پر دوسرا نیزا سینہ پر مارا اور ایک تیر گلوے مبارک پر لگایا کہ امام مظلوم زمین پر گر پڑے پھر حضرت اٹھ بیٹھے اور گلے سے تیر نکال کر خون اپنے دونوں چلوؤں میں لیتے تھے جب چلو بھر جاتے تھے اس اپنی ریش مبارک پر مل کر فرماتے

هكذا حتى القى الله (ایضا ص ۲۷۷)

زخموں سے چور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب گر گئے تو خولی کی شقاوت حد سے تجاوز کر گئی وہ آگے بڑھا اور حضرت حسین کا سر کاٹنے لگا مگر ہمت جواب دے گئی پھر سنان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گلے پر چلائی اور بولا میں جانتا ہوں کہ تم فرزند رسول ہو تمہارے ماں اور باپ دونوں بہترین خلائق ہیں اس کے باوجود میں آپ کا سر کاٹتا ہوں یہ کہہ کر اس نے نواسہ رسول کا سر کاٹ

ڈالا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے اور انسانیت سوز حرکات کے مرتکب یہ بدبخت لوگ کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کرتے وقت قاتل نے اسکو بذات خود وضاحت کر دی ہے بحار الانوار کے لکھاری نے مختلف روایات کے ذریعے قاتل کے ان الفاظ کو بار بار نقل کیا ہے جو وہ حضرت حسینؓ کا سر مبارک تن سے جدا کرتے وقت حضرت حسینؓ سے بول رہا تھا کہ تمہارے ماں اور باپ بہترین خلائق ہیں، یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیے کہ اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء بہترین خلائق ہیں اور انبیاء کے بعد بھی فرق مراتب کی تفصیلات عقائد کی کتابوں میں درج ہیں جن کی تفصیل عرض کرنے کا یہ موقعہ نہیں۔

جو حضرات حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر انسانیت مظالم کرنے والوں کے متلاشی ہوں ان کیلئے قاتلوں کا اپنے عقیدہ کے بارے میں بیان بہت وزن رکھتا ہے بس معمولی سی کوشش کرنے سے ایسے لوگ آسانی کے ساتھ مل جائیں گے جو انبیائے کرام کی بجائے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو بہترین خلائق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں ایسا نہیں کہ آج کے لوگوں نے یہ عقیدہ خود سے تراش لیا ہے بلکہ حضرت حسینؓ کا سر تن سے جدا کرتے وقت جو عقیدہ اس قاتل کی زبان سے جاری ہوا وہ تسلاً بعد نسل ان کے اندر جاری و ساری رہا حالانکہ موجودہ دور کے ان پیروؤں کو وہی عقیدہ نصیب ہوا جو ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں، دور تک آ پہنچا اور اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر چلنے والوں نے اپنے بڑوں کا یہ عقیدہ بسنے پر نقش کرلیا وہ صرف عقیدہ ہی نہیں، عمل، کردار، اخلاق، عادات اور مکاری دھوکہ وفریب کاری میں بھی انہی کے کامل متبع فرمان ہوتے ہیں۔

''حضرت حسینؓ کو کیوں شہید کیا گیا؟''

ہماری گزارشات کی غرض وغائت واقعہ کربلا تفصیلات عرض کرنا نہیں بلکہ اس الم ناک حادثہ کے اصلی محرکات کو تلاش کرنا ہے اس لئے بقدر ضرورت چند باتیں واقعہ کربلا کے متعلق عرض کردیں ہیں تاکہ اس واقعہ کی سنگینی اور واقعہ میں ملوث لوگوں کی سنگ دلی اور شاطرانہ مزاج کا اندازہ ہو سکے کہ یہ اموراصل صورت حال جاننے میں معاون تھےان گزارشات کے بعد قابل غورامر یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو کیوں شہید کیا گیا؟ کیا اس لئے کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کیلئے چند گزارشات ملاحظہ فرمائیں

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب یزید حاکم بنا تو اس وقت سیدنا حضرت حسینؓ مدینہ منورہ میں تھے بحار الانوار کا لکھاری کہتا ہے کہ حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر، حضرت عبداللہ ابن زبیر روضہ انور پر بیٹھے ہوئے تھے کہ امیر مدینہ کی جانب سے بلانے والا حاضر ہوا (ملخص)۔

جب پیغام ولید کا سنا تو عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر نے کہا، ہم اپنے گھروں کو جاتے ہیں اور دروازے بند کر کے بیٹھ رہتے ہیں، عبداللہ ابن زبیر نے کہا میں ہرگز یزید سے بیعت نہ کروں گا حضرت امام حسین نے فرمایا مجھے ضرور اس کے پاس جانا چاہیے (پھر حضرت حسینؓ کے ولید کے پاس جانے اور وہاں ہونے والی باہمی گفتگو اور حضرت حسینؓ کے واپس گھر تشریف لانے کا ذکر دوسری روایت کے حوالے کر دیا ہے)۔(بحار الانوار مترجم ر ج ا ر ص ۱۴۶ در احوال امام حسینؑ)

یہ ساٹھ ہجری رجب کے آخری دنوں کی بات ہے جب حضرت حسینؓ نے ولید امیر مدینہ کو صاف

بتا دیا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا، اس انکار بیعت پر مدینہ منورہ میں نہ تو طبل جنگ بجا نہ فوج حرکت میں آئی اور نہ ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی محاصرہ ہوا بلکہ کچھ ایام حضرت حسین یہاں پورے اطمینان کے ساتھ اپنے گھر میں مقیم رہے اس دوران کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا اگر یزید کی بیعت کوئی ایسا لازمی مسئلہ تھا جس کے بغیر گزارا نہیں ہوسکتا تھا تو مدینہ منورہ میں بھی تو یزید ہی کا گورنر تھا وہ اور اس کی فوج تو حرکت میں نہیں آئی کیا اس کے دل میں یزید کی کوئی وقعت نہ تھی یا یہ یزید کا وفادار نہیں تھا صرف کوفہ والے ہی یزید کے ایسے محبوب، محسن، فدوی، پیارے لادلے اور جانثار تھے جو یزید کی بیعت نہ کرنے پر تڑپ اٹھے تھے اور یزید کی بیعت نہ کرنا ان کے کاغذوں میں حضرت حسینؓ کا ایسا ناقابل برداشت قصور تھا جس کی معافی مطلق نہ تھی بلکہ معافی تو درکنار یزید کی بیعت نہ کرنے کے جرم میں حضرت حسینؓ کی نسل تک مٹا دینا اور ان کے دودھ پیتے بیٹے، بے گناہ بچوں تک کو اپنے باپ کے ہاتھوں میں تیر مار کر شہید کر دینا از حد ضروری تھا؟؟؟

فتدبروا یا اولی الابصار

''حضرت حسینؓ کا مدینہ منورہ سے سفر''

بیعت یزید سے انکار کرنے والے اکیلے حضرت حسینؓ نہیں تھے بلکہ دیگر اکابر صحابہ کرام بھی تھے جن میں نواسہ رسول کی طرح نواسہ صدیق اکبرؓ بھی تھے نبی کا نواسہ ابھی مدینہ میں قیام پذیر تھا جبکہ یزید کی بیعت سے انکار کرنے پر صدیق کے نواسہ نے سفر ہجرت اختیار کیا چنانچہ نواسہ صدیق حضرت عبداللہ ابن زبیر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف پہلے تشریف لے آئے اگلے دن نواسہ رسول حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف سفر شروع فرمایا

اور ٦٠ ھجہ کا شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ اور ذلحجہ کے ابتدائی ایام آپ نے مکہ مکرمہ میں گزارے مکہ مکرمہ میں یزید کی جانب سے حارث بن حرامیر بنا کر بھیجا گیا حضرت حسینؑ مکہ مکرمیں ان چار ماہ میں قیام پذیر رہے پھر آپ کوفہ تشریف لے گئے، دوران سفر آپ مقام تنعیم پر پہنچے تو آپ کے برادر عم عبداللہ ابن جعفر طیار نے اپنے فرزندوں عون ومحمد کو خط دیکر بھیجا، مجلسی بحارالانوار میں لکھتا ہے

عبداللہ ابن جعفر عمر ابن سعید (حاکم مدینہ) کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ حضرت کو خط لکھے اور امان دے اور پلٹنے کی درخواست کرے، عمرو نے حضرت امام حسین کو ایک عریضہ لکھا اور اپنے بھائی (یحییٰ ابن سعید) کے ہاتھ روانہ کیا۔ عبداللہ ابن جعفر یحییٰ کے ساتھ ہوئے جب امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے تو ہر چند مراجعت کی کوشش کی مگر کچھ مفید نہ ہوا۔ (بحارالانوار مترجم ر ج ا ر ص ۱۸۵ در احوال امام حسین)

مدینہ کا یہ دوسرا حاکم بھی یزید کا فرمانبردار اور اس کا بھیجا ہوا تھا اگر بیعت یزید کوئی اتنا بڑا اہم مسئلہ تھا جس کیلئے ظلم وستم کے تمام طریقے اختیار کرنا بہت ضروری تھے تو یزید کی بیعت نہ کرنے کے باوجود عمرو ابن سعید امیر مدینہ نے یہ امان کس بنیاد پر دی تھی؟ کیا عمرو بن سعید یزید کی طرف سے ہٹایا گیا امیر مدینہ یزید کا غدار اور دشمن تھا جو یزید کی بیعت نہ کرنے کے باوجود یزید کے مخالف حضرت حسین ابن علیؑ کو امان دیکر مدینہ میں آرام وحفاظت کے ساتھ رہنے کی اجازت دے رہا تھا۔

''بیعت یزید کا بہانہ اور شرائط صلح''

حسینی قافلہ سفر طے کرتا ہوا جب کربلا پہنچا تو ان کے سامنے سب حقیقت کھل گئی اور وہ اچھی طرح جان گئے کہ میرے والد گرامی قدر سے مدینہ منورہ چھڑانے والوں نے اپنی مرضی کے میدان میں لاکر میرے ابا کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہی کھیل اب میرے ساتھ کھیل لیا گیا ہے۔اب وہ جان گئے کہ،جلدی قدم رنجہ فرمائیے،پھل پک گئے،زمین تیار ہوگئی،ہمارا آپ کے سوا کوئی امام نہیں وغیرہ جیسے تقیائی جملوں میں انہوں نے کیا پلان بنایا ہوا تھا اب مکاروں کی اس چال بازی کو اپنی کمال فراست وتدبر سے اپنے پاؤں کے نیچے مسل کررکھ دیا اوران کے سامنے ۳ زبردست معقول باتیں پیش کردیں کہ ان میں سے جو بات تم چاہو اختیار کرلو یہ تینوں باتیں ایسی زبردست معقول اور قابل عمل تھیں جن کی موجودگی میں کربلا کے اس حادثہ کا پیش آنا ممکن ہی نہ تھا ان شرائط صلح کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں ملت اسلامیہ کی کتابوں کے علاوہ خود دھوکہ بازوں کی کتابوں میں بھی ان شرائط صلح کا تذکرہ موجود ہے پس ان شرائط صلح نے واقعہ کربلا کے اصلی پس منظر پر پڑے ہوئے دھوکے وتقیہ کے لبادے کو تارتار کر دیا ہے کہ حضرت حسینؓ نے صاف اعلان فرمادیا مجھے مدینہ یا مکہ واپس جانے دو،یا مجھے میدان جہاد کی طرف اسلامی سرحدوں پر جانے دو یا میں خود یزید کو مل لیتا ہوں،اگر یہ واقعہ یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے پیش آیا ہے جیسا کہ پروپیگنڈا کے جہاں میں اتنا مشہور کردیا گیا ہے کہ حقیقت تلاش کرنے کی طرف کسی کا دیہان ہی نہیں جاتا تو شرائط صلح تو بیانگ دھل اعلان کررہی ہیں کہ خود حضرت حسینؓ نے صاف لفظوں میں فرمادیا تھا کہ ٹھیک مجھے یزید کی طرف جانے دو میں خود اس سے مل کر اپنا معاملہ طے کرلوں گا پھر حضرت حسینؓ کو یزید کی طرف کیوں نہیں جانے دیا گیا؟؟؟ جیسا کہ چند حوالہ جات کے ذریعے ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں

شرائط صلح کے پائے جانے پر کوئی دورائے نہیں ہیں یہ اتفاقی امر ہے کہ حضرت حسینؓ نے صلح کی شرائط پیش کیں اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ابن زیاد کے اردگرد چھائے ہوئے ٹولہ نے ان انتہائی معقول شرائط کو قبول نہیں ہونے دیا جب صورت حال یہ ہے تو کیا کوئی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص اس صاف اور صریح واقعہ کے ہوتے ہوئے کیسے یہ بات مان سکتا ہے کہ حضرت حسینؓ پر جو مظالم کا طوفان برپا کیا گیا اس کا باعث حضرت حسینؓ کا یزید کی بیعت نہ کرنا ہے؟

''کیا جس جس نے یزید کی بیعت نہ کی ان سب کو قتل کیا گیا؟''

یزید کی بیعت نہ کرنے والے اکیلے حضرت حسینؓ ہی تو نہ تھے اسلامی خلافت میں ایسے نامعلوم کتنے لوگ ہوں گے جنہوں نے یزید کی بیعت نہ کی تھی خود اسی کوفہ میں بے شمار لوگ ایسے تھے جو یزید کی بیعت نہیں کر پائے تھے جن ۱۲ ہزار خطوط کو کوفہ سے لکھا جاتا رہا ان میں وہ ہزاروں لوگ بس ایک ہی راگ تو الاپ رہے تھے کہ ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی اور آپ کے سوا ہمارا کوئی امام نہیں اور ہم آپ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے یہ خطوط ان کے بیعت یزید سے انحراف کے تحریر ثبوت ہیں اس انحراف بیعت کے باوجود کیا ان کو قتل کیا گیا؟ کوفہ کا گورنر تو اسی کام کیلئے بدلا گیا تھا۔

مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ابن زیاد نے کوفہ آنے کے بعد کسی ایسے شخص کو صرف اس وجہ سے قتل نہیں کیا کہ اس نے یزید کی بیعت نہیں کی حالانکہ اس کو بخوبی علم تھا کہ کون کون سے لوگ یزید کی بیعت سے منحروف ہیں، صرف کوفہ ہی نہیں مدینہ منورہ میں جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن عمر نے بھی یزی دکی بیعت نہیں کی اس کے باوجود ان کو صرف بیعت یزید نہ کرنے کی وجہ سے کوئی

نقصان نہیں پہنچا۔

''حضرت حسینؓ کے ساتھ بیعت یزید کرنے والوں کا قتل''

اگر وجہ یہی ہے کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی جس کی وجہ سے کربلا کے مظالم ان پر ڈھائے گئے تو حضرتحسینؓ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں وہ جر بن یزید تمیمی بھی تھے جو ابن زیاد کی طرف سے فوج کا افسر تھا اور سب سے پہلے حضرت حسینؓ کو راستے میں یہی ملا تھا یہ تو حکومت کا تابع فرمان افسر اور اطاعت گزار تھا اس کو کیوں قتل کیا گیا صرف یہی ایک نہیں بیسیوں افراد کی فہرست ان کربلا کے شہیدوں میں موجود ہے جو کوفہ سے حضرت حسینؓ کے خلاف اور ابن زیاد کی فوجہ کے سپاہی بن کر آئے تھے انہوں نے تو یزید کی بیعت کر لی تھی پھر ان کو کیوں شہید کیا گیا یہ صرف ابن زیاد کے تابع فرمان ہی نہیں بلکہ اس کے محافظ اور فوجی تھے مگر جب حضرت حسینؓ کی حکیمانہ شرائط صلح قبول نہ کی گئیں تو ان لوگوں کو بھی اصل بات سمجھ میں آ گئی کہ یہاں اصل بات یزید کی بیعت نہیں کیونکہ شرائط صلح میں تو حضرت حسینؓ نے اس مسئلہ کو حل فرما دیا ہے لہٰذا اصل ان کے دل میں کسی اور وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے جس انتقام کی بھڑکتی ہوئی آگ کو تسکین دینے کیلئے بیعت یزید کو بہانے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں چنانچہ امر واقعہ سمجھ آ جانے کے بعد یہ حضرات ایک پل بھی ان دھوکہ بازوں کے ساتھ نہیں رکے اور حضرت حسینؓ کے ساتھ آ کر مل گئے لہٰذا محض یہ بات کہ واقعہ کربلا محض یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے پیش آیا یہ صرف جھوٹا بہانہ اصل محرکات پر پردہ ڈالنے کی ایک بدترین جسارت ہے ورنہ جو لوگ ابن زیاد کی فوجہ میں شامل ہو کر آئے تھے بلکہ بعض تو اس فوج کے افسر یا ذمہ دار تھے انہوں نے تو یزید کی بیعت کی ہوئی تھی ان کا

خون حلال جانتے اور ان کو قتل کرنے کی پھر کیا وجہ ہے؟

''پانی کی بندش اور بیعت یزید''

ابن زیاد نے حضرت حسینؓ پر کربلا میں پانی بند کروادیا عمر ابن سعد کے نام خط لکھ کر حکم دیا کہ پانی پر پہرے بٹھادو

باقر مجلسی لکھتا ہے کہ

(ابن زیاد کے) اس خط کو پڑھ کر عمر سعد نے عمر ابن حجاج کو ۵۰۰ سواروں کے ساتھ فرات پر معین کیا، پس اشقیاء درمیان امام حسین اور آب فرات حائل ہوئے کسی کو اصحاب حضرت سے ایک قطرہ نہ دیا یہ واقعہ امام حسین کی شہادت سے ۳ دن قبل وقوع میں آیا۔ (بحار الانوار ر ج ا ر ص ۲۱۱ ر در احوال امام حسین)

حضرت حسینؓ کا مکہ مکرمہ سے آنے والا قافلہ جنگ جو فوجیوں اور مسلح لشکر پر مشتمل نہیں تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قافلہ میں علی اصغر وہ بچہ بھی تھا جو قدموں پر کھڑا ہونے کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا بلکہ شیر خوار بچہ تھا دیگر کم سن بچے بھی تھے اور پردہ نشین عزت مآب خواتین بھی! بالفرض و المحال کچھ دیر کیلئے مان لیا جائے کہ کربلا میں حضرت حسینؓ پر مظالم کے جو پہاڑ توڑے گئے اس کی وجہ یزید کی بیعت نہ کرنا تھا اسی وجہ سے ان پر پانی بند کیا گیا وغیرہ وغیرہ تو عرض یہ ہے کہ علی اصغر پر جو پانی بند کیا گیا جس کی وجہ سے معصوم بچے کی بلبلانے کی صدائیں سنیں گئیں اور بیمار کم سن بچے پر پانی بند کر کے جو غضب الٰہی کو دعوت دی گئی اور پاک نبی کی پاکیزہ پتلا حیاء بچیوں پر جا پانی بند کیا گیا جو کہ بیعت یزید کے مکلّف ہی نہ تھے ان پر پانی بند کرنے کا یہ ظلم کس قاعدہ، ضابطہ اور قانون

کے تحت کیا گیا؟؟؟

دین اسلام کو پیش نظر نہ رکھیں بلکہ کسی بھی آسمانی دین کو ایک طرف رکھ کر غیر اسمانی دین بلکہ کسی بھی درجہ کی انسانی شرافت کی رو سے ہی غور کرلیا جائے کیا کوئی شریف انسان ان بے گناہ بچوں، بیماروں اور عزت مآب خواتین پر پانی بند کرنے کی اجازت دے سکتا ہے؟؟؟

ہرگز نہیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ کربلا میں روا رکھے گئے کالے کرتوت نہ تو اس وجہ سے تھے کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی اور نہ ہی کوفہ کے خط لکھ کر بلانے والے دھوکہ بازوں کی کربلا کے میدان میں اچھل کود اور کمال درجہ کی بدمعاشی یزید سے محبت اور اس کے ساتھ کمال وفاداری کے باعث تھی بلکہ کس یاور انتقام کے انگارے ان کے قلب وجگر کو جلا جلا کر کالا سیاہ اور کوئلہ کر رہے تھے ان کا حال اس کنجری سے مختلف نہیں تھا جو کسی کی وفات پر اپنے یاروں کو یاد کر کر کے روتی ہے، دیکھنے والے تو یہی دیکھتے ہیں کہ یہ گھر والوں کے جواں سالہ مرد کی وفات پر غموں سے نڈھال ہو کر رو رہی ہے حالانکہ اس کا رونا تو اپنے یاروں کی جدائی پر ہے گھر والوں کے جواں بیٹے کی وفات سے تو اسے کوئی سروکار ہی نہیں ہوتا۔

''کیا یہ سفاکیت بیعت یزید کیلئے تھی؟''

حضرت حسینؓ ۶۱ھ ہجرہ کے ابتدائی دنوں میں کربلا پہنچے جیسا کہ لکھا گیا ہے محرم الحرام کی ساتویں تاریخ کو حضرت حسینؓ کے بے گناہ بچوں نبی زادیوں سمیت قافلہ حسینی کے تمام افراد کیلئے نہر فرات کا پانی بند کر دیا اخبار کے صحیح یا غلط ہونے کی بحث سے قطع نظر اس واقعہ کی جو صورت حال شیعہ دین رکھنے والوں کی کتابوں میں موجود ہے اس کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(ابن زیاد نے ابن سعد کو حکم دیا) جس وقت یہ نامہ تجھے پہنچے کام ان پر تنگ کر اور مہلت نہ دے کہ ایک قطرہ پانی کا ان کے لب خشک تک پہنچے وہ اسی طرح پیاسے قتل ہوں جس طرح عثمان ابن عفان کو تشنہ قتل کیا۔(بحار الانوار رج ار ص ۲۱۰ ر در احوال امام حسین مترجم اردو)

شدت تشنگی حد سے تجاوز کر گئی تو حضرت حسینؓ نے رات کے وقت اپنے بھائی عباس کو کچھ لوگوں کیساتھ پانی لینے بھیجا عمر بن حجاج نے اپنے ابن عم ہلال ابن نافع کو پانی پینے کی اجازت دی تو اس نے کہا:

اہل بیت نبوت، جگر گوشہ رسالت شدت تشنگی سے قریب ہلاکت ہیں، شقی نے جواب دیا تم سچ کہتے ہو لیکن مجھے عمر سعد نے حکم دیا ہے اس کی اطاعت ضروری ہے۔(ایضا)

رسول زادہ اور اس کے اطفال صغار و اہل بیت اطہار شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں اب ان کی نوبت ہلاکت کو پہنچی ہے کیا برا سلوک کیا تم نے اپنے پیغمبرﷺ کی ذریت سے خدا تمہیں تشنگی روز قیامت سے نجات نہ دے۔(ایضا رص ۲۲۸)۔

جب بچوں کی شدت پیاس حد سے تجاوز کر گئی اور خیموں سے العطش العطش کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو حضرت حسینؓ نے بھائی عباس کو پانی لانے کا کہا وہ پانی لینے کیلئے جب داخل فرات ہوئے چاہا کہ ایک چلو پانی لے کر پیئیں کہ تشنگی امام مظلوم اور اہل بیت یاد آئی فوراً دست مبارک سے پانی پھینک دیا اور مشک بھر کر اپنی روش پر رکھا اور لڑتے ہوئے جانب خیام اہل بیت روانہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر اشقیاء نے راہ روک کر چاروں طرف سے گھیر لیا حضرت عباسؑ لڑتے جاتے تھے اور راہ طے کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ نوفل معلون نے ایک ایسی گلوار لگائی کہ دست راست حضرت کا جدا ہو گیا، جناب عباس نے فوراً مشک کو روش چپ پر رکھ لیا اس وقت نوفل نے ایک تلوار دست

چپ پر لگائی کہ وہ ہاتھ بھی بند دست چپ سے جدا ہو گیا اس وقت حضرت عباس نے تسمیہ مشک کا دندان مبارک سے پکڑ لیا ناگاہ ایک لعین نے ایسا تیر مارا جو مشک پر آ کر لگا اور تمام پانی مشک کا بہہ گیا ساتھ ہی ایک تیر حضرت کے سینہ پر لگا کہ اس کے صدمہ سے پشت زین سے زمین پر گرے۔ (ایضا ص ۲۶۴)

علی اکبر جب میدان میں آئے بار بار کفار پر حملہ فرما کر شدت عطش سے حضرت کی خدمت میں آ کر کہتے تھے ''یا ابتاہ العطش'' حضرت فرماتے تھے اے میرے حبیب صبر کر۔ (ایضا ص ۲۶۷)

حکم کی دیر تھی، فرات کے کنارے دور تک گھاٹ پر پہرے بیٹھ گئے اور وہ سنگ دل خدا ناترس جناب امام حسینؑ اور آپ کے ہمراہیوں کو دکھلا دکھلا کر خود نہر سے پیٹ بھر بھر کر پانی پی لیتے اور زمین پر بہا دیتے تھے۔ چنانچہ انہی بے رحموں میں ایک بد بخت کا نام عبداللہ ابن الاسدی تھا یہ شقی دریا کے کنارے کھڑا ہوا اور جناب امام حسین علیہ اسلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ

''یا حسین الاتنظرون الی المآء کانه کبدا السماء والله لا تذوقون منه قطرة واحدة حتی تموتوا عطشاً فقال السحینؑ اللهم اقتله عطشاً ولا تغفر له ابدا''۔

یعنی اس نے چلا کر کہا کہ اے حسین (علیہ اسلام) دیکھو یہ آب فرات گویا زلال آب باراں اور جگر پارہ آسمان ہے، قسم خدا کی اگر تم پیاسے مر بھی جاؤ تو بھی اس پانی کا ایک قطرہ نہ پا سکو گے جناب امام حسین علیہ اسلام نے یہ سن کر فرمایا اے پروردگار عالم تو اس کو پیاسا ماریو اور اس کو کبھی نہ بخشیو۔ (ذبح عظیم، ص ۱۴۲۔۱۴۳ طبع جدید)۔

ساتویں تاریخ سے پانی بند ہو گیا اور آٹھویں کی شام ہوتے ہوتے بوڑھوں، جوانوں اور بچوں کی حالتیں پیاس کے مارے متغیر ہونے لگیں تو حضرت عباس نے پے در پے دو کنویں کھودے مگر وہ

دونوں پانی سے خالی نظر آئے۔۔۔۔ جب ان کوششوں میں بھی کامیابی کی کوئی صورت نہ دکھائی دی اور پیاس کا غلبہ بڑھتا گیا اور ہر شخص ایک تو شدت عطش سے دوسرے اس محنت شاقہ میں ناکام رہنے کی وجہ سے چور چور ہو گیا تو جناب امام حسینؑ نے پھر اپنے وفادار اور جان نثار بھائی سے کہا۔۔۔۔ اے بھائی نہر فرات کی طرف جاؤ اور پانی لاؤ۔ (ایضاً ص ۱۴۳)۔

(ابن زیاد نے عمر بن سعد کو غصے میں خط لکھا کہ) جہاں تک تجھ میں قوت ہو ایسی فکر کر کہ یہ لوگ پانی نہ پینے پائیں اور پانی کا کوئی سامان بھی نہ کرنے پائیں اور ان کے ساتھ وہی سختی کر جو عثمان کے ساتھ کی گئی تھی۔۔۔۔ اگلے صفحہ پر مطالب السؤول کا فارسی ترجمہ میں یزید بن حصین کی ابن زیاد سے ملاقات و گفتگو درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔۔۔ یہ نہر فرات ہے جس سے کتے اور خنزیر تو سیراب ہو رہے ہیں لیکن حسین اور ان کے بھائی، عورتیں اور بچے شدت پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں اور ان کو اس سے پانی نہیں پینے دیا جا رہا (ملخص)۔ (ایضاً ص ۱۴۴۔۱۴۵)۔

پانی کی قلت اور پیاس کی شدت نے ان تمام مصیبت زدوں میں ایسی قیامت مچا رکھی ہے جس کا بیان کیا، اندازہ بھی اس وقت قطعی محال ہے پیاس کی شدت سے بوڑھے، جوان اور بچوں کی وہ حالتیں ہو رہی تھیں کہ دشمن سے بھی نہیں دیکھی جا سکتی تھیں، گرمی کے دن، دھوپ کی حدت، اقتاب کی تمازت، جلتا ہوا ریگستان، کوسوں کا میدان جس کا ذرہ ذرہ تمازت میں اقتاب کا جواب ہو رہا تھا اس میں اس آفت رسیدہ اور غم دیدہ قافلہ کو ساتویں سے پانی نہیں ملا تھا اور نہ آئندہ ملنے کی امید تھی ان عزت مآب سیدہ سکینہؒ کی زبانی، کتاب مشیر الاحزان کی طویل عبارت نقل کر کے شدت پیاس کی تفصیل سید اولاد حیدر بلگرامی ذبح عظیم میں لکھتا ہے کہ:

اس بچہ کی یہ کیفیت ہے کہ چھوٹی مچھلی کی طرح تڑپتا ہے اور چلا چلا کر روتا ہے اور پھوپھی کہتی جاتی

ہیں کہ اے علی اصغر ٹھہر جا اور چپ ہو جا بھلا تجھ سے کب ٹھہرا جائے تجھ پر تو ایسی سخت حالت گزر رہی ہے جس میں تو گرفتار ہو گیا ہے تیری پھوپھی پر یہ سخت ناگوار ہے کہ تیرا چلانا سنے اور جس پانی کے واسطے تو تڑپ رہا ہے وہ تجھ کو نہ پلا سکے جب میں نے ان کی یہ آواز سنی تو میں رونے لگی۔۔۔کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجا کہ شائد کہ شائد ان لوگوں کے پاس سے کچھ پانی ملے مگر وہاں بھی کہیں پانی نہیں تھا جب پانی ملنے سے مایوسی ہو گئی تو اپنے خیمہ میں پلٹ آئیں اب اس وقت ان کے پاس بچوں کا ہجوم ہو گیا ہم قریب بیس لڑکے اور لڑکیوں کے ان کے پاس جمع ہو گئے جو پیاس سے بے تاب تھے اس وقت ایک شخص میرے والد ماجد کے اصحاب میں سے اس خیمہ کی طرف سے گزرا جس میں ہم سب بچے چلا رہے تھے۔(ذبح عظیم رص ۱۵۸۔۱۵۹)۔

(لکھتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے قتل ہونے والوں کی تفصیلات پہلے ہی بتا دی تھیں کہ)

عبداللہ کو یہ فرقہ ستم گار اس وقت قتل کرے گا جب یہ بچہ پیاس کی وجہ سے اپنی موت کے قریب پہنچے گا اور میں تمام خیموں میں اس کیلئے پانی اور دودھ تلاش کروں گا مگر کہیں کوئی چیز نہ پاؤں گا تو میں یہ کہوں گا کہ میرے بچے کو مجھے دو تا کہ میں اس کو اپنے لعاب دھن سے سیراب کر دوں جب لوگ اس کو میرے پاس لائیں گے تو میں چاہوں گا کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دوں، ایک خدا نا ترس اس کو تیر سے قتل کر ڈالے گا یکایک میرے ہاتھ اس کے خون سے بھر جائیں گے پس میں اپنے خدا کی درگاہ میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار اس وقت تو میں ان بلاؤں پر صابر ہوں اور اس کا عوض تجھی سے چاہتا ہوں، اس کے بعد وہ گروہ اشقیا سب مجھ پر یکبارگی حملے کریں گے اور یہ خندق جو خیمہ کی پشت پر کھدی ہوئی ہے اس میں آگ کے شعلے روشن ہوں گے اور میں ایسے وقت میں جو میرے لئے دنیا کے تمام اوقات سے زیادہ تلخ ہو گا ان پر حملہ کروں گا کیونکہ مشیت ایسی ہی

جاری ہوئی ہے۔(ایضا رص ۱۶۵)۔

آٹھویں تاریخ کی صبح سے امام حسینؑ کے خیام میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا بوڑھے، جوان اور بچوں کے جگر شدت عطش سے کباب ہورہے تھے اور کوئی بھی ان کا پرسان حال نہ تھا قیامت تو یہ تھی کہ دریائے فرات آنکھوں کے سامنے لہریں ماررہا تھا مگر ان کی بے بسی اور مجبوری کی یہ حالت تھی کہ وہ تین دن کے پیاسے اس سے ایک قطرہ بھی نہ لے سکتے تھے۔۔۔۔(آگے صاحب البلاء المبین کے حوالے سے لکھتا ہے کہ) آہ وہ ریگستانی میدان، وہ آفت کی گرمی، وہ بلا کی دھوپ اور پانی کا بند ہونا گویا کربلا کا میدان عرصہ حشر کا نمونہ تھا بلکہ اس سے زیادہ ہولناک۔۔۔۔ اہلبیت رسالت کا ہر چھوٹا بڑا تشنگی سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔خیمہ مبارک میں ہر سمت العطش العطش کے نعرے بلند تھے لوگ اشاروں سے مطلب اور تیمّم سے نماز ادا کرتے تھے عابد بیمار اور اصغر شیر خوار کی بے تابانہ حالت کسی سے دیکھی نہیں جاتی تھی،عورتوں اور بچوں کا حال پر ملال دیکھ کر امام حسینؑ کو نہ اپنی فکر تھی نہ اپنی مصیبت کا خیال تھا۔(ایضا رص ۱۶۶)۔

(عون بن علی میدان میں لڑتے لڑتے زخمی ہوگئے تو حضرت حسینؑ نے فرمایا) بھائی تم اب مجروح ہوگئے ہو مناسب ہے کہ تھوڑی دیر آرام لے لو اس جنا بز اور سرفرازاری نے عرض کی کہ میری دلی خواہش تو یہی تھی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک بار اور زیارت کی سعادت سے مشرف ہو لوں،مناسب نہیں ہے کہ اب لڑائی سے منہ موڑوں اور سرفروشی و جانبازی کے خیالات کو چھوڑوں پھر پیاس کا سخت صدمہ بڑھتا جاتا ہے مجھ کو جلد رخصت فرمائیے۔(ایضا رص ۲۰۹)۔

از راہ نمونہ خانوادہ پیغمبر پر پانی بند کرنے کی سفاکیت پر مشتمل خود امامیہ دین کے یہ چند اقتباسات ہیں جو کو بنظر انصاف ملاحظہ کرنے پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ

غیض وغضب کی یہ انتہائی صورت حال اس وجہ سے نہیں ہوسکتی کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی جس کی وجہ سے ابن زیاد اور کوفہ کے خط لکھ کر حضرت حسینؓ کو بلانے والے دھوکہ بازوں کو سخت صدمہ اور دکھ پہنچا اور یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت حسینؓ پر ان کو اتنا غصہ آیا کہ آپے سے باہر ہو گئے ایسا ہر گز نہیں نہ کوفہ والوں کو بیعت یزید سے کوئی سرکار تھی اور نہ ہی ابن زیاد کو کوئی خاص فکر تھی یزید اور ابن زیاد تو اندر ہی اندر ایک دوسرے سے نفرت رکھتے تھے جیسا کہ تاریخوں میں اس کی صاف وضاحت موجود ہے۔

''کیا پانی بند کرنے کا یزید کی بیعت سے کوئی تعلق ہے؟''

یزید جب مسند خلافت پر براجمان ہوا تو کچھ جلیل القدر صحابہ کرامؓ وہ بھی تھے جنہوں نے اس کی بیعت نہیں کی تھی جن میں نواسہ رسول کے ساتھ نواسہ صدیق اکبر بھی تھے، حضرت عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر بھی تھے اپنے دور کے یہ جلیل القدر حضرات چاہتے تھے کہ اس منصب پر کوئی ایسا شخص لایا جائے جو صحابیت ومرتبے میں بلند مقام اور اس منصب کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہو مگر دیگر متعدد خدشات وعوامل بھی تھے جن پر نظر کرتے ہوئے یزید کی بیعت کر لی گئی اب وہ حضرات جنہوں نے بیعت نہ کی تھی کیا ان پر اللہ کی وافر طریقے سے حاصل ہونے والی نعمتوں کو بند کر کے بیعت پر مجبور کرنے کی کوئی مثال موجود ہے؟ مدینہ منورہ میں یزید کی طرف سے عمرو بن سعید امیر تھا حضرت عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا کیا ان پر پانی بند کیا گیا؟ ان کو اور ان کی آل کو پیاسا ترسایا اور تڑپایا گیا؟؟؟ ہر گز نہیں بلکہ یزید کی بیعت خلافت نہ کرنے کے باوجود ان کی طرف کسی نے میلی آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھا۔ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ ابن زبیر

نے غلبہ حاصل کر لیا یزید نے ہر چند کوشش کی اور وقت وفات تک وہ کوشش کرتا رہا مگر کیا کوئی اس کی مثال موجود ہے کہ یزید نے حکم جاری کیا ہو کہ ابن زبیر پر پانی بند کر کے سفاکیت کی تاریخ رقم کر دو؟ ہرگز نہیں بلکہ باہمی جنگوں اور شدید لڑائیوں کے باوجود اس طرح کی کارروائی نہیں کی گئی خود حضرت حسینؓ کو عمرو بن سعید نے امان نامہ تحریر کر کے اور اپنے بھائی یحییٰ کو بھیج کر درخواست کی کہ آپ مدینہ منورہ میں امن کے ساتھ رہیں یہاں بیعت یزید سے انکار کے باوجود آپ کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر بھی کوئی نہ دیکھے گا، پھر حضرت حسینؓ نے بھی جب دھوکہ بازوں کے کرتب اور ان کی اداکاری آنکھوں سے مشاہدہ فرما لی اور ثابت ہو گیا کہ یہ مکار اور دھوکہ باز لوگ تو سفاک بھیڑیئے ہیں جو خط لکھ کر مجھے امام بنانے کیلئے نہیں بلا رہے تھے بلکہ کوئی پرانی عداوت اور دشمنی تھی جو آگ کی طرح ان کے سینوں میں جل رہی تھی اس کا بدلہ لینے اور انتقام کی غرض سے دھوکہ دیکر مجھے اپنے جال میں پھسانے کی کارروائی تھی تب آپ نے بار بار فرمایا مجھے مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ واپس جانے دو۔ مگر اب وہ کہاں ایسا کرنے والے تھے۔ سوال یہ ہے کہ حرمین شریفین میں تو بیعت یزید نہ کرنے کے باوجود جلیل القدر صحابہ کرامؓ پر پانی بند نہ کیا جائے اور کوفہ کے دھوکہ باز جب اپنے وقت کی سب سے مقدس ترین ہستی پر قابو پا لیں اور اپنی مرضی کے میدان میں ان کو گھیر لیں تو صرف اس وجہ سے ان پر پانی بند کر کے اس سفاکی کا مظاہرہ کریں جس کی ایک جھلک اوپر نقل ہو چکی۔ کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی کیا یہ بات کسی عقل والے کے نزدیک قابل قبول ہو سکتی ہے؟ پوری اسلامی مملکت میں کسی ایک جگہ پر بھی یزید کی بیعت نہ کرنے پر کسی جلیل القدر صحابی تو در کنار عام سے عام مسلمان پر بھی پانی بند نہ کیا گیا اور کربلا میں یزید کی بیعت نہ کرنے پر دوش نبوت کے سوار جنتی جوانوں کے سردار حضرت حسینؓ پر پانی بند کر دیا جائے کیا پوری دھرتی پر

صرف کوفی دھوکہ باز اور ابن زیاد ہی یزید کا عاشق اور سچا وفادار اور محبّ اصلی تھا باقی ساری اسلامی مملکت تو بس اوپر اوپر سے یزید کو مانتی تھی؟؟؟ **فیا للعجب**

''کوفیوں میں انتقام کی دھکتی آگ''

امامیہ دین کی کربلا کی تفصیلات بتانے والی تقریباً تمام کتب میں یوم عاشورا کا یہ دوسرا خطبہ درج ہے کہ

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں آیا تم مجھ کو پہنچانتے ہو؟ سب نے کہا ہم کیونکر آپ کو نہ پہچانیں گے آپ ہمارے رسول کے فرزند ہیں اور نواسے! امام نے فرمایا تم کو خدا کی قسم آیا تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا تم کو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ علی ابن ابی طالب علیہ اسلام میرے باپ ہیں؟ سب نے کہا ہاں۔ امام نے کہا تم کو خدا کی قسم آیا تم جانتے ہو کہ خدیجہ بنت خویلد میری دادی ہیں جو اس امت کی پہلی عورت ہیں۔ سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا تم کو خدا کی قسم آیا تم جانتے ہو کہ حمزہ سید الشھداء میرے باپ کے چچا تھے سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا تم کو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ جعفر جو ریاض جنت میں دو شہپروں کے ذریعے پرواز کرتے ہیں وہ میرے ہی چچا تھے، سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ یہ شمشیر جناب رسول خدا ﷺ کی ہے جو میں حمائل کیے ہوں، سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جناب رسول خدا ﷺ کا ہے جو میں باندھے ہوں سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگ وار ایسے بزرگ وار ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جو بلحاظ علم وحلم کے تمام اہل اسلام سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اور تمام

مؤمنین ومؤمنات کے مولا ہیں سب نے کہاہاں ہم جانتے ہیں۔امام نے فرمایا کہ جب تم کو یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر تم کیوں میرے خون کو مباح سمجھتے ہو حالانکہ تم سب جانتے ہو کہ فردائے قیامت میں میرے ہی والد بزرگ وارتمام تشنگان امت کو حوض کوثر پر اس طرح لے جائیں گے جس طرح سطربان اپنے اونٹوں کو مشرع آب پر پانی پلانے کی غرض سے لے جاتے ہیں اور بہت سوں کو ہاں سے اس طرح ہٹا دیں گے جس طرح غیر اونٹوں کو ہٹا دیا کرتے ہیں اور اس دن لوائے حمد میرے ہی پدر بزرگوار کے ہاتھ میں ہوگا ان لوگوں نے جناب امام حسین علیہ اسلام کی تقریر سن کر جواب دیا کہ ہم لوگوں کو یہ سب باتیں معلوم ہیں مگر بایں ہمہ ہم لوگ آپ سے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے جب تک کہ آپ اپنے ہونٹوں سے شربت مرگ کا جام نوش نہ فرمائیں۔بحوالہ ناسخ التواریخ رص ۲۵۱ مقتل ابواسحاق رص ۳۵)۔ (ذبح عظیم از سید اولاد حیدر بلگرامی رص ۱۷۱)۔

جب دھوکہ باز کوفی حضرت حسینؓ سے لڑنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو حضرت حسینؓ لشکر کے قریب آئے اور فرمایا اے لوگو میری بات سنو لیکن سب نے بات سننے انکار کر دیا حضرت حسینؓ نے تعجب کے ساتھ ان سے گفتگو کرتے ،انکی شرارت ،مکر ،دھوکہ اور بے وفائی کو کھول کر بیان کیا دوران گفتگو یہ بھی فرمایا کہ

تمہاری نسبت ہم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا،کوئی بدی تم کو نہیں پہنچی ،پس کیونکر تم پر ویل وعذاب نہ ہو حالانکہ تم نے ہم سے کراہت کی ،ہمکو چھوڑ دیا بغیر عداوت وکینہ سابقہ یا کسی نزاع کے تم نے شمشیر انتقام نیام سے کھینچی اور بے سبب قتل اہل بیت پر کمر باندھی۔(بحار الانوار مترجم اردو رج ار ص ۲۲۵)۔

حضرت حسینؓ نے اس بات کی انتہائی کوشش فرمائی کہ یہ ظالم ناحق خون بہانے سے باز آجائیں

اس مقصد کیلئے آپؓ نے بڑی دانائی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے حکیمانہ شرائط صلح پیش فرما کہ اس سازش کو پاؤں تلے مسل دیا جو دھوکہ بازوں نے طویل غور وفکر سے تیار کر کے عملی جامہ پہنایا تھا مگر سازشیوں نے پوری ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے نظر ہٹا لی تو پھر آپ نے میدان کارزار میں کھڑے لوگوں کو متوجہ کر لیا اور اپنی نسبی شرافت وعظمت پر مدلل گفتگو فرمائی جس کے جواب میں تردید کا ایک لفظ بھی ان دھوکہ بازوں کی زبان سے نہ نکل سکا حتی کہ اپنے اس اصلی عقیدے کا بھی انہوں نے برملا اظہار کیا جس کے مطابق حضرت علیؓ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے اور اللہ کو اپنا مولیٰ کہنے کی بجائے علی کو مولیٰ ماننے کا کھلا اعتراف بھی کیا جس سے ملت اسلامیہ سے انکا انحراف صاف معلوم ہوتا ہے ان تمام عقائد کے اعتراف کرنے کے باوجود انہوں نے صاف صاف اعلان کیا کہ ہم تو آپ کو قتل کرنے آئے ہیں اس کے سوا کوئی دوسری صورت موجود ہی نہیں ان کے ان خطبہ کے اخیر میں نقل کئے گئے جملے صاف بتا رہے ہیں یہ بیعت یزید نام کی کوئی چیز ان کی ترجیحات میں ہرگز شامل نہ تھی وہ تو کسی سابقہ دشمنی کی بنا پر حضرت حسینؓ کو قتل کرنے کیلئے ہی نکلے تھے چنانچہ ان کی اس ڈھٹائی اور شقاوت کو دیکھ کر آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا کہ یہ بیعت یزید کی کہانی محض بہانہ اور فریب ہے بلکہ یہ کسی اور دشمنی اور سابقہ عداوت کی آگ میں بھنے ہوئے ہیں جن کا مقصد میرے ذات سے انتقام لینے کے سوا اور کچھ نہیں چنانچہ حضرت حسینؓ نے اپنے خطبہ میں صاف اعلان فرمایا کہ ہم نے تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑا نہ کوئی نقصان ہمارے ہاتھوں ہوا ہے پھر بھی تم انتقام کی آگ میں جلے کھڑے ہو اور کسی سابق عداوت کا بدلہ لینے پر تل گئے ہو، آخر بتاؤ تو سہی میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو مجھے گھر کی پردہ نشین عورتوں کے سامنے مارتے ہو اور میرے بے گناہ بچوں کو اپنے مظالم کا نشانہ بناتے ہو۔

''دھوکہ باز کوفیوں کا غیظ وغضب نکتہ عروج پر''

پہلے کوفہ کے ان دھوکہ بازوں کا حضرت حسینؓ پر غیض وغضب خود اسی گروہ کے لکھاریوں سے معلوم فرائیں کہ کس طرح آنجناب رضی اللہ عنہ کو خط لکھ لکھ کر بلایا اور اپنے دام فریب میں گرفتار کر کے مطالع کے پہاڑ توڑ دیئے؟ ملا باقر مجلسی امامیہ دین کا فخر المحدثین ہے اپنی بحار الانوار میں حضرت حسینؓ کے کربلا پہنچنے کے بعد اس خط کی عبارت نقل کرتا ہے جو حضرت حسینؓ نے خط لکھ کر بلانے والے سرداروں کو لکھا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ نامہ ہے حسین سلیمان ابن صرد، مسیّب ابن نخبہ، ورفاعہ ابن شداء وعبداللہ ابن دال و دیگر جماعت مؤمنین کی جانب۔ بعد حمد وصلوٰت تم جانتے ہو کہ جناب رسول خدا نے اپنی حیات میں فرمایا ہے جو شخص ایسے بادشاہ جابر کو دیکھے جس نے حرام خدا کو حلال کیا ہو، عہد خدا کو توڑا ہو، سنت رسول کی مخالفت کی ہو، بندگان خدا پر بظلم وستم حکرامی کرے پس وہ شخص اپنے قول یا فعل سے اس کو رد نہ کرے اور اس حاکم سے معارضہ نہ کرے تو خدا پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو عقوبت میں اس بادشاہ کا شریک قرار دے جہنم میں مقام ان دونوں کا ایک ہو۔ تم جانتے ہو کہ بنی امیہ نے شیطان کی اطاعت اپنے اوپر واجب ولازم کی ہے اطاعت خدا سے منہ پھیر لیا، امت رسول میں فساد برپا کیئے حدود خدا کو معطل کر دیا، حقوق مسلمین کو اپنے تعرف میں لاتے ہیں حرام خدا کو حلال جانتے ہیں، حلال خدا کو حرام جانتے ہیں اور میں بہ سبب قرابت رسول خلافت کیلئے سزا وارتر ہوں اگر تم اپنے عہد وپیمان پر اور جو خطوط قاصدوں کے ذریعہ تم نے مجھے بھیجے ہیں باقی تو آخرت میں بے بہرہ وبے نصیب نہ ہوں گے اور جان میری تمہارے ساتھ اہل وفرزند میرے

تمہارے اہل وفرزند کے ساتھ ہیں اور اگر تم اپنے عہد سے پھر گئے ہو اور بیعت کو توڑ ڈالا ہے پس قسم اپنی جان کی توڑنا عہد کا اور خلع کرنا بیعت کا تم سے کچھ بعید نہیں ہے اس لئے کہ تم نے میرے پدر بزرگوار علی مرتضٰی اور برادر عالیٰ مقدار حسن مجتبٰی اور پسر عم مسلم بن عقیل سے خلف عہد کیا، پس فریب خوردہ ہے وہ شخص جو تم پر بھروسہ کرے اور تم نے اپنے حصہ کو ضائع کیا عہد کا توڑنے والا دراصل اپنے ہی کو نقصان پہنچاتا ہے عنقریب خدا مجھ کو تم سے بے نیاز کر دے گا والسلام۔ (بحار الانوار رج ارص ۲۰۳ مترجم اردو دراحوال امام حسینؑ)۔

ہلال بن نافع نے کہا وائے تجھ پر اے عمر تو کیونکہ کہتا ہے میں پانی پیوں، حالانکہ اہل بیت نبوت جگر گوشہ رسالت شدت تشنگی سے قریب ہلاکت ہیں شقی نے جواب دیا سچ کہتے ہیں۔ (ایضا رص ۲۱۰)

عبداللہ بن حصین ازدی نے جو قوم بجیلہ کی طرف منسوب تھا بصدائے بلند پکارا اے حسین واصحاب حسین! کیا پانی کو نہیں دیکھتے کہ برنگ آسمان کیا صاف و پاکیزہ ہے۔ قسم بخدا ایک پانی اس میں سے نہ پینے پاؤ گے یہاں تک کہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو جاؤ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: خداوندا اسے تشنگی سے ہلاک کر اور ہرگز اس ملعون کو نہ بخش۔ (ایضا رص ۲۱۱۔۲۱۲)۔

حضرت زین العابدین نے جو حضرت حسینؑ کی جنگی تیاری اور رجزیہ اشعار سن کر تبصرہ فرمایا شیخ مفید کی زبانی مجلسی یوں نقل کرتا ہے کہ زین العابدین نے جنگی تیاری دیکھ کر فرمایا

جب میں نے یہ اشعار سنے تو سمجھ گیا کہ قیامت کی گھڑی آن پہنچی اور معلوم ہوا کہ حضرت نے عزم شہادت کر لیا ہے اس وجہ سے میرا حال متغیر ہو گیا اور رقت نے مجھ پر غلبہ کیا لیکن عورتوں کی گھبراہٹ کے خوف سے میں نے رونے کو ضبط کیا مگر جب میری پھوپھی زینب خاتون نے یہ سخن

ہائے وحشت انگیز سنے ازبس عورت کہ عورتیں بنسبت مردوں کے رفیق القلب ہوتی ہیں ان سے ضبط گریہ نہ ہوسکا بے تابانہ اٹھ کر سر برہنہ جانب خیمہ اس حال میں دوڑیں کہ گوشہ چادر زمین پر لٹکتا جاتا تھا صدائے شیون بلند کر کے کہا (عربی عبارت کا ترجمہ) یعنی کاش کہ آج کے دن میں مر جاتی اور یہ حال نہ دیکھتی آج میری ماں (فاطمہ زہرا) نے دار فانی سے مفارقت کی اور آج میرے پدر بزرگوار (علی بن ابی طالب) شہید ہوئے آج برادر نامرار (حسن مجتبیٰ) زہر دغا سے مارے گئے۔(بحار الانوار مترجم/ج ا/ص ۲۱۸ در احوال امام حسینؑ)۔

حضرت حسین نے یوم عاشورا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

وائے ہو تم پر کیا میں نے کسی شخص کو تم میں سے قتل کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو کیا تم میں سے کسی کے مال پر متصرف ہوا ہوں یا کسی شخص کو میں نے زخمی کیا ہے؟ اس بات پر بھی ان بے حیاؤں نے کچھ جواب نہ دیا چپ ہو رہے اس وقت امام حسین نے لشکر مخالف میں ندا کی اے شیب ابن ربعی، اے حجار ابن الجر، اے قیس ابن اشعث، اے یزید ابن حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ اشجار پرثمر ہیں، صحرا سبزہ دار ہیں، لشکر آپ کے لئے آمادہ و مہیا ہیں بہ تعجیل آیئے تا کہ ہم آپ کی نصرت و یاری کریں قیس ابن اشعث نے کہا یا حضرت ایسے کلام سے کچھ فائدہ نہیں۔(ایضا/ص ۲۲۴)۔

جب کوفہ دھوکہ بازوں نے حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کو ہر طرف سے گھیر لیا تو آپ نے فرمایا ایہا الناس! میری نصیحت سنو! لیکن سب نے سننے سے انکار کیا! اس پر امام عالی مقام نے فرمایا وائے تم پر میرا کلام بگوش دل سنو کیونکہ میں تم کو راہ راست کی طرف دعوت دیتا ہوں رستگار رہے وہ شخص جو میری اطاعت کرے، ہلاکت ہے اس کیلئے جو میری نافرمانی کرے تم سب میرے حکم

کے خلاف کرتے ہو اور میرا کلام نہیں سنتے کیونکہ تمہارے شکم حرام سے سیر ہیں اور تمہارے دلوں پر مہر لگی ہے وائے ہو تم پر کہ میری بات تک نہیں سنتے اس وقت لشکر عمر سعد والے ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ سنو تو! حسین ابن علی کیا کہتے ہیں، جب شور وغل کم ہوا تو حضرت نے کھڑے ہو کر فرمایا اے مردانِ غدار اے قوم بے وفا و جفاء کار! ویل و ہلاکت ہو تمہارے لئے کہ تم نے ہنگام حیرت و گشتگی اپنی مدد کے واسطے ہم کو بلایا اور بموجب طلب جب میں تمہاری ہدایت ونصرت کیلئے آیا اور تمہاری دعوت کو قبول کیا اس وقت تم نے تیغ کینہ وعداوت مجھ پر کھینچی۔ (ایضا رص ۲۲۴۔۲۲۵)۔

بحیر بن اوس قیمی اصحاب ابن زیاد سے برآمد ہوا بریر پر حملہ کیا اور آپ کو شہید کیا وہ اپنے گھوڑے کو میدان قتال میں دوڑتا تھا اور فخریہ اشعار پڑھتا تھا ایک شخص نے اس ملعون سے کہا کہ بریر اللہ کے صالح بندوں میں سے تھے۔ (ایضا رص ۲۳۴)۔

جید بن مسلم سے روایت ہے کہ مادر عبداللہ رقیہ دختر امیر المؤمنین تھیں اور عمرو بن صبیح نے عبداللہ کو شہید کیا بروایت دیگر عبداللہ نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا ناگاہ ایک ملعون نے تیر ان کی طرف پھینکا کہ ہاتھ اور پشانی مبارک ان کی چھد گئی۔ (ایضا رص ۲۵۵)۔

بروایت ۔۔۔ محدثین عبداللہ بن حضرت امام حسنؑ نے قصد جہاد کیا اور اکثر روایات میں بجائے عبداللہ قاسم بن حسنؑ لکھا ہے جو کہ ابھی حد بلوغ کو نہیں پہنچے تھے وارد ہوا ہے کہ اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں آکر رخصت جہاد طلب کی جب حضرت کی نظر ان کے چہرہ نورانی پر پڑی اپنی آغوش میں لے لیا اور دونوں چچا بھتیجا اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو دوبارہ حضرت قاسم نے اذنِ جہاد طلب کیا، حضرت نے قبول نہ فرمایا، حضرت قاسم نے ہر چند اصرار کیا

حضرت انکار فرماتے رہے اور کس طرح اذنِ جہاد نہ دیتے تھے یہاں تک کہ حضرت قاسم حضرت کے پاؤں پر گر پڑے اور اس قدر دست پائے کے بوسے لئے اور روئے کہ حضرت نے رخصت جہاد دی۔(ایضا ص ۲۵۷)۔

اپنے بھائی عباسؓ کو حضرت حسینؓ نے فرات سے پانی لانے بھیجا وہ اس کاوش میں جام شہادت نوش فرما گئے آپؓ نے سرد آہ بھر کر جو کہا وہ بحار الانوار والا یوں نقل کرتا ہے کہ:

آیا پیغمبر خدا نے ہمارے حق میں تمہیں وصیت نہیں کی؟ آیا ہم عترت رسول نہیں ہیں؟ آیا ہماری مادر گرامی فاطمۃ الزھرا نہیں؟ آیا ہم نیکوترین ذریت احمد سے نہیں ہیں؟ تم لعنت کئے گئے اور ذلیل ہوئے اپنے گناہوں کی وجہ سے پس عنقریب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے تمہارا استقبال کریں گے۔(ایضا ص ۲۶۲)۔

حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی میدان جہاد میں گئے تو حضرت حسینؓ نے اشک حسرت آنکھوں سے برسا کر فرمایا خداوندا تو گواہ رہنا اس قوم جفا کار پر کہ اب وہ جوان مرنے کو جاتا ہے جو صورت و سیرت میں تیرے رسول سے بہت مشابہ ہے، علی اکبر جب میدان میں آئے بار بار کفار پر حملہ فرما کر شدت عطش سے حضرت کی خدمت میں آ کر کہتے تھے ''یا ابتاہ العطش'' حضرت فرماتے تھے اے میرے حبیب! صبر کر تو عنقریب اپنے جد بزرگ وار کے ہاتھ سے جام کوثر سے سیراب ہو گا اس کے بعد وہ پارہ جگر رسول پے در پے اشقیا پر حملہ کرتا تھا یہاں تک کہ ایک تیر گلوئے مبارک پر لگا اور خون جاری ہوا علی اکبر اپنے میں غلطاں ہوئے اور فریاد کی اے پدر مہربان، آپ پر سلام ہو یہ جد بزرگ وار جناب رسول خدا آپ کو سلام فرماتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں پھر علی اکبر نے ایک چیخ ماری ساتھ ہی روح باغ جنت کو پرواز کر گئی۔(ایضا ص ۲۶۷)۔

علی اکبر کی شہادت کے بعد ایک لڑکا مانند خورشید درخشان خیمہ سے نکلا دو بندے اس کے کان بوجہ اضطراب ملتے جاتے تھے ناگاہ ہانی بنا شیث نے ایک گلوار اس طفل مظلوم پر لگائی اور شہید کر دیا یہ دیکھ کر شہر بانو کوس کتہ ہو گیا تھا بحالت تحیر طفل کی طرف دیکھ رہی تھی حرکت کا پارا نہ تھا، نہ طاقت کلام تھی، اب امام مظلوم نے جانب راست و چپ مڑ کر دیکھا کہ اہل بیت و انصار سے کوئی باقی نہ رہا۔ (ایضا)۔

جب اولاد و اقربا بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور بجز امام مظلوم کوئی باقی نہ رہا اس وقت حضرت نے تمام حجت کرنے کیلئے بصدائے بلند فرمایا آیا کوئی ہے کہ ضرر اشفیاء کو ہم سے دفع کرے آیا کوئی حق پرست ہے جو خوف خدا کرے آیا کوئی ہے جو بامید اجر و ثواب ہماری فریاد رسی کرے۔ جب حرم نے حضرت کی فریاد سنی تو صدائے گریہ وزاری بلند کی، اس وقت حضرت نے در خیمہ پر آ کر فرمایا میرے فرزند علی اصغر کو مجھے لا دو تا کہ اسے وداع کروں بموجب ارشاد علی اصغر کو لا کر حضرت کی گود میں دیا شیخ مفید نے فرمایا کہ حضرت نے اپنے چھوٹے بیٹے عبداللہ کو طلب فرمایا جب وہ بچہ لایا گیا حضرت نے اسے اپنی گود میں لیا اور اس کے لب نازنین کے بوسے لیکر فرماتے تھے کہ وائے ان اشفیاء پر کہ جد بزرگوار تیرے محمد ﷺ ان کے دشمن ہو گئے ناگاہ حرملہ بن کاھل اسدی نے ایک تیر ایسا مارا کہ گلوئے نازنین پر اس طفل کے لگا اور وہ بچہ آغوش پدر میں شہید ہوا۔ (بحار الانوار ص ۲۶۸)۔

یہ شہید ہونے والا بچہ علی اصغر تھا یا عبداللہ؟ حاشیہ میں مترجم نے اسکا حل یہ نکالا ہے کہ عبداللہ بھی اور علی اصغر بھی دونوں شیر خوار شہید ہوئے عبداللہ دسویں محرم کو ہی پیدا ہوا تھا جس کے لب خشک کو آپ اپنے لبوں سے تر کر رہے تھے اسی حال میں شہید ہوا دوسرا علی اصغر تھا جو شیر خوار میدان کربلا

میں شہید ہو گیا (ملخص از حاشیہ)۔ (بحار الانوار مترجم رج ۱رص ۲۶۸ در احوال امام حسین)۔

امام حسین نے اپنے ۲۷ ساتھیوں کو خاک وخون میں غلطاں دیکھا ایک آہ سرد کھینچی اور در خیمہ پر وداع اہل بیت کے لئے تشریف لائے بصدائے بلند پکارے ''**یا سکینه یا فاطمه یا زینب یا ام کلثوم علیکن منی السلام**'' اے زینب وام کلثوم، اے فاطمہ اور اے سکینہ تم پر سلام آخری ہو۔ (ایضا رص ۲۶۹)۔

بحار الانوار کے مترجم نے زیر حاشیہ علی اصغر کی شہادت کے بارے ناسخ التواریخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ حضرت علی اصغر کو اٹھا کر دشمنوں کے سامنے آئے

اس وقت آپ نے کوفیوں سے خطاب کیا کہ اے شیعان ال ابوسفیان اگر مجھ کو گنہگار جانتے ہو تو اس بچہ کا کیا قصور ہے اس کو تو پانی پلا دو کیوں کہ اس کی ماں کا دودھ تک شدت عطش سے خشک ہو گیا ہے امام کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا دملہ ابن کاھل اسدی نے اس بچہ کی طرف ایک ایسا تیر رواں کیا جو علی اصغر کے گلے پر پڑا اور خون جاری ہوا۔ (ایضا زیر حاشیہ)۔

حمید بن مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین نے ایک طفل صغیر کو منگا کر اپنی گود میں بٹھایا، ناگاہ عقبہ بن بشیر لعین نے تیر سے اس بچے کو شہید کیا، محمد ابن حسین اثنانی نے ایک شخص سے جو کربلا میں موجود تھا روائت کی ہے کہ اس نے کہا ایک طفل صغیر حضرت کے ہمراہ تھا ناگاہ ایک تیر اس کے حلق نازنین پر لگا حضرت اسکا خون اپنے دست مبارک میں لے کر آصمان کی طرف پھینکتے تھے۔ (ایضا رص ۲۷۰)۔

ملا باقر لکھتا ہے کہ حضرت حسین جب شہید ہونے کیلیئے میدان کارزار میں آئے تو انہوں نے کچھ اشعار پڑھے مترجم نے اشعار کے ساتھ انکا ترجمہ لکھا ہے ابتدائی چند اشعار کا حاصل طلب یہ ہے

کہ

یہ قوم کافر ہوگئی ہے اور پہلے ہی سے یہ ثواب الٰہی سے روگرداں ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے علیؑ وحسنؑ کو مار ڈالا جو مجسمہ خیر ومحترم والدین کے فرزند تھے

ایسا انہوں نے پرانے کینہ کی بنا پر کیا ہے اور اب یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حسین سے لڑنے کیلئے اکٹھا کرو

یہ کیسے رزیل لوگ ہیں جنہوں نے وارث حرمین سے لڑنے کیلئے لشکر اکٹھا کئے ہیں اور ایک دوسرے کو میرے ہلاک کرنے کیلئے تاکید کر رہے ہیں تاکہ دو ملحد راضی ہو جائیں۔

میرا خون بہانے میں ان کو اللہ کا کوئی خوف نہیں ہے ابن زیاد کو خوش رکھنا چاہتے ہیں جو دو کافروں کی اولاد ہے (ایضا ص ۲۷۱)۔

حضرت حسینؑ کو جب ان بدبختوں نے شدید زخمی وکمزور کر دیا تو آپ نے زخمی حالت میں فرمایا کہ: میں اپنے جد بزرگوار سے اس طرح ملاقات کروں گا اور عرض کروں گا یارسول اللہ فلاں شخص نے مجھے شہید کیا جب حضرت پر زیادہ ضعف طاری ہوا تو اشقیا نے تھوڑی دیر توقف کیا کیوں کہ جو شخص بھی حضرت کے سامنے آتا تھا بسبب خوف وشرم پھر جاتا تھا یہاں تک کہ مالک بن بشیر کندی ملعون نے آ کر کلمات ناسزا کہے اور ایسی تلوار سر پر لگائی کہ کلاہ اقدس خون سے بھر گئی۔۔۔اس کے بعد حضرت نے کلدہ خون الود کو زمین پر ڈال دیا دوسری ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھا اس وقت حضرت نہایت ضعیف ہو گئے تھے بار دیگر مالک بن بشیر آ کر کلدہ خون آلود لے گیا وہ ٹوپی خز کی تھی۔۔۔۔ بروایت شیخ مفید اور سید ابن طاوس اشقیا نے ایک لحظہ صبر کیا اس کے بعد چاروں طرف سے حضرت کو گھیر لیا اس وقت عبداللہ بن حسن جو بہت کم سن تھے انہوں نے جب اپنے عم

بزرگوار کو اس حال میں دیکھا تو خیمہ سے نکل کر جانب قتل گاہ دوڑے یہاں تک کہ امام حسینؑ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔۔۔اس وقت الجر بن کعف نے اور بروایت دیگر حرملہ بن کاہل نے چاہا کہ حضرت پر تلوار کا وار کرے عبداللہ نے کہا وائے تجھ پر اے شقی تو چاہتا ہے کہ میرے عم بزرگ وار کو قتل کرے، ملعون نے کہنا نہ مانا اور ایک تلوار لگائی عبداللہ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور اس ضربت سے اس بچہ کا ہاتھ قطع ہو گیا قدرے جلد باقی رہ گئی اس میں دست مبارک حضرت عبداللہ کا لٹکنے لگا اس فریاد یا اماہ بلند کی۔حضرت نے اسے اپنی آغوش مبارک میں لیکر فرمایا اے فرزند برادر صبر کر کہ تو اسی ساعت اپنے پدر بزرگوار سے روضات جنت میں جا کر ملحق ہوگا۔(ایضا رص ۲۷۶۔ ۲۷۷)۔

ہلال بن نافع جو اصحاب عمر سعد سے تھا لکھتا ہے کہ میں ہمراہ اصحاب عمر سعد کھڑا تھا ناگاہ منادی نے ندا کی اے امیر بشارت ہو تجھے کہ شمر نے حسینؑ کو شہید کیا، پس میں قریب گیا اور حضرت کو حالت نزع میں پایا لیکن بخدا میں نے کوئی خاک و خون میں غشتہ زخمی حسین سے زیادہ خوبصورت و نورانی نہیں دیکھا آپ کے چہرے کے نور نے مجھے فکر قتل سے باز رکھا اس وقت حضرت شدت تشنگی سے ایک جرعہ آب اشقیاء سے مانگتے تھے پس سنا میں نے ایک ملعون نے جواب دیا اے حسین تم کو ہرگز ایک قطرہ نہ ملے گا جب تک کہ العیاذ باللہ وارد آتش نہ ہو حضرت نے فرمایا۔۔۔ جو جور و ستم تم نے مجھ پر کئے ہیں اس کی شکایت اپنے نانا سے کروں گا پس وہ کافر غصہ میں آئے گویا مطلق رحم ان کے دلوں میں خلق نہ ہوا تھا اور سر مبارک حضرت کا جدا کیا دران حالیکہ آپ اشقیاء سے باتیں کرتے تھے راوی کہتا ہے کہ ان کی بے رحمی اور شقاوت قلبی کو دیکھ کر مجھے ایسی حیرت ہوئی۔(ایضا رص ۲۸۰)۔

حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد یہ دھوکہ باز اب حرم حسینؓ کی طرف لپکا مجلسی لکھتا ہے کہ اہل بیت رسول اور دختران بتول کو لوٹنے کو دست ستم دراز کیا یہاں تک کہ ایک چادر بھی عورتوں کے سر پر نہ چھوڑی اور اہل بیت کو ننگے سر گریاں وتالاں خیمہ سے باہر نکالا، بروایت حمید بن مسلم جب اشقیاء نے دختران فاطمہ زہراءؑ کے لوٹنے کا ارادہ کیا قبیلہ بکر بن وائل کی ایک عورت اپنے شوہر کے ہمراہ لشکر ابن سعد میں تھی جب اس نیک بخت نے یہ ظلم مشاہدہ کیا تو ایک تلوار لیکر اشقیاء سے مقابلہ کرنے خیام حرم کی طرف روانہ ہوئی اور چلائی اے اولاد بکر بن وائل۔ کیا تم روا رکھتے ہو کہ دختران رسول کو لوٹو، خدا تم سے سمجھے اور ذریت رسول کا انتقام لے، یہ دیکھ کر اس کا شوہر آیا اور اسے واپس خیمہ میں لے گیا، ادھر اشقیاء نے اہل بیت کو خیمہ سے باہر نکال دیا اور خیموں میں آگ لگادی۔ دختران فاطمہ سر و پا برہنہ نالہ وزاری کرتی ہوئی قیدیوں کی طرح بہ ذلت گرفتار ہوئیں اس وقت پروگیان سرادق عصمت وطہارت نے اشقیاء سے کہلا بھیجا کہ برائے خدا و رسول ہمیں مقتول، شہدا سے لے چلو کہ ہم اپنے عزیزوں کو وداع کر لیں اشقیاء نے قبول کیا۔ جب وہ قیدیوں کا قافلہ قتل میں آیا اور اہل بیت رسالت کی نظر لاشہائے شہدا پر پڑی تو چیخیں مار کر سب رونے لگے اور دریائے اشک جاری کئے اور طمانچے اپنے منہ پر مارے راوی کہتا ہے کہ بخدا ابھی تک نہیں بھولا کہ زینب خاتون نے عجب آواز حزیں اور دل غمگین سے فریاد کی۔ (ایضا ص ۲۸۱)۔

مجلسی فاطمہ صغرا کا قول نقل کرتا ہے کہ شہادت حسینؓ کے بعد! متفکر تھی کہ دیکھیے یہ اشقیاء ہم سے کیا سلوک کرتے ہیں آیا قتل کرتے ہیں یا اسیر کرتے ہیں: ناگاہ دیکھا میں نے ایک سوار برچھی لئے ہوئے قریب مخدرات عصمت آیا ہر ایک بی بی کی پشت پر نیزہ مارتا تھا وہ بے چاریاں بھاگ کر ایک دوسرے کے پیچھے چھپتی تھیں جو کچھ ان بے کسوں کے پاس زیور ولباس تھا وہ ملعون لوٹتا تھا اور

وہ عورتیں فریاد کرتی تھیں ''واجداہ و ابتاہ واعلیاہ و اقلتته ناصراہ و احسناہ'' وہ چیخ رہی تھیں آیا کوئی مسلمان اس جماعت میں ہے کہ ہمیں پناہ دے آیا کوئی مؤمن ہے جو ہماری نصرف و یاری کرے اور ہمارے دشمنوں کو ہم سے دفع کرے پس یہ حال دیکھ کر میں کانپنے لگی اور حواس میرے منتشر ہو گئے اور اپنی پھوپھی ام کلثوم کو ڈھونڈتی تھی کہ ان کے پاس جا کر چھپوں۔ ناگاہ دیکھا دیکھا میں نے نظر اس شقی کی مجھ پر پڑی میں بھاگی خیال کیا شائد اس لعین کے ہاتھ سے نجات پائی، ناگاہ اس کا نیزہ میری پشت میں لگا میں منہ کے بل گر پڑی پس اس ملعون نے میرے گوشوارے کھینچ لئے اور مقنعہ سر سے اتار لیا اور مجھے اس حال میں کہ خون میرے رخساروں پہ جاری تھا اور گرمی آفتاب میرے دماغ کو پگھلاتی تھی چھوڑ کر جانب خیمہ چلا گیا میں بے ہوش ہو گئی جب مجھے افاقہ ہوا میں نے دیکھا کہ میری پھوپھی زینب خاتون میرے سرھانے کھڑی رو رہی ہیں، کہتی ہیں اے نور دیدہ اٹھ چل کر دیکھیں کہ تیری بہنوں برادر بیمار پر کیا گزری۔ (بحار الانوار مترجم رج ا رص ۲۸۴ در احوال امام حسینؑ)۔

مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ فرزندان ابو طالب سے جن کی شہادت معرکہ کربلا میں یا نفاق روایات ثابت ہے بائیس بزرگ ہیں اور ابن غاء نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سترہ شخص فرزندان فاطمہ بنت اسد سے دشت کربلا میں شہید ہوئے۔ (ایضا رص ۲۸۶)۔

ملا باقر مجلسی امامیہ دین کا وہ فخر المحد ثین ہے جس پر اس دین کے پیروکاروں کو مکمل طور پر اعتماد ہے ان کے ذاتی جھگڑے خواہ کیسے بھی کیوں نہ ہوں مجلسی انکی ہر مجلس کی زینت اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے ایرانی انقلاب کے پیش وائے بر ملا طور پر مجلسی کی کتابوں کو پڑھنے کا حکم جاری کیا ہے وہ صرف اس سے محبت ہی نہیں کرتا بلکہ اسے اپنے انقلاب کی اساس قرار دیا امامیہ دین کے اس فخر

المحدثین کی متعدد کتابوں میں فخریہ پیشکش وہ بحارالانوار ہے جو ایک سو دس جلدوں پر مشتمل ہے اسی بحارالانوار سے واقعہ کربلا کے چند چیدہ چیدہ اقتباسات بلاتبصرہ اوپر نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱)۔ دھوکہ دیکر حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلانے والے سفاک درندوں نے جب حضرت حسینؓ کو کربلا کے ریگزار میں گھیر لیا اور پوری طرح ان پر قابو پالیا تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ خونخوار بھیڑیے اور سفاک درندوں سے بھی زیادہ بے رحم اور پتھر دل بن گئے ان کی سفاکی اور آسمان سے باتیں کرتی درندگی کو دیکھتے ہوئے جب حضرت حسینؓ کی جنگی تیاری اور عزم شہادت کو حضرت زین العابدین نے دیکھا تو اس صورتحال کو انہوں نے ''قیامت کی گھڑی'' سے تعبیر کیا ہے آپؓ کی قوت ضبط و برداشت جواب دے گئی اس وقت خیموں میں موجود افراد خانہ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ صفحہ ۲۱۸ کے اقتباس سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۲)۔ ہر قوم اپنے اجتماعی نظام کو باقی رکھنے کیلئے کسی نا کسی ضابطہ و قانو کی ضرور پابند ہوتی ہے اسلام نے اجتماعی نظام زندگی کو پرسکون بنانے اور قیام امن کی بقاء کیلئے کسی شخص کی جان لینے کے قواعد بڑی وضاحت سے بیان فرمادیئے ہیں جن میں اہم اور سب سے بڑا سبب قصاص ہے بے گناہ کا قصداً قتل صرف حرام ہی نہیں قابل سزا جرم ہے حضرت حسینؓ نے دلائل کی دنیا میں بارہا مرتبہ دھوکہ بازوں کی زبان کو گنگ کردیا وہ بار بار ان سے سوال کررہے تھے کہ آخر مجھے بتاؤ تو سہی تم مجھے کس جرم کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے جس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو؟ آخر بتاؤ تو سہی میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم میرے اور میری بے گناہ اولاد کے خون کے پیاسے بن گئے ہو؟ مگر ان کا تو صرف ایک ہی جواب تھا کہ: ہمیں سمجھ میں نہیں آتی

کہ آپ کیا کہہ رہے ہو۔

(۳)۔ایسا نہیں کہ واقعتاً حضرت حسینؓ کے ارشادات کوئی بہت مشکل الفاظ پر مشتمل تھے جس کا ان کو پتہ نہیں چلتا تھا مگر بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کے معقول تر دلائل اور شرائط کا ان کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا۔لہٰذا اب انہوں نے حضرت حسینؓ کی بات سننے سے ہی انکار کر دیا تاکہ لاجواب ہونے کی بنا پر شرمندگی کا سامنا ہی نہ کرنا پڑے چنانچہ حضرت حسینؓ کی گفتگو شروع ہوتے ہی وہ شور مچانا شروع کر دیتے تاکہ ان کی بات کانوں میں نہ داخل ہونے پائے جیسا کہ صفحہ ۲۲۴ کے اقتباس سے ظاہر ہے۔

(۴)۔عام طور پر جنگوں میں شریک افراد یا تو مفادات کی غرض سے شریک ہوتے ہیں یا نظریات کی بنیاد پر، جنگیں برپا ہونے کا باعث بھی دو میں سے کوئی ایک اختلاف ہوتا ہے مفادات پر اختلاف یا نظریات کا تصادم واختلاف۔مفادات کی بنیاد پر اختلاف ہو یا لڑائی میں شرکت، عام طور پر وہاں حفظ جان پر خاص توجہ دی جاتی ہے اس لئے کہ مفادات کا فائدہ زندگی حاصل ہونے کی صورت میں تو مل سکتا ہے موت کے بعد مفادات کا کیا حاصل جبکہ نظریاتی تصادم کی صورت میں حفظ زندگی کا نظریہ ثانوی ہی نہیں بہت پیچھے ہوتا ہے، اب کوفی دھوکہ بازوں کے ۱۲ ہزار سے زائد خطوط، سینکڑوں وفد مسلم بن عقیل کو کوفہ آتے ہی سر پر اٹھانا اور ان کے حضرت حسینؓ کو جوابی خط لکھ کر اطمینان دلاتے ہی آنکھیں پھیر لینے سے خانوادہ رسالت مآب کی پاک طینت عفت مآب خواتین پر مظالم وسفاکی کے ریکارڈ قائم کرنے تک کے حالات پر ایک سرسری سے نظر ڈال کر انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمایا جائے کہ یہ سب دھوکہ بازی اور سازش کس مفاد کے تحت گھڑی گئی اور حضرت مسلم کو ایک مصنوعی طریقے سے ابن زیاد کے حوالے کرنے سے لیکر حضرت حسینؓ

کے ساتھ ظالمانہ رویہ قائم کرنے اور بے گناہوں پر پانی بند کرنے، دودھ پیتے بچوں اور بے گناہ آل رسول پر قیامت برپا کرنے اور خانوادہ رسالتمآب ص کی عفت مآب بچیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتے ہوئے سفاکی و درندگی کے ریکارڈ توڑنے کی جسارتیں بھلا کس مفاد اور یذید کے بیعت کیلئے کی گئیں تھیں؟؟؟

اصل بات وہی ہے جو سچے نبی کے تقیہ پر لات مارنے والے سچے نواسے نے فرمائی کہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے علی وحسن کو مار ڈالا۔۔۔ایسا انہوں نے پرانے کینہ کی بنا پر کیا ہے اور اب یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حسین سے لڑنے کیلئے اکٹھا کرو (بحار الانوار ص ۱۷۲) کیا اب بھی کوئی شک رہ رجاتا ہے کہ علی اصغر، عبداللہ جیسے شیر خوار بچوں پر بھی رحم نہ آنا، اور قاسم جیسے کم سن کو بھی زندہ گھوڑوں کی ناپوں تلے کچل دینا اور جلتے صحرا میں پیاس سے تڑپتے بچوں تک کو پانی کا قطرہ تک نہ پینے دینا اور حرم رسول تک کو پوری درندگی وسفاکیت کے ساتھ پائمال کرنا ایسے امور ہیں جو ان کے اسی سابقہ کینہ اور پرانی عداوت کا نتیجہ ہیں یہ عداوت وکینہ ان کے دلوں میں اسی دن سے آگ کی طرح جل رہا تھا جس دن بنو قریظہ کے لوگ اپنی دھوکہ بازی وخیانت کاری سے سزایاب ہوئے تھے اور جب انہیں مدینہ کی دھرتی سے نکال باہر کیا گیا تھا وہی کینہ کی آگ اور نار جہنم کی طرح بھڑکتا ہوا انتقام کا جذبہ تھا جس نے ان کے دلوں سے مادہ رحم کو فنا اور غلیظ وغضب میں کوئلہ کر دیا تھا اب نہ تو ان کو دودھ پیتے بچوں پر ترس آتا تھا اور نہ ہی انسانیت سوز حرکات کرنے پر ان کو شرم محسوس ہوتی تھی۔

(۵)۔ جو لوگ انتقام کی آگ میں جل بھن چکے ہوں ایسے لوگوں سے کسی طرح کے رحم وکرم یا نرمی ورعائیت کی توقع بالکل نہیں رکھی جاسکتی کربلا کا پورا حادثہ لمحہ بہ لمحہ ملاحظہ کرنے کے بعد جس

شقاوت و بدبختی اور بے رحمی کے مناظر لمحہ بہ لمحہ بکھرے ہوئے ہیں ان کو دیکھ کراس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ اس میدان میں سوبکھری ہوئی انتقام کی وہی آگ تھی جو اسلام کی صفوں میں داخل ہوکر اسلام سے انتقام لینے والے دھوکہ بازوں کے اندر جل رہی تھی ورنہ بوقت موت تو سخت سے سخت دشمن بھی کم از کم اتنا ضرور نرم ہو جاتا ہے کہ اس کی آخری خواہش پوری کرے۔اخلاق سے گری ہوئی قومیں بھی سزائے کے قیدی کو بوقت سزا دودھ پلاتی ہیں مگر ایک یہ انتقام کی آگ میں جلی ہوئی دھوکہ باز قوم تھی جس نے نواسہ رسول کوآخری وقت میں باوجود شدید پیاسے ہونے کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا۔

(۶)۔ضمیر مر جائے اور حیاء فوت ہو جائے پھر تو وہ شخص جو مرضی کرتا پھرے کہ اندر بے حیائی سے روکنے والا داعیہ جو نہ رہا مگر جن میں ضمیر کی کوئی رمق باقی اور حیاء کی کوئی رتی موجود ہو وہ جانتا ہے کہ میرے گھر میں بھی ماں، بہن اور بیٹی ہیں لہٰذا وہ کسی ایسی بچی، بیٹی، بہن یا خاتون پر ظلم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا جن کمزور بے چاریوں کی آنکھوں کے سامنے ان کا پورے کا پورا گھر ہی شہید کر دیا گیا ہو، نسبی شرافت اور کمال تقویٰ کا پاس نہ بھی ہو تب بھی جس بچی کا باپ اور بھائی ان کی آنکھوں کے سامنے شہید کر دیئے گئے ہوں اس کی تو حالت دیکھتے ہی بندے کا دل ترس و رحم میں ڈوب جاتا ہے حتیٰ کہ کوئی انتقام لینے والا سفاک بھی ہو تو ایسی صورت حال پر اسے بھی ترس آ جاتا ہے مگر مسلمانوں کی صفوں میں گھس آنے والے یہ دھوکہ باز تو کسی اور ہی مٹی کے بنے ہوئے تھے یہ لوگ جب کوہ بصرہ وغیرہ سے جمع ہوکر مدینہ منور پر حملہ آور ہوئے اور اس طرح پانی بند کر کے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تب بھی ان کو عورتوں پر ذرا بھی ترس نہ آیا اور حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کے علاوہ زوجہ حضرت عثمان غنیؓ کا ہاتھ کاٹ دیا اب یہاں پر ان کوفہ کے غداروں،

مکاروں اور دھوکہ بازوں کا خانوادہ رسول پر ہاتھ پڑ گیا تب پھران سفاک دھوکہ بازوں نے عزت مآب خواتین پر جو مظالم کے پہاڑ گرائے وہ تو خود مجلسی نے بحارالانوار صفحہ ۲۸۱۔۲۸۴ وغیرہ پر لکھ دیا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

(۷)۔انسان خواہ جتنا بھی درندہ صفت اور خونخوار بھیڑیا بن جائے آخر انسان ہے وہ ظلم کی جس سطح تک بلند پرواز کر جائے مگر چھوٹے چھوٹے بچوں پر تو اسے ترس آ ہی جاتا ہے خاص طور پر جب کہ وہ ننھا سا پھول جبکہ دودھ پیتا بچہ ہو۔ بھلا اس کی گردن پر بھی کوئی تیر مارے گا؟ کوئی یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ اس پھول کا خون کرے، بچے کا قتل کسی لکھے پڑھے میں آتا ہی نہیں مگر سفا کیت کا یہ باب بھی کوفہ کے ان دھوکہ بازوں پر کھلا اور انہیں پر بند ہو گیا جو دھوکہ باز مسلمانوں کی صفوں میں محض اس لئے داخل ہوئے کہ وہ اسلام اور اہل اسلام سے یہودیت کو مٹانے کا بدلہ لے سکیں پھر انتقام کی آگ ایسے جلے کہ سرتاپا کالک ہی کالک بن کر رہ گئے دھوکہ بازی کی گھٹی سے پلے یہ مکاروشا لوگ جب بھرپور دھوکہ بازی کرتے ہوئے حضرت حسینؓ پر اپنے جال ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تو ان بدترین دھوکہ بازوں نے دودھ پیتے بچوں تک کو معاف نہ کیا مجلسی کے چند منقولہ اقتباسات کو ملاحظہ فرما کر ان دھوکہ بازوں کی سفاکیت کا اندازہ لگائیں۔

(۸)۔حضرت حسینؓ کو جو خطوط لکھ کر اپنی وفاداتی اور اعتماد کا یقین دلانے کی کوشش کی گئی تھی وہ خطوط بار ہزار سے زیادہ کی تعداد میں تھے جن کو حضرت حسینؓ نے ایک سے زیادہ بوریوں میں بند کر کے رکھا ہوا تھا ان خط لکھنے والوں میں کچھ بڑے بڑے سردار اور نامور لوگ بھی تھے حضرت حسینؓ جب کوفہ پہنچ گئے تو ہزاروں بیعت کرنے والے اور خط لکھنے والے تتر بتر ہو گئے غالب تعداد تو تلوایں لیکر میدان کارزار میں حضرت حسینؓ کے خلاف لڑنے کیلئے آ گئے یہی وہ بے رحم ٹولہ اور

پتھر دل گروہ تھا جو حضرت حسینؑ کے خلاف ہر سفاکی اور انسانیت سوز مظالم کے پہاڑ توڑتا چلا گیا۔ حضرت حسینؑ نے نام لے لے کر ان خط لکھنے والوں کو ان کی تحریریں یاد بھی دلائیں مگر انہوں نے صاف جواب دیا کہ ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ خط لکھنے والوں میں کچھ وہ لوگ بھی تھے جو حضرت حسینؑ کو پوری طرح گھیر لئے جانے کے بعد منظر عام سے غائب ہو گئے تا کہ آنے والے وقت میں اگلی سازشوں کا وہ جال بچھا سکیں حضرت حسینؑ نے ان لوگوں کو خط لکھ کر مدد کیلئے پکارا ساتھ ہی ان کی غداری و دھوکہ بازی کے خدشات بھی واضح فرما دیں بحار الانوار کے صفحہ ۲۰۴ وغیرہ میں اس تفصیل کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(۹)۔ان درج شدہ اقتباسات میں بحار الانوار کے صفحہ ۲۳۴ کا ایک اقتباس بھی درج ہے جس میں بجیر بن اوس ضبی بڑے فخریہ اشعار پڑھتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور قرآن پاک کے قاری، عابد و زاہد، کوفہ کے مشہور و معروف متوقی و صالحب بندہ خدا بریر کو قتل کر دیا ہے نہ اسے رحم آیا نہ ترس کہ وہ کتنے بڑے عابد، زاہد، صالح قاری اور استاد پر ظلم کر رہا ہے جاننے کے باوجود وہ بے رحم شخص جب حضرت بریر کو قتل کر چکا تب اس کا ابن عم آگاہ کرتا ہے اور پھر اس پر افسوس کا ایسا غلطہ ہوا کہ حد نہ رہی، اچانک وہ اپنے کئے پر پچھتانے لگا۔ یہ صرف ایک اسی بجیر کی صورت حال نہیں بلکہ عمومی صورت حال اور دھوکہ بازوں کا مستقل رویہ یہی ہے جو اس پورے حادثہ کربلا کو دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تک تو ان دھوکہ بازوں نے حضرت حسینؑ کو گھیرے میں لئے رکھا اس وقت تک ان کے دلوں میں رحم نام کی کوئی شے نہیں تھی نہ عورتوں اور کمزور بچوں، بچیوں پر رحم آیا اور نہ ہی پیاس کی شدت میں تڑپتے آل رسول کیلئے ان کے دل نرم ہوئے انہوں نے ظلم کا ہر طریقہ آزمایا اور ستم کا ہر تیز چلایا پورے خاندان نبوت کو کربلا میں خون سے نہلا دیا مگر جوں ہی ان نفوس قدسیہ کو

شہید کر چکے تو پھران کو اپنے کئے پر بہت ہی زیادہ افسوس ہوا انہوں نے اوران دھوکہ بازوں کی عورتوں نے با قاعدہ صف ماتم بچھالیا ورروروکران کا براحال ہوگیا حتی کہ توابین کے نام سے ایک پوری جماعت کھڑی ہوگئی جن کو اپنے کئے پر بے حد افسوس تھا اوراب وہ توبہ کرکے حضرت حسینؓ کا بدلہ لینے نکلے تھے، جولوگ جاسوسوں کے طریقہ واردات سے واقف ہیں ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جاسوس ہمیشہ اسی طرح سے اپنے دشمن کو خوب دھوکہ دے کر پھنسا تا ہے پھراس دشمن سے خوب جی بھرکرانتقام لیتا ہے انتقام لینے کے بعداب اگلی واردات کیلئے خوداسی مقتول کا وارث بن کر میدان میں اترتا ہے جس کو اس نے قتل کیا تھا یوں خود قاتل خود منصف کے مثداق جاسوس کیلئے اس نام سے مزید کئی شکارمل جاتے ہیں اوروہ ایک کے بعد ایک ہدف مقرر کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے بلکل یہی صورت حال یہاں پائی جاتی ہے پہلے حضرت حسینؓ کو بھرپور دھوکہ و فریب دیتے ہوئے کوفہ آنے پر مجبور کیا، جب آپؓ ان کی باتوں میں آ گئے تو ہرطرف سے گھیر کر ایسا سفا کانہ سلوک کیا کہ فرعونیت بھی ان کی سفا کیت پر شرمندہ ہوگئی پھر جب آل بنوقریضہ آل رسول سے بھرپورانتقام لے چکے تو فوراً پیترابدلا ،صف ماتم بچھائی، ماتم کیا اورتوابین کے نام سے سفا کیت کا اگلا معرکہ شروع کیا، چھری خربوزہ پرگرے یا خربوزہ چھری پر کٹنا تو خربوزے نے ہی ہے، پس جاسوسی چھری نے امت اسلام کو خربزوہ بنا ڈالا ، پہلے آل رسول کو نشانہ بنایا پھر چند دھوکہ بازوں کو حدف بنا کر پوری امت اسلام کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا۔

ان چند ضروری نکات کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ گزشتہ اقتباسات پرایک نظر ڈالیں اورغور فرمائیں کیا یہ ظلم و بربریت کا بازاراس لئے گرم رکھا گیا کہ حضرت حسینؓ نے یذید کی بیعت نہ کی تھی؟؟؟ اگرکوئی دھوکہ بازوں کی پوری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ غورفرمائیں گے

تو یقیناً آپ کا ضمیر فیصلہ دے گا کہ یہ جبر و استبداد اور ظلم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ان جاسوسوں کی انتقامی کارروائی تھی جو یہودیت ایک عرصہ سے ملت اسلامیہ پروار کے لینا چاہتی تھی۔

''واقعہ کربلا دشمنانِ اسلام کے شعبہ انٹیلی جنس کی انتقامی کارروائی''

مسلمانوں کو دھوکہ دے کر جو کچھ لوگ اسلامی صفوں میں گھس آئے تھے وہ کسی پرانی عداوت اور سابقہ دشمنی کا انتقام لینے کیلئے حضرت حسینؓ کو پوری چالاکی اور شاطرانہ چال کے ساتھ میدان کربلا میں گھیر لائے تھے اور میدان کربلا میں نواسہ رسول حضرت حسینؓ کو اپنے قافلہ کے ساتھ گھر کی عزت مآب خواتین اور بچوں کے سامنے پوری مظلومیت کے ساتھ جو شہید کیا تھا اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ حضرت حسینؓ نے حاکم وقت یزید کی بیعت نہیں کی تھی جس جرم میں ان کو اور ان کے رفقاء کو شہید کر دیا جیسا کہ گذشتہ مفصل بحث میں گزرا ہے کہ

(ا)۔ حضرت حسینؓ نے جو کربلا میں تین باتیں پیش فرمائیں جن کا باحوالہ بیان گزر چکا ہے اہل اسلام کے علاوہ کفار و مکار دشمنان دین کی کتابوں میں جس کا صراحت کے ساتھ بیان موجود ہے، ان شرائط صلح کی موجودگی میں ممکن ہی نہیں کہ کربلا میں حضرت حسینؓ کی طرف ترچھی آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی جائے چہ جائے کہ شہادت کا الم ناک واقعہ اور مظالم کی اندوہناک قیامت برپا کی جا سکے۔

(۲)۔ ان شرائط صلح کے باوجود کوئی طبقہ بضد رہے کہ نہیں جی یہ ظلم و جور اور سفاکیت کا بازار اس لئے گرم رکھا گیا کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی تو پھر ہمارا سوال ہے کہ حر نے تو یزید کی نہ صرف بیعت کی ہوئی تھی بلکہ تو حکومت کا فوجی ہی نہیں افسر اور سالار تھا اس کو کسی بیعت

یذید نہ کرنے کے جرم میں قتل کیا گیا؟ پھر بات صرف حر پر نہیں رکتی کتنے ہی وہ لوگ تھے جو کوفہ سے ابن زیاد کی فوجہ میں شامل ہو کر حضرت حسینؓ کے خلاف لڑنے کیلئے کربلا آئے تھے کربلا پہنچ کر صلح کی معقول ترین شرائط سنی جو بعض مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے دھوکہ بازوں نے قبول نہ کرنے دیں تو ان کو مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر ملت اسلامیہ کو دھوکہ دینے والوں کی چالوں سے کس حد تک باخبر ہو گئے تو وہ لوگ حضرت حسینؓ کے محافظ بن گئے، ان لوگوں نے تو یذید کی بیعت کی ہوئی تھی ان کو کس بیعت یذید کی وجہ سے شہید کیا؟

(۳)۔ان شیر خوار بچوں کو کس یذید کی بیعت نہ کرنے پر شہید کیا گیا جن بیعت کا مکلّف ہونا تو درکنار وہ اپنے قدموں پر کھڑے بھی نہ ہوتے تھے ایسے پھول جو کھلے بھی نہ تھے کہ مسل دیئے گئے بھلا ان پر یذید کی بیعت نہ کرنے کی کون سی فرد جرم عائد ہوتی ہے؟

(۴)۔کربلا میں ۳ یوم تک قافلہ حسینی پر پانی بند رہا بچے تڑپتے اور پانی کیلئے ترستے رہے زخموں سے چور فرزندان رسول پیاس کی شدت میں شہادت پاتے رہے آخری لمحات میں بھی پانی کا گھونٹ تک نہ دیا گیا پانی بند کرنے اور آل رسول کو پانی دکھا دکھا کر ترسانے اور استہزاء کرنے کے دل خراش مناظر خودان کی لکھی کتابوں سے پیچھے لکھ آئے ہیں بھلا اس انسانیت سوز ظلم کا یذید کی بیعت سے کیا تعلق ہے؟

(۵)۔کربلا کے یوم عاشورا پیش آنے والے وہ قیامت خیز مناظر اور بارحمانہ جبر کی کچھ معمولی جھلک خودان کی کتابوں سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں ان سفا کانہ حرکات کا بھلا یذید کی بیعت سے کیا واسطہ اور کیا تعلق بنتا ہے؟

(٦)۔خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی بچیوں اور عفت و پاکیزگی، شرم وحیاء کی پیکر خواتین پر مظالم کے حیا

سوز قصے جو امامیہ دین کے کتابستان میں موجود ہیں ان کی بھی ایک مختصر سی جھلک اوپر نقل ہو چکی ہے بھلا گلشن نبوی کے ان مہکتے پھولوں پر ظلم کا بازار گرم رکھنا بھلا کس بیعت یذید کے جرم میں ہے؟

اس پورے واقعہ میں خط لکھنے والوں کے کردار سے خط لکھنے اور حضرت مسلم کو دھوکہ دینے اور کوفہ کے گورنر کو ورغلانے کوشش سے لیکر ابن زیاد کو ایک خاص سٹائل میں حاصل کرنے تک اور کمال مہارت سے اس کو کوفہ میں امام حسینؓ بنا کر پوری احتیاط سے داخل کرنے سے حضرت مسلم کو کمال ہوشیاری سے کامل مجرم بنا کر ابن زیاد کے حوالے کرنے، ان کو شہید کرنے میں بچھائی جانے والی صف ماتم تک پورے واقعہ کو ذرا متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے دل بے اختار پکار اٹھے گا کہ یہ سب کچھ کوئی بدترین انتقام، کوئی پرانی عداوت اور قدیم پرخاشت کی بنا پر واقع ہوا جس کی تیاری بڑے عرصہ سے کی جا رہی تھی اور کسی ایسے ہی موقعہ کی تلاش میں اندر ہی اندر کچھ فریب کار لوگ ٹوہ لگائے ہوئے تھے موقعہ ملتے ہی وہ مشین کی طرح حرکت میں آئے کمال کے کرتب دکھا کر اپنے اندر جلتی انتقام کی آگ کو ذرا تسکین دینے میں بلاآخر وہ کامیاب ہو گئے۔

''حضرت حسینؓ کی گواہی: کہ یہ پرانی عداوت کی وجہ سے ہے''

حضرت حسینؓ ابھی کوفہ سے کافی دور تھے جب آپؓ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت اور کوفی دھوکہ بازوں کے کرتوتوں کی خبر ملی ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور بے حد مغموم ہوئے اس نئی صورت حال پر آپؓ نے واپسی کا ارادہ فرمایا مگر حضرت مسلم کے بھائی وغیرہ نے بدلہ لینے پر اصرار کیا ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت حسینؓ کی ایک اپنی شخصیت ہے جب آپ کوفہ پہنچیں گے تو یقیناً

کوفہ کے لوگ دیوانہ وار آپ پر پروانوں کی طرح گریں گے بھلا ۱۲ ہزار سے زائد خطوط لکھنے والے جب حضرت حسینؓ کو دیکھیں گے تو کیسے وہ حضرت حسینؓ کا ساتھ دینے کیلئے میدان میں نہ نکلیں گے جب کہ وہ تو خطوط میں ایسی محبت، پیار اور فدا کاری کے اعلان کر رہے تھے کہ جس کی تاریخ میں کوئی مثال ہی نہیں ملتی لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ خط لکھنے والے حضرت حسینؓ کا ساتھ نہ دیں مگر جب حضرت حسینؓ آگے بڑھے اور کوفی دھوکہ بازوں سے آمنا سامنا ہوا تو وہ صاف مکر گئے کہ ہم نے تو کوئی خط وغیرہ نہیں لکھا، جب خطوں کے بورے ان کے سامنے انڈیل دیئے گئے اور نام بنام ان کو پکارا جانے لگا تو ان کا جواب وہی تھا جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں، اب حضرت حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ ان دھوکہ بازوں کی گیم تھی جو مجھے شہید کرنے کیلئے سازش کر کے پھنسانے میں کامیاب ہو گئے ہیں، اب ایک ان کی دھوکہ بازی، مکاری اور فریب کاری تھی تو ساتھ ہی ان کے خوانخوار چہرے، آنکھوں میں اترا ہوا خون اور حرکات و عادات سے ٹپکتی ہوئی سفاکیت تھی جس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے سینے بغض و عداوت سے ہنڈیا کی طرح ابل رہے ہیں تب ان حرکات کو دیکھ کر حضرت حسینؓ نے صاف صاف اعلان فرما دیا کہ تمہاری نسبت ہم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ کوئی بدی تم کو نہیں پہنچی۔۔۔۔۔۔ تم نے شمشیر انتقام نیام سے کھینچی اور بے سبب قتل اہل بیت پر کمر باندھی (بحار الانوار مترجم حصہ اول/صفحہ ۲۲۵)۔

حضرت حسینؓ کی یہ شہادت اس وقت کی ہے جب انہوں نے ان کا وہ اصلی روپ اور حقیقی چہرہ دیکھ لیا تھا جس پر سے تقیہ کا پورا خول اتر چکا تھا اور جاسوس ہوتا ہی وہی ہے جو اپنے اصلی روپ میں اسی وقت آتا ہے جبکہ مبتلا شخص اس جاوس کے ہاتھوں زندگی کی آخری سانس گن رہا ہوتا ہے۔

جلاء العیون میں ہے

تم پر اور تمہارے ارادوں پر لعنت ہوا ے بے وفایانِ جفا کار، تم نے ہنگامہ اضطراب واضطرار میں ہمیں اپنی مدد کیلئے بلایا جب میں نے تمہارا کہنا مانا اور تمہاری نصرت وہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی (جلاء العیون اردو)۔

فاطمہ دختر حسین رض کا بیان

اے اہل کوفہ اے اہل مکر وفریب تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہمیں کافر سمجھا، ہمارے قتل کو حلال اور ہمارے مال کو غنیمت جانا۔۔۔تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے سابقہ کینہ کی وجہ سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دل خوش ہوئے (احتجاج طبرسی رصفحہ ۱۵۷)۔

''جاسوسی مذہب کا اعتراف''

جس مذہب کی اساس جاسوشی خدمات پر قائم ہے خود اس کا اعتراف بھی یہی ہے کہ کربلا کی یہ کارروائی اور مظالم کا دلخراش واقعہ جذبہ انتقام کی بنیاد پر پیش آیا چنانچہ بحار الانوار اردو مترجم حصہ اول در احوال امام حسین کے صفحہ ۲۵۰ پر لکھا ہے

آپ نے چند اشعار پڑھے جن میں ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شریوں کی نصرت کی، خاطر قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور اپنے بدر کے کشتوں کا بدلہ لینے کو تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر جمع ہوئے ہیں۔سیدہ فاطمہ صغریٰ نے جو کربلا سے کوفہ آتے ہوئے خطبہ دیا اس میں آپؑ فرماتی ہیں۔۔۔اے کوفہ والو! رسول اللہ ص نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جس کی وجہ سے تم نے ان کے بھائی علی مرتضیٰ اور ان کی اولاد پاک سے انتقال لیا، چنانچہ ایک ظالم نے اس انتقام پر یہ فخریہ شعر پڑھے۔۔۔(جس کا ترجمہ یہ ہے) ہم

نے علی اور اولاد علی کو مارا ہے ہندی تلواروں اور نیزوں سے، اور ان کی عورتوں کو اس طرح اسیر کیا ہے جس طرح ترکی غلام اسیر کیئے جاتے ہیں اور ان سے خوب ٹکر لی۔(بحار الانوار رج ۲ رص ۱۵ ر مترجم دراحوال امام حسین)

صحفیہ کربلا میں لکھا ہے کہ

عمرو بن سعد نے فوج کوفہ سے کہا: اس وقت حسینؑ خیمہ گاہ میں اپنے اہل بیت سے رخصت ہو رہے ہیں اسی وقت ان پر حملہ کردو کیونکہ رخصت ہونے کے بعد تمھیں اس طرح پراگندہ کردیں گے کہ میسرہ اور میمنہ کی تمیز باقی نہ رہے گی فوج نے آپ پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کردی، بہت سے تیز خیموں کی چادر چھید کر بعض عورتوں کے لباس تک کو پارہ پارہ کردیا یہ حال دیکھ کر امام حسینؑ نے دشمن پر غضبناک شیر کی مانند حملہ کیا جبکہ ہر طرح سے تیروں کا مینہ برس رہا تھا لیکن آپ نے تیروں کیلئے اپنا سینہ ڈھال بنا دیا تھا۔امام حسین نے فوج کوفہ سے فرمایا! تم کس لئے مجھ سے قتال کر رہے ہو، میں نے کوئی واجب چھوڑ دیا ہے نا سنت کو بدل دیا ہے یا شریعت میں تحریف کردی ہے؟ اس گروہ نے جواب دیا نہیں! لیکن آپ کے والد کی طرف سے ہمارے دلوں می ں کینہ ہے کہ انہوں نے بدر وحنین میں ہمارے آباؤ واجداد کو قتل کیا تھا اس لئے آپ سے قتال کریں گے، جب امام حسینؑ نے اس گروہ کی یہ بات سنی تو زار وقطار رونے لگے پھر دائیں بائیں دیکھا لیکن آپ کا کوئی مددگار نہ تھا سب شہید ہو چکے تھے۔(صحیفہ کربلا از علی نظری منفرد مترجم نثار احمد رصفحہ ۳۳۰)۔

خود مجرم لوگوں کا یہ واضح اعتراف اس حقیقت کو کتنا واضح کر رہا ہے کہ ان ظالموں کو یذید کی بیعت جیسے معاملات سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ تو سازشوں کے جال اور خطوط لکھنے اور محبت کے تقیائی

دعوے کرنے کی ساری رام کہانی اپنے دلوں میں جلتی ہوئی انتقامی آگ کو تسکین دینے کیلئے کر رہے تھے ورنہ اس کا تو انکو برملا اعتراف تھا کہ حضرت کو بدلا ہے جیسا کہ علی نظری نے صحیفہ کربلا میں مقتل حسینؑ ، الامام الحسین واصحابہ، ذریعہ نجات گرمرودی جیسی کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے لہٰذا یزید کی بیعت کرنا واجب ہو یا سنت ان قاتلانِ حسینؓ کے نزدیک حضرت حسینؓ نہ تو ان کے تارک تھے نہ ان کو بدلنے والے بلکہ ان کا سرے سے کوئی قصور نہیں تھا بلکہ قصور تو ان کے والد حضرت علیؓ کا تھا جس کا حضرت حسینؓ اور ان کے بچوں اور قافلہ والوں سے بدلا لیا جا رہا تھا، مجرموں کے اس کھلے اعتراف اور حضرت حسینؓ کے قتل کرنے کی اصلی وجہ بیان کرتے ہوئے قاتلانِ حضرت حسینؓ کے جو بیانات جاسوسی مذہب نے نقل کئے ہیں اس سے قاتلانِ حسین کے دین و مذہب کا پتہ بھی بڑی وضاحت وصراحت سے چل رہا ہے کہ ان کے دین کے مطابق یزید کی بیعت کرنا نہ واجب تھا نہ سنت، جب سنت یا واجب کے نیچے والے درجات بھی نہیں تو پھر اس بیعت کے فرض ہونے کا تصور بھی باقی نہیں رہتا، اسی سے ہر عقل مند آدمی بڑی آسانی سے جان سکتا ہے کہ وہ کون سا مذہب تھا جن کے نزدیک یذیب کی بیعت کرنا فرض، واجب تو درکنار سنت بھی نہیں ہے۔

''کن مقتولوں کا بدلہ؟''

حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء بے گناہ بچے اور افراد خانہ پر کربلا میں جو مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے اس کا باعث کیا تھا؟ حضرت حسینؓ کا یزید کی بیعت نہ کرنا؟ یا بدلہ وانتقام؟

حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے پر مجبور کرنا، مسلم سے دھوکہ وشہادت، مرضی کے میدان میں لا کر آل پر

پانی بند کرنا، صلح نہ ہونے دینا، سفاکیت کی حد کرنا، خط لکھنے والوں کا جھوٹ بولنا، ان کا سردار بن کر حضرت حسینؓ سے لڑتے ہوئے کمال درندگی کرنا، آپؓ کے ساتھ یزید کی بیعت کرنے والے دسیوں حضرات کو شہید کرنا، ایسے بچوں کا شہید کرنا جو بیعت یزید کے سرے سے مکلّف ہی نہیں، عزت مآب خواتین کی توہین کرنا، چھوٹے شیر خوار بچے پر بھی ترس نہ آنا (کہ اسے بھی حلق میں تیر مار کر شہید کر دیا)، آخری لمحات میں شدت پیاس میں بھی ایک قطرہ پانی تک نہ دینا بلکہ الٹا گندی زبان استعمال کرنا وغیرہ ایسے امور ہیں جن سے بڑی وضاحت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان بے رحم درندوں کی خانوادہ رسالت مآب پر مسلط کردہ جنگ کا یزید کی بیعت سے کوئی تعلق نہیں جس پر چند معروضات گذشتہ صفحات میں عرض کی جا چکی ہیں، مزید یہ کہ کسی واقعہ کا صلی سبب خود مبتلا ہونے والا بتا دے تو بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے چنانچہ کربلا کے میدان میں جو دو جماعتیں اتریں تو ایک طرف نواسہ رسول حضرت حسینؓ تھے جن کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا ان کی شہادت ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں کہ جب تقیہ کا نقاب اتر جانے کے بعد قاتلوں کی حقیقی شکلیں حضرت حسینؓ نے ملاحظہ فرمائیں تو صاف فرما دیا کہ کسی قدیم عداوت و دشمنی کا تم مجھ سے بدلہ لے رہے ہو۔ مقتول قاتلوں کی نشاندہی اور قتل کا حقیقی سبب بتانے کے ساتھ قاتلوں کے اعترافی بیان کی جو اہمیت ہے عقل سلیم رکھنے والوں پر وہ بھی مخفی نہیں اس مقام پر قاتلانِ حسین نے جو کھلے لفظوں میں اعتراف جرم کے ساتھ ارکاب جرم کا حقیقی اور درست سبب بھی بتا دیا جیسا کہ اوپر نقل ہوا ہے البتہ اس اعتراف واقرار کو نقل کرنے والوں نے جو اپنی جاسوسی خدمات سرانجام دی ہیں وہ قابل وضاحت ہیں۔

حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ کے جہاد وقتال اور مجاہدانہ کارناموں سے کون واقف نہیں آپ

صاحب ذوالفقار ہیں، قلعہ خیبر کا مرحب اور روساء یہود بھلا صاحب ذوالفقار کی ضرب کاری کو کیسے بھول سکتے ہیں ان کا تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ باب خیبر کو جوتی کی نوک پر رکھ کر حیدر کرار نے یوں اڑا دیا تھا جیسے کھلاڑی میدان کھیل میں فٹ بال کو کک لگا کر فضاء میں اڑا دیتا ہے وہ حیدر کرار کرم اللہ وجہہ کی بھلا اس ضرب کاری کو بھول ہی کیسے سکتے تھے جس ضرب نے ان یہود کی ریڑھ والی ہڈی کرچی کرچی کر ڈالی تھی خیبر کی شکست نے یہود کو عرب کی دھرتی سے بے دخل کر دیا تھا۔ انہیں بے در پے فتوحات نے ہی سازشی یہود اور دوسرے کفار کو یک جان ہو کر ایک جاسوسی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا تھا اس جاسوسی مذہب نے جب نواسہ رسول کو کمال مکاری کے ساتھ ہر طرف سے گھیر لیا اور انسانیت سوز مظالم کرنے لگے تب انہوں نے زندگی کے آخری لمحات میں اپنی اصلیت بتا دی کہ جناب یہ جو انتقام کی شعلے مارتی آگ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں اس کا سبب آپ کے والد صاحب ہیں جنہوں نے ہمارے آباؤ اجداد کو نہ بنو قریظہ والے قلعہ میں رہنے دیا نہ خیبر کے قلعہ میں، بلکہ ان کو قتل کیا آج کربلا کا یہ منظر اسی خیبر کی شکست کا بدلہ ہے۔

''اعتراف و جاسوسی ساتھ ساتھ''

وجہ دشمنی اور وجہ کربلا کس سبب بنا کرتے ہوئے مقتول بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہمیں بغیر کسی جرم کے تم قتل کر رہے ہو اور کسی پرانی دشمنی کا ہم سے انتقام لے رہے ہو اور قاتلوں کا بیان بھی یہی ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہونے والے کفار کا بدلہ آپ سے لینا ہے، لہٰذا ان بیانات کے بعد اس بات میں تو کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ ان مکار لوگوں نے دھوکہ دیکر حضرت حسینؓ کو بلایا اور پھر گھیر کر بے بسی کے عالم میں ان پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے اس انتقامی کارروائی کے پیچھے جو

اصل محرکات تھے وہ اسلامی فتوحات کا بدلہ تھا جس کا صاف لفظوں میں اعتراف خود ان کی کتابوں میں موجود ہے البتہ اس اعتراف کے ساتھ جاسوس لوگ اپنی خدمات سے دستبردار نہیں ہوئے بلکہ اپنے قول ''آپ کے والد کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ ہے کہ انہوں نے بدر و حنین میں ہمارے آباؤ اجداد کو قتل کیا تھا'' (صحیفہ کربلا/۳۳۰) میں اعتراف کے ساتھ جاسوسی خدمات بھی سرانجام دے گئے ہیں، بلکل اس شاطر و مکار چور کی طرح جو چوری کے بعد چور کی طرف جانے والے رخ کو مٹانے کیلئے متلاشی لوگوں کا رخ اور سوچ پوری طرح مخالف سمت کی طرف موڑ دیتا ہے اگر چور مشرق کی طرف بھاگا ہو تو یہ وکیل کوئی سے نشانات قدم دکھا دکھا کر لوگوں کو چور مگرب کی طرف بھاگتا ہوا دکھا دیتا ہے چور کے اصل نشانات قدم کی جگہ اوروں کے دسیوں نشانات قدم دکھاتا اور بھرپور دلائل سے دوسروں کا چور ہونا ایسے ثابت کرتا ہے کہ لوگوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے، یہاں پر بھی حیدر کرار کی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں لڑی ہوئی دسیوں جنگوں کو بس بدر و حنین کے دائرے میں محسور کر کے اصل مجرموں کو بچانے کی کوشش کی جارہی ہے تا کہ غزوہ خیبر کی طرف حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے بڑھتے قدم، مرحب کا قتل آور خیبر کے قلعوں کی فتح کے بارے میں کوئی سوچ ہی نہ سکے کہ خیبر والے لوگ بھی حضرت حیدر کرار کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے تھے اور وہ انتقامی مزاج رکھنے والے لوگ تو زمانے میں مشہور ہیں کہ کس طرح اپنے دشمن میں گھس کر خطرناک طریقے سے انتقام لینے کے عادی ہیں پس انتقامی مزاج رکھنے والے ان لوگوں کی طرف اعتراف کرنے والوں نے کوئی اشارہ تک نہ ہونے دیا بلکہ مخالف سمت رخ کر کے اصل صورت حال پر تقیہ کا موٹا سا کالا پردہ ڈال دیا تا کہ معترضین کی اصل شناخت زیر پردہ چھپی رہے۔

''کیا حضرت حسینؓ سے جنگ ورثائے بدر نے کی؟''

حضرت حسینؓ کے قاتلوں نے لڑائی اور جنگ کی اصل وجہ کا اعتراف کرنے کے باوجود جو آنے والی نسلوں سے اپنی اصلی شناخت چھپانے کی کوشش کی ہے اس کی اصلیت ملاحظہ فرمائیں

بدر و حنین میں مشرکین کی جانب سے جو لوگ اسلام کے خلاف لڑائی کیلئے میدان میں نکلے اور فرزندانِ اسلام کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے ان قتل ہونے والے مشرکین کا تعلق مکہ یا حنین اور اس کے قرب و جوار سے تھا لہٰذا ان مقتولوں کے وارث لوگوں کی غالب اکثریت مکہ مکرمہ اور قرب وجوار کے علاقوں میں رہائش تھی، ان مقتولوں کے ورثاء جہاں آباد تھے وہاں پر تو حضرت علیؓ اپنی حیات مبارک میں نہ صرف محفوظ رہے بلکہ آپ بے خطر یہاں آتے جاتے تھے ان علاقوں سے گزرتے ہوئے ان کے ساتھ کوئی فوج یا لشکر بھی نہیں ہوتا تھا وہ مقتولوں کے ورثا ان کو جانتے پہچانتے بھی تھے ان کو آتا جاتا دیکھتے بھی تھے مگر مقتولوں کا بدلہ تو درکنار کبھی ان کی طرف میلی آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھتے تھے پھر حضرت علیؓ کے بعد ان کے فرزندوں کا ان علاقوں میں آنا جانا بھی کوئی محتاج تعارف نہیں حتی کہ اسی یذید کے دور حکومت میں خود حضرت حسینؓ نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل وعیال سمیت تشریف لائے اور یہاں کوئی ایک دو دن نہیں چار ماہ سے زیادہ مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اس دوران نہ تو آپ نے یذید کی بیعت کی نہ ہی خود اپنے یا اپنی اولاد و اہل وعیال کے بارے میں کوئی خطرہ محسوس کیا، مکہ مکرمہ میں حضرت حسینؓ کے علاوہ اور بھی کئی حضرات ایسے موجود تھے جو حضرت علیؓ کے ساتھ قریب ترین رشتہ رکھتے تھے مگر بدر و حنین کے مقتولوں کا بدلہ لینے کیلئے وارثوں میں سے کوئی بھی حرکت میں نہیں آتا مگر بدر و حنین، علاقوں سے قریباً نصف ماہ کی مساف دور اور خیبر وغیرہ علاقوں سے بہت قریب کے شہر کوفہ والے کون میدان میں نکل آتے ہیں

پہلے تو وہ حضرت حسینؓ کو اس شہر سے باہر کھینچتے ہیں جس شہر میں مقتولوں کے ورثاء آباد ہیں اس کام پر انہوں نے جو زور صرف کیا اس کا ادنیٰ نمونہ حضرت حسینؓ کے نام ۱۲ ہزار خطوط کی صورت میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے مگر ان ہزاروں خطوط اور سینکڑوں وفود کے باوجود حضرت حسینؓ ان پر ذرا اعتماد نہیں فرماتے بلآخر مسلم بن عقیلؓ کو احوال کا جائزہ لینے بھیجا جاتا ہے جس کو یہ کمال فن کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھوکہ دیتے ہیں جس کی تفصیلات واقعہ کو پڑھ کر معلوم کی جا سکتی ہیں جیسے کیسے جب یہ مکار لوگ حضرت حسینؓ کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں تب پھر وہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں اپنے مقتولوں کا بدلہ وانتقام لینے کا اعلان کرتے ہیں، مگر یہ خیبر کی شکست کا بدلہ نہیں لے رہے جو نہ صرف ان کے علاقائی، جغرافیائی طور پر قریب ہے بلکہ اسی علاقے سے خونی، نسبی وخاندانی اور نظریاتی مراسم ہیں ہاں یہ ان بدر وحنین کے مقتولوں کا بدلہ لے رہے ہیں جو ان سے تقریباً نصف ماہ کی مسافت دور ہیں، امید ہے ان معروضات سے جاسوسی مذہب کی خدمات اور دھوکہ بازی کو اچھی طرح جان چکے ہوں گے کہ کس طرح مکار لوگوں نے بات کا رخ پلٹا اور اپنی شناخت چھپانے کی کوشش کی ہے۔

''اس دھوکہ بازی کا اصل مقصد''

قاتلان حسین نے جو اپنے اعترافی بیان میں بدر وحنین کے مقتولوں کا بدلہ لینے والی رام کہانی ساتھ نتھی کی ہے اس کی حقیقت تو کس قدر اوپر کے چند ارشادات سے واضح ہوگئی ہوگی، البتہ اس نکتہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ رام کہانی ان جاسوسوں نے کس مقصد کیلئے اپنے بیان کے ساتھ نتھی کی؟ جیسا کہ اوپر کے بیان میں واضح ہوا اس کا ایک مقصد تو یہی تھا کہ قاتلوں کی اصل

شناخت پر پردہ ڈالا جائے کہ متلاشی حق مجرموں کی پہنچ سے بہت دور بھٹکتا رہے ساتھ ہی اصلی مقصود مخلصانہ طور پر اسلام قبول کرنے والوں کو ان کے خالص دل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی غلامی اختیار کرنے کی سزا دینا اور ان پر تبرا کرنا ہے، اس لئے کہ عرب کی یہ دنیا فتح مکہ کے بعد تو پوری طرح بدل گئی اللہ جل شانہ جس کا واضح اعلان فرما رہے ہیں کہ

''ورائت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً (الفتح/ ۲)۔''

اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں

مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رحمت عالم ﷺ کی شانِ کریمی موصلہ دھار بارش کی طرح برس رہی تھی مکہ میں اسلام پر عرصہ حیات تنگ کر دینے والے لوگ مجرموں کی صف میں کھڑے تھے آپ ﷺ کو سب اختیارات حاصل تھے مگر آپ ﷺ نے خون کے دریا بہانے کی بجائے عفو و کرم کا سیل رواں جاری فرما دیا صرف معافی کا اعلان ہی نہیں فرمایا بلکہ ''لا تثریب علیکم الیوم'' کا محبت بھرا جملہ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ دشمنوں کو نہیں بھائیوں کو معاف کرتا ہوں اس شانِ نبوی کو دیکھ کر پتھر دل بھی موم اور لوہے بھی پگھل گئے، یہ ابوسفیان، یہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ، یہ ولید کا بیٹا خالد کون نہیں جانتا کہ پہلے کیا تھے اور پھر بعد میں کیا ہوئے، فتوحات اسلام کے در کھول کر جھانکیے تو سہی عکرمہ بن ابوجہل کی شجاعت اور خالد بن ولید کے کارہائے نمایاں سے ورق ورق روشن و تابندہ ملیں گے۔ چونکہ ان ابتدائی جنگوں میں مارے جانے والوں کے ورثاء جان گئے اور یقین ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو وہ دل و جان سے نہ صرف قدموں میں آ گرے بلکہ غلامی رسول کا تمغہ گلے میں سجانے کے بعد دین اسلام پر قربان ہو گئے کوفہ کے مکار جاسوسوں کے نزدیک بدر و حنین کے جو لوگ فرزندان اسلام کے ہاتھوں مقتول ہوئے تھے ان کے بعد والوں کا اللہ کے دین میں کمال

اخلاص کے ساتھ فوج درفوج داخل ہونا ہی ایسا ناقابل معافی جرم تھا جس پر ان مخلصانہ اسلام قبول کرنے والوں پر تبرا کرنا وہ اپنا حق سمجھتے تھے چنانچی اسی اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے ساتھ یہ رام کہانی بھی فٹ کر دی کہ ہم نے در وحنین کے مقتولوں کا بدلہ لینے کیلئے حضرت حسینؓ کو شہید کیا ہے تا کہ لوگ بدر وحنین میں قتل ہونے والوں کے ان ورثا کو ہی برا بھلا سمجھیں جو قرآنی شہادت کے مطابق بعد میں اللہ کے دین کے اندر فوج درفوج داخل ہو گئے تھے۔ اور رسول ﷺ اور ان کی آل پر فدا ہو گئے تلوارں کے سائے میں جہاد کرتے، موت کی وادیوں میں اترتے اور فتح کے بعد جو کچھ اموال حاصل ہوتے ان میں ہر پانچواں درھم اپنے نبی کی آل پر خرچ کرنے کیلئے الگ کر لیتے تھے ان حضرات کی آل سے محبت کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے جس پر اللہ کا قرآن شاہد ہے کہ دسویں پارے کی پہلی آیت میں اللہ جل شانہ نے خود امت کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ کمائی صحابہ کرام کی ہے اور خرچ آل رسول پر ہوتی ہے، جبکہ کوفہ میں زور پکڑ جانے والے منہ زور جاسوس تو یہ چاہتے تھے کہ وہ مخلص مسلمان بھی ہماری طرح اسلام کی صفوں میں گھس کر ہماری طرح کا گندا کردار ادا کرتے۔

''جاسوسی مذہب کا بنیادی نقطہ نظر''

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے فہم وشعور کی دولت سے نوازا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جاسوس بنیادی طور پر یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو آپس میں لڑائے اور چھوٹی یا بڑی جس درجے کی لڑائی اور اختلاف پیدا کرنے میں کامیاب ہو اس کو بنیاد بنا کر ہر قسم کے نقصان کو اسی جماعت کے اختلاف رکھنے والے دوسرے گروپ کے کھاتے میں ڈال دے، اگر آپ غور فرمائیں تو

بلکل یہی صورت حال اسلام کے دور خیرالقرون سے شروع ہوتی ہے مدینہ منورہ میں اسلام کے قدم جم جانے کے بعد ابلیسی قوتوں نے باقاعدہ جاسوسی نظام شروع کیا اور صحابہ کرام جو باھم شیرو شکر ہو چکے تھے زمانہ جاہلیت کی قومی عصبیت وغیرہ ان کے دلوں میں محو ہو گئی تھی کہ ابن ابی نے مدینہ منورہ ہی میں مسلمانوں کے دو قبیلوں میں دوبارہ پرانی جنگوں کے قصے سنا کر بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ جلانے کی کوشش کی یہاں تک کہ ان میں زبانی باتوں سے بڑھ کر ہاتھ چلانے کی نوبت آ گئی مذید کام بڑھا اور دونوں قبیلے ہتھیاروں سمیت جمع ہونے لگے اور اپنے لیفوں کو آوازیں دینے لگے قریب تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں کہ رحمت عالم ﷺ کو پتہ چلا آپ تشریف لائے اور ان کو سمجھایا تب جا کر انہیں احساس ہوا کہ یہ سب کیا ماجرا تھا۔

پھر آگے چل کر اسی مقصد کے تحت مسجد ضرار کو بنایا گیا جس کا تفصیلی بیان سورۃ توبہ میں موجود ہے، مگر نزول وحی کی برکات سے جاسوس لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، پھر صدیوں بعد ان لوگوں نے باقاعدہ ایک دین ایجاد کیا جس کی بنیاد اسی ''تفریقاً بین المؤمنین'' کے اصول پر قائم کی۔ اس اصول کے تحت رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک نقصان کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کی ریت شروع کی، ان کے بقول قرآن بدل گیا، حدیث متغر ہوئی، آل پر ظلم ہوا، سیدہ کا حق مارا گیا، علی سے خلافت چھینی گئی، قرآن وحدیث پر عمل متروک ہوا وغیرہ تمام تر خرابیوں کے ذمہ دار صحابہ کرام ہیں اسی وجہ سے جہنم کے ساتوں دروازے انہی صحابہ کے نام سے منسوب ہیں، جہنم کی ہر سزا بس انہی کو دی جائے گی حتیٰ کہ ابلیس بھی جہنم کے اس درجے پر نہیں پہنچ سکتا جہاں یہ صحابہ کرام پہنچائے گئے اب یہ تو حضرت حسینؓ کی شہادت کا المناک واقعہ رونما ہوا تو یہ بھی انتقام تھا جو بدر وحنین کے مقتولوں کے عوض آل رسول

سے لیا گیا گویا یہ کام بھی ان لوگوں نے کیا ہے جو بدر و حنین کے مقتولوں کے وارث ہیں اور جو قرآن پاک کے فرمان

''یدخلون فی دین الله افواجا (النصر)''۔

کے تحت فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے تھے، مطلب یہ ہوا کہ حضرت حسینؓ کو نہ تو یہود نے کچھ کہا نہ عیسائیوں نے، بلکہ وہ تو قدم قدم پر حضرت حسین کے سر کا استقبال کرتے اور غم حسین میں ماتم کرتے اور رونے لگتے تھے ہاں یہ کام ان مسلمانوں نے کیا ہے جو فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے تھے۔

''مراکز اسلام اور آل رسول''

ان چند گزارشات کے بعد عرض ہے کہ حضرت علیؓ کا مدینہ منورہ میں بھی قیام رہا اور کوفہ میں بھی! ان دونوں مقامات پر قیام کے دوران آپ کے حالات کیسے رہے؟ انکا تجزیہ کرنے سے صورت حال کافی حد تک واضح ہو سکتی ہے، آپؓ کے خطبات خود امامیہ دین نے نہج البلاغہ کے نام سے جمع کئے ہوئے ہیں ان میں آپ کے فرمان موجود ہیں کہ

اے مردوں کی شکل وصورت والو اور حقیقت میں نامردو۔۔۔۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں تمہیں نہ دیکھتا اور تم سے متعارف نہ ہوتا جس کا نتیجہ صرف ندامت اور رنج و افسوس ہے، اللہ تمہیں غارت کرے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو رنج و غم سے چھلکا دیا ہے تم نے ہر سانس میں ہم و غم کے گھونٹ پلائے ہیں۔ (نہج البلاغہ مترجم حصہ اول رخطبہ نمبر ۲۷ رص ۷۳)

خدا کی قسم وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آجائے۔ (ایضا رخطبہ ۲۹)

خدا کی قسم ذلیل وہی ہوگا جس کے تم مددگار ہو گے۔۔۔ خدا تمہارے چہروں کو ذلیل کرے اور تمہارے نصیب کو بدنصیب کرے تم حق کو اس طرح نہیں پہچانتے ہو جس طرح باطل کی معرفت رکھتے ہو اور باطل کو اس طرح باطل قرار نہیں دیتے ہو جس طرح کو غلط ٹھہراتے ہو۔ (ایضا رخطبہ نمبر ۶۹ رص ۱۱۹)

خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے پاس اپنے اختیار سے نہیں آیا ہوں بلکہ حالات کے جبر سے آیا ہوں مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاتے ہو، خدا تمہیں غارت کرے۔ (ایضا خطبہ نمبر ۷۱ ر ص ۱۲۱)

یہ اور اس طرح کے متعدد ارشادات آپ نے بدر و حنین کے قریب واقعہ مدینہ منور یا مکہ مکرمہ والوں کے بارے میں فرمائے یا خیبر کے قریب واقعہ ان کوفہ والوں کے بارے میں فرمائے جو کمال دھوکہ بازی کرتے ہوئے آنجنابؑ کو مدینہ منورہ سے کھینچ کر کوفہ لے آئے اور اتنا ستایا، دکھایا، تڑپایا اور ہم و غم میں غرق کیا کہ آپ ان بدبختوں پر لعنتوں کی برسات فرماتے رہ گئے کہ تم نے میرے سینے کو پیپ سے بھر دیا ہے۔

معمولی دلچسپی رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ مراکز اسلام میں مقیم حضرات کے بارے میں آپ کے لب مبارک سے اس طرح کے دکھ بھرے الفاظ کبھی زبان سے جاری نہ ہوئے اور جس شہر کے باسیوں نے آپ سے انتقام لیتے ہوئے وہ ستایا کہ پریشانیوں کی کوئی حد بھی نہ رہی تو آپ نے وہ فرمایا جس کی معمولی جھلک اوپر منقول ہے ہر شخص جانتا ہے کہ وہ انتقام لینے والے کس شہ رمیں غلبہ حاصل کیے ہوئے تھے۔

حضرت علیؓ کے بعد جو کچھ حضرت علیؓ کے بڑے فرزند حضرت حسنؓ کے ساتھ ان لوگوں نے کیا وہ

بھی کوئی محتاج تعارف نہیں، آپ پر شب وشتم، حملہ کر کے زخمی کرنا اور کمال درجہ کی توہین کرتے ہوئے آپ کا مال واسباب لوٹ لینا بھلا کس صاحب علم سے مخفی ہے یہ یا مذل المؤمنین کہنے والے کافر ہوجانے کے فتوے لگانے والے کوئی باہر سے نہیں آئے تھے وہی فوجی اور جرنیل تھے جو آپؓ کی فوج میں شامل ہو کر حضرت معاویہؓ سے جنگ کرنے نکلے تھے مگر حضرت حسنؓ کے ارادہ صلح پر خود حضرت حسنؓ پر ہی حملہ آور ہو گئے چنانچہ حضرت حسنؓ کو مدینہ منورہ تشریف لانے تک چین نہ لینے دیا جوں ہی حضرت حسنؓ بدر کے قریب واقعہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے تو آپ کو مکمل تحفظ حاصل ہو گیا۔

''حضرت حسینؓ مراکز اسلام میں''

حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت حسنؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی جب تک مدینہ منورہ جو بدر کے قریب واقع ہے اور مکہ مکرمہ جو حنین کے قریب واقعہ ہے ان دونوں شہروں میں قیام پذیر رہے آپ کی طرف کوئی میلی آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھ سکا، آپ یہاں پر کھل کر کلمہ حق کہتے اور اپنے معمولات زندگی بڑے اطمینان سے پورے فرماتے رہے حضرت حسینؓ اور ان کی آل واولاد کی یہی پرامن زندگی انتقام کی آگ میں جلنے والوں کو یک لمحہ گوارا نہ تھی وہ آل رسول سے بنو قریظہ کا انتقام لینے اور خیبر کی شکست کا بدلہ لینے کیلئے بے چین تھے چنانچہ انہوں نے بلکل اپنے باوا جی کی طرح حضرت حسینؓ پر اپنی مکاری کے ڈورے ڈالنے شروع کئے ایسے طریقے سے فریب دیا کہ اس فریب کاری میں حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلوانے والا انکا باوا جی بھی شرمندہ سا ہو گیا پس حضرت حسینؓ جو قبل ازیں مدینہ منورہ چھوڑ آئے تھے اب انہوں نے مکہ مکرمہ کو بھی چھوڑنا چاہا اس

صورت حال کا پتہ جب حضرت حسینؓ کے خاندان والوں کو چلا تو انہوں نے عالم اسباب کے تمام ذرائع ورسائل صرف کر کے حضرت حسینؓ کو روکنا چاہا مگر انتقامی دماغ کی مکاری کو چھوٹا سا جادو تھوڑا ہی تھا جو آسانی سے کافور ہو جاتا انہوں نے تو انحضرتؓ کو یقین ہی ایسے طریقے سے دلایا تھا کہ اس کے مقابلے میں مخلصین کا اصرار بے وزن سا ہو گیا منت سماجت کرنے والوں نے جاسوسی مذہب والوں کا سابقہ ریکارڈ بھی دیکھایا اور قبل ازیں دو عظیم ہستیوں پر ان کے آزمائے ہوئے کرتوت بھی یاد دلائے مگر دوسری طرف بھی تو بارہ ہزار سے زائد مجلس عزا کا قیام سامنے تھا اب کوفیوں کے اصرار کا وزن اگر بارہ ہزار من تھا تو دوسری جانب انکار کا وزن تو بارہ سو بھی نہیں بنتا تھا اصرار وانکار کے مابین عدم توازن کی اس صورتحال نے حضرت حسینؓ کو ان امن والے مقامات کو چھوڑنے پر مجبور کیا اس موقعہ پر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی گفتگو اور مدینہ منورہ سے چچازاد بھائیوں کا والی مدینہ کی طرف سے امان نامہ اور روکنے کی کاوشیں ملاحظہ فرمائیں جا سکتی ہیں جس سے یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے کہ ان دونوں مراکز اسلام میں آل رسول نہ صرف یہ کہ پورے امن وعافیت کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے اور کسی انتقام لینے والے کا اس مقام پر انہیں کوئی خطرہ نہ تھا بلکہ آپ ان مراکز میں ایک بلند مقام کے مالک تھے جن کے ارشادات پر دیدہ راہ فرش کرنے والوں اور فرمانبرداری کرنے والوں کی کمی نہ تھی اس بات سے وہ انتقام کی بھٹی میں سلگنے والا عدو اسلام گروہ بھی واقف تھا جب ہی تو انہوں نے ہزاروں خطوط لکھ کر اپنے مطلب کے میدان میں لا کھڑا کیا۔

''حضرت حسینؓ کے قاتل کون؟''

اب دیکھنا یہ ہے کہ کربلا میں سفا کیت کی انتہا کرنیوالے اورانیسانیت سوز مظالم کی بدترین تاریخ رقم کرنے والے کون لوگ تھے؟ حضرت حسینؓ اوران کی جماعت وآل پرظلم وستم کرنیوالوں کی تلاش اور پہچان بڑااہم مسئلہ ہے جسے حل کرلیا جائے تو اس کے ساتھ ہی بہت سارے دوسرے پیچیدہ مسائل بھی خودبخود حل ہوجائیں گے خاص طور پران لوگوں کی پہچان بہت آسانی کے ساتھ ہوجائے گی جوخودکومسلمان کہہ کرمسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے جبکہ قرآن پاک میں ان لوگوں کواللہ جل شانہ ''وما هم بمؤمنين (البقرہ/٨)''اور''سماعون لقوم آخرين ''بتا رہے ہیں۔یہی جاسوس ملت اسلامیہ میں گھس کراہل اسلام کی قومی وحدت،ملی اتحاداوراسلامی خلافت کودیمک کی طرح چاٹ چاٹ کرختم کرتے چلے گئے اگرچہ قاتلان حضرت حسینؓ کی تلاش اوران کے ذریعے کفار کے جاسوسی ونگ کا پتہ چلانا کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ کربلا میں خانوادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پرظلم وستم کوئی رات کے اندھیرے میں نہیں ہوا بلکہ کھلے عام یہ داستان ظلم رقم ہوئی ہے مگراس کے باوجود حیران کن امر یہ ہے کہ اس عنوان پرتحقیق کرنیوالوں کے سامنے بے شمار پیچیدگیاں پیدا کر کے ایسی تیز گرداڑائی گئی ہے کہ حقیقت حال تک اس کی رسائی نہ ہوسکے جس کا ذکرآگے چل کرہوگا اس وقت اس اہم مسئلہ کوحل کرنے کیلئے ناقابل تردید براھین پیش کئے جاتے ہیں کہ حضرت حسینؓ اوران کے رفقاء کو بدترین سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید کرنیو الے کون لوگ تھے؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلے خودشہید کربلا حضرت حسینؓ کے ارشادت ملاحظہ فرمالیں

مجلسی بحارالانوار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا دسویں محرم کوارشادفرمایا گیا خطبہ یوں نقل کرتا

ہے
وائے تم پر کیا میں نے کسی شخص کو تم می ں سے قتل کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے لیتے ہو، کیا تم میں سے کسی کے مال پر منصرف ہوا ہوں یا کسی شخص کو میں نے زخمی کیا ہے؟ اس بات پر بھی ان بے حیاؤں نے کچھ جواب نہ دیا، چپ ہور ہے اس وقت حضرت امام حسینؑ نے لشکر مخالف میں ندا کی، اے شیث ابن ربعی، اے حجار ابن ابجر، اے قیس ابن اشعث، اے یزید ابن حارث، کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ اشجار پر ثمر ہیں، صحرا سبزہ دار ہیں، لشکر آپ کیلئے آمادہ و مہیا ہیں، بہ تعجیل آیئے تا کہ ہم آپ کی نصرت و یاری کریں، قیس ابن اشعث نے کہا، یا حضرت ایسے کلام سے کچھ فائدہ نہیں۔
(بحار الانوار اردو مترجم/ج ا/ص ۲۲۴/در احوال امام حسینؑ)۔
قیس بن اشعث نے اپنے خطوط کے بارے میں تو کوئی بات نہ کہی البتہ وہ یہ ضرور کہتا رہا کہ یہ خط لکھنے والوں کو مخاطب کرنے والی بات جانے دو اس بات کو دہراتے رہنے کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ آپ اپنے آپ کو ابن زیاد کے حوالے کر دو، ان خط لکھنے والوں کی مکاری اور اصلیت دیکھ کر حضرت حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ ان ظالموں نے ہمارے ساتھ مکاری کی ہے اور یہ خط لکھ کر اپنی محبت کے بڑے بڑے دعوے کرنا محض انکا دھوکہ تھا چنانچہ آپ نے اس بدبخت کو جواب دیا
قسم خدا کی میں ذلیل و حقیر ہو کر اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح طوق بندگی کی گردن میں ڈالوں گا (ایضا)۔
اسی مجلسی نے کتاب مناقب کے حوالے سے حضرت حسینؓ کا کربلا میں دیا ہوا یہ خطبہ نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اب حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر بلانے والوں کی اصلی شکل نظر آ گئی تھی اسی لئے آپؓ کا لب و لہجہ اور ان مکاروں کو مخاطب کرنے کا انداز بدل گیا آپؓ فرماتے ہیں

اے مردمانِ غدار، اے قوم بے وفا و جفار کا رویل و ہلاکت ہو تمہارے لئے کہ تم نے ہنگام حیرت و سرگشتگی اپنی مدد کے واسطے ہم کو بلایا اور بموجب طلب جب میں تمہاری ہدایت ونصرت کیلئے آیا اور تمہاری دعوت کو قبول کیا، اس وقت تم نے تیغ کینہ وعداوت مجھ پر کھینچی اور آتش فتنہ وفساد میرے لئے روشن کی (ایضا رص ۲۵۵)۔

اسی خطبہ میں آنجنابؓ آگے چل کر فرماتے ہیں

تمہارے چہرے سیاہ ہوں، اے گمراہان امت، اے متفرقانِ احزاب، اے تارکان کتاب، اے پیروان شیطان، اے بدترین اہل عصیان، اے محرفین قرآن، اے نارگان سنت رسول، اے قاتلانِ آل بتول، اے ہلاک کنندگانِ عترت اوصیاء وضائع کنندگان ذریت اولیاء، اے ممزوج کنندگان اولا دزنا، اے ایزا دھندگان مؤمنین، اے معانندین و باغیان دین جنہوں نے قرآن کی تکذیب کی، وائے ہو تم پر کہ اولا دسید الانبیاء سے منحرف ہو کر اولا دابوسفیان اور اس کے اتباع کے مددگار ہوتے ہو اور ذریت نبی کو قتل کرتے ہو، بخدا کہ یہ شیوا بد تمہارا مشہور ہے اور آئمہ دین سے تمہاری بے وفائی معروف ہے اور یہ فریب تمہارے چھوٹے بڑوں کی طبیعت میں راسخ ہو گیا ہے اور دلوں میں مرتکز ہوا ہے خدا کی لعنت لوگوں پر جو پیمان شکن ہیں اور نقص عہد اور نکث بیعت کرتے ہیں اور تم نے اپنے عہد و پیمان کو بہ تاکید بڑی قسموں اور حلقوں کے ساتھ خدا اور رسول کو گواہ بنا کر کے تحریر کیا تھا۔ (ایضا رص ۲۲۵۔۲۲۶)۔

''فرمان حسینؓ سے حاصل شدہ چند فوائد''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں جو خطبات ارشاد فرمائے جن کے چند مختصر حصے

اوپر منقول ہوئے ان سے بغیر کسی پیچیدگی ودقت کے صاف معلوم ہورہا ہے کہ

(۱)۔آپ ان کوفی غداروں سے مخاطب ہیں جنہوں نے خط لکھے وفد پہ وفد بھیجے منت ترلہ کرکے بلایااوردام فریب میں گرفتار کرکے قتل کرنے میدان میں نکل آئے۔(ایضا)

(۲)۔آپ نے ان کو غدار، بے وفا، جفاء کار قرار دیا(ایضا ص ۲۲۵)۔

(۳)۔آپؓ نے انکوکوئی پرانا کینہ وعداوت رکھنے والا دشمن قرار دیا(ایضا)۔

(۴)۔آپ نے ان کو گمراہ، تارک کتاب وسنت، شیطان کا پیروکار، قرآن کی توہین کرنے اور جلانے والا، سیدفاطمہؓ کی اولاد کو قتل کرنیوالا، اولاد زنا سے ممزوج، مؤمنین کواذیت دینے والا، دین کا باغی ومعاند، بے وفائی کے عادی مجرم، فریب کار جیسے القاب سے نوازا(ایضا)۔

(۵)۔ان کو بڑے دکھی دل کے ساتھ بدعائیں دیتے ہوئے فرمایا تمہارے چہرے سیاہ ہوں، خدا کی لعنت ہو۔

(٦)۔دردبھرے لہجے میں ان کی لکھی تحریروں سے ان کے عہدو پیمان اوران پران کی قسموں اور حلفوں کا ذکر فرمایا کہ تم نے خدا اور رسول کو گواہ بنا کر عہد کئے اور مجھے یقین دلایا تھا مگر اب عہدو پیمان نذرانداز کرکے مجھے قتل کرنے کیلئے نکل آئے ہو(ایضا ص ۲۲٦)۔

یہ وہ چند واضح باتیں ہیں جو حضرت حسینؓ کے ان خطبات کو پڑھتے ہی ہر عام وخاص کو بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آجاتی ہیں اور معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی بہت آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا ہے کہ حضرت حسینؓ کے مقابلے میں آنے والے لوگ کون تھے۔

اس دین کی مذید چند کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں

ذبح عظیم کا لکھاری حضرت حسینؓ کا تیسرا خطبہ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔۔۔۔

اے جماعت شقاوت اثر تم لوگوں کو ہلاکت و ذلت نصیب ہو تم نے خود سرگشتہ و حیران ہو کر ہم سے فریاد کی اور ہم تمہاری فریاد سننے کیلئے اور تم کو مدد دینے کیلئے آمادہ و مستعد ہوئے، اب تم نے ہمارے منہ پر تلواریں کھینچ لیں اور تم نے اس فتنہ کی آگ بھڑکائی جو ہمارے اور تمہارے دشمن نے پیدا کیا ہے۔۔۔ معلوم ہوا کہ تم بقیہ احزاب گمراہان امت منکر کتاب اور پیروان شیطان رجیم، گناہگار گروہ ہو، تم احکام الٰہی میں تحریف کرنے والے اور شریعت رسالت پناہی کو مٹانے والے اور ذریت انبیاء کو قتل کرنے والے اور عترت اوصیاء کا خون بہانے والے ہو دینداران امت کو ازار پہنچاتے ہو اور خدا و رسول کی ہنسی اڑانے والے سرداروں کے مددگار ہو جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور تم حرب کے بیٹے اور اس کے گروہ پر بھروسہ کرتے ہو اور ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہو ہاں ہاں قسم بخدا ر پیمان شکنی اور بے وفائی تمہارے خاص اوصاف میں داخل ہو چکی ہے اور یہ صفت تمہاری رگ و پے میں اتر چکی ہے اور اس نے تمہارے تمام اعضاء و جوار پر حقوق توریث کی روح سے قبضہ کر لیا ہے اور تمہارے دلوں نے نہایت استصلال و استحکام سے قبول کر لیا ہے پس تم ایسے بدترین قوم ہو کہ ناصبین بھی تم کو حقیر سمجھتے ہیں اور طائفہ غاصبین تم کو اپنے ایک لقمہ سے کم جانتے ہیں خبردار ہو جاؤ ان لوگوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے جو عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے ہیں اور جو حلف و ایمان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں حالانکہ تم خدائے سبحانہ وتعالیٰ کو ضامن دے چکے تھے (ذبح عظیم رطبع جدید رص ۱۷۵)۔

حضرت حسینؓ کے خطبہ و نصیحت کے جواب میں پہلے شمر نے کچھ باتیں کیں آنجناب نے اس کو نصیحت کی، پھر اشعث بن قیس (حضرت حسینؓ کو خطوط لکھ کر بلانے والوں کا سردار اور لمبے لمبے خط لکھنے والا) معلون آگے بڑھا اور کہا کہ ہم ان باتوں کو نہیں جانتے اور نہ سننا چاہتے ہیں لیکن ہماری

بات یہ ہے کہ اپنی بزرگی کو بھول جاؤ، ابن زیاد کے تابع ہو جاؤ اور اسے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا سمجھو۔۔۔۔امام حسینؑ نے یہ جواب دیا''**لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقرا اقرار العبد**'' خدا کی قسم! میں ذلیل ہو کر تمہاری بیعت نہ کروں گا اور غلام کے اقرار کی طرح تمہارا اقرار بھی نہ کروں گا۔۔۔(پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ) میرے خدا! ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا، ہم سے جھوٹ بولا، ہمیں انہوں نے ذلیل وخوار کر دیا ہے تو ہمارا رب ہے اور توکل واعتماد تجھ پر ہے اور شکوہ بھی تیری طرف ہے اور ہماری بزگشت بھی تیری جانب ہے (مدینہ سے مدینہ تک رص ۱۷۲)۔

صحیفہ کربلا کا لکھاری حضرت حسینؓ کا خطبہ نقل کرتا ہے کہ آپؓ نے فرمایا

اے گروہ خدا تمہیں ہلاکت ومصیبت میں مبتلا کرے تم نے ہمیں فریاد وعاجزی سے پکارا تا کہ ہم تمہاری فریاد کو پہنچیں اور ہم جلدی سے تمہاری فریاد رسی کیلئے آ گئے تو تم نے وہی تلوار ہمارے اوپر کھینچ لی۔۔۔خدا تمہیں سمجھے، ہمیں اس وقت کیوں پریشان کیا جب تلواریں غلاف میں تھیں اور دلوں کو سکون تھا، مکھیوں کی مانند فتنہ کی طرف اڑتے اور پروانوں کی طرح ایک دوسرے کی جان کی فکر میں پڑ گئے، کنیز کی اولاد وگروہوں کے پسماندگان، کتاب خدا سے منہ پھیرنے والو، خدا کی آیات میں تحریف کرنے والو، سنت رسول کو فراموش کرنے والو، انبیاء کی اولاد اور ان کے اوصیائے کرام کی عترت کو تہہ تیغ کرنے والو، مجہول النسب کو صاحبان نسب سے ملحق کرنے والو، مؤمنوں کو ازار پہنچانے والو، اور قرآن کو پارہ پارہ کرنے والو، کفار کا ڈھنڈورا پیٹنے والو، خدا تمہیں غارت کرے، خدا م کی قسم بے وفائی اور پیمان شکنی تمہاری عادت ہے تمہارا ضمیر مکر و بیوفائی سے امیختہ ہے اس کے مطابق تمہاری پرورش ہوئی ہے، تم بدترین میوہ ہو، اپنے باغ بان کیلئے گلے کی ہڈی،

راہزنوں اور غاصبوں کیلئے خوش مرہ، خدا لعنت کرے ان پیمان شکن لوگوں پر جنہوں نے محکم شیدہ میثاقوں کو توڑ دیا، تم نے خدا کو اپنا کفیل قرار دیا تھا خدا کی قسم وہ پیمان شکن تم ہی ہو۔ (صحیفہ کربلا از علی نظری منفرد، مترجم نثار احمد ر ص ۲۴۶۔۲۴۷)۔

علی نظری نہ یہ خطبہ تحفہ العقول صفحہ ۱۷۴ الاحتجاج جلد ۲ صفحہ ۹۹ سے نقل کر کے مزید وضاحت کی ہے کہ تھوڑے سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہی خطبہ مقتل الحسین خوارزمی جلد ۲ صفحہ ۶۱ پر موجود ہے حضرت حسینؓ کے نقل شدہ ارشادات عام فہم، بلکل واضح اور بے غبار ہیں ہر ذی شعور ان ارشادات کو سمجھ جاتا ہے کہ آپؓ کو خط لکھ کر بلانے والوں کی مکاری وعیاری دیکھ کر حیران ہو گئے اور ان کو مخاطب ہو کر فرمایا جو اوپر نقل ہوا۔

''جلاء العیون اور خلاصۃ المصائب کے حوالے''

امامیہ دین کے مایہ ناز لکھاری ملا باقر مجلسی نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک اہم کتاب اور فخریہ پیش کش جلاء العیون کے نام سے موجود ہے جس کا دنیا بھر کی معروف زبانوں میں ترجمہ کر کے بڑی تیزی کے ساتھ عالم اسلام میں پھیلایا گیا ہے، جلاء العیون میں حضرت حسینؓ کا یہ ارشاد منقول ہے، کربلا میں خطبہ دیتے ہوئے آپؓ نے فرمایا

تم پر اور تمہارے ارادہ پر لعنت ہو، اے بے وفایان جفا کار غدارو، تم پروائے ہو تم نے ہنگامہ اضطراب واضطرار میں اپنی مدد کیلئے ہم کو بلایا اور جب میں تمہارا کہنا مان کر تمہاری نصرت اور ہدایت کیلئے آیا تو تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی، اپنے دشمنوں کی تم نے یاری و مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دستبردار ہو گئے۔ (جلاء العیون مترجم ر ج ۲ ر ص ۱۸۲۔۱۸۳ مطبوعہ لاہور)

حضرت حسینؓ نے عاشوراور اے دن جنگ شروع ہونے سے قبل وعظ ونصیحت فرما کران غداروں اور خط لکھ کر بلانے اور دھوکہ دینے والوں کو بہت سمجھایا کہ شائدان پر کوئی اثر ہو جائے، دل نرم ہوں اور کم سے کم میری شرائط ہی مان لیں اور مجھے واپس مدینہ منورہ جانے دیں یاباقی دو میں سے کوئی شرط مان لیں مگران خط لکھ کر بلانے والے دھوکہ بازوں کے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو چکے تھے ان کی تو وہی حالت تھی جو اللہ جل شانہ نے سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع میں ''صم بکم عمی فھم لا یرجعون'' کہہ کرواضح فرمادی تھی چنانچہ جب وہ پتھر موم نہ ہو سکے تو حضرت حسینؓ نے کوفی سرداروں کے نام لے لے کر فرمایا کہ اوفلاں بن فلاں تم نے خط نہیں لکھتے تھے؟ خلاصہ المرصائب میں ہے کہ حضرت حسین نے فرمایا

اے شیث بن ربعی، اے حجاز بن الحجر، اے قیس بن الاشعث، اے زید بن الحرث، کیاتم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے، زمین سرسبز ہوگئی، نہریں ابل پڑیں اگر آپ آئیں گے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے جلد آیئے۔ (خلاصۃ المصائب رص ۱۴۸)۔

حضرت حسینؓ کے اوپر نقل کئے گئے خطبات وارشادات جاسوسی دین میں تواتر کے ساتھ نقل ہوتے آئے ہیں تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب جو واقعہ کربلا بیان کرنے لگتی ہے تو مختصر یا مفصل ان خطبات وارشادات کا ذکر آہی جاتا ہے صرف کتابوں تک کی بات ہی نہیں مجالس محرم بھی اسیطرح کے بیانات سے گرم رکھتی جاتی ہیں ان ارشادات کی شہرت وتواتر سے منقول چلے آنے کے ساتھ یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس جاسوسی دین میں حضرت حسینؓ تیسرے معصوم امام ہیں جن سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مفترض الطاعۃ بھی ہیں کہ ان کی اطاعت کرنا رسول کی اطاعت جیسی فرض ہے پس معصوم امام نے جن غداروں، مکاروں اور دھوکہ بازوں کو اپنا قاتل

قرار دیا ہے وہ قول معصوم ہونے کی وجہ سے غلطی سے پاک ہے اور ان کو قاتل ماننا ایسا فرض ہے جس کا انکار کرنے کی وجہ سے انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا الغرض جن لوگوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت حسینؓ نے قاتل بتایا ہے ان کو قاتل نہ ماننا اور قاتل نہ کہنا دین سے خارج ہو جانے یعنی کافر ہو جانے کا باعث ہے کیونکہ معصوم امام کے قول معصوم کا منکر عصمت کا انکار کرنے کے ساتھ مفترض الطاعۃ امام کی اطاعت کا بھی انکار کر رہا ہے یوں وہ ڈبل کافر ہو گیا۔

''حضرت بریرؓ کی شہادت''

عاشورا والے دن جب دونوں طرف سے لشکر لڑائی کیلئے میدان میں نکل آئے تو حضرت حسینؓ کے قافلہ سے حضرت بریر ان ظالموں کو نصیحت کرنے نکلے جنہوں نے خطوط لکھ کر حضرت حسینؓ کو بلایا اور پھر تلوایں نیام سے نکال کر میدان میں آ گئے آپ نے ان ظالموں سے پوچھا کہ تم حضرت حسینؓ جیسی ہستی کو شہید کرنے پر کیوں تل گئے ہو اور ان سے کیا چاہتے ہو تو انہوں نے کہا ہمارا ارادہ ہے کہ حجاز کا بادشاہ ابن زیادہ کی بیعت کرے، اگر بیعت نہیں کرتا تو لڑنے کیلئے تیار ہو جائے۔

بریر نے فرمایا، کیا تمہیں یہ قبول نہیں کہ بادشاہ حجاز جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں

انہوں نے کہا: بہانے نہ بناؤ، سوائے بیعت کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

بریر نے دل کی گہرائیوں اور پورے جذبات سے فرمایا: اے بے حیا لوگوں افسوس ہے تم پر! وہ تمہارے خطوط اور دعوت اور عہد و پیمان کہاں گئے؟ تم نے لکھا تھا کہ فرزند فاطمہ آئیں اور ہمیں ہدایت کریں اور جب وہ تمہاری ہدایت کیلئے آئے ہیں تو اب ان کو قتل کرنا چاہتے ہو یا گرفتار

کر کے ابن زیاد کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔

اہل لشکر نے کہا: زیادہ مت بولو اور فضول گفتگو بند کرو، یہ صحرا اور بیابان کارزار جنگ کا مقام ہے وعظ و نصیحت کا مقام نہیں، بریر نے فرمایا تمہاری یہ گفتگو خدا کی لعنت کی مستحق ہے پھر آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا میرے اللہ تو گواہ ہے کہ میں اس قوم کے بدکرداروں سے بری ہوں تو خود اس قوم سے انتقام لے۔ (مدینہ سے مدینہ تک رص ۲۶۶)۔

مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت بریر نے فرمایا

اے گروہ بے حیاء خدا سے ڈرو اہل بیت رسول تمہارے شہر میں تشریف لائے ہیں اور تمہارے مہمان ہوئے ہیں ان سے کیا قصد رکھتے ہو؟ اشقیا نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ان کا ہاتھ دست ابن زیاد میں دیں تا کہ ان کے باب میں جو چاہے عمل میں لائے بریر نے کہا تم اس پر راضی نہیں کہ حضرت امام حسینؑ اپنے وطن پھر جائیں وائے تم پر اے اہل کوفہ تم نے اپنے عہدوں کو توڑا اور خطوط جو بہ قسم تحریر کئے تھے اور جو بیعت کی تھی اس سے منحرف ہو گئے اب چاہتے ہو کہ ابن زیاد کو ان پر مسلط کرو اور آپ فرات سے منع کرو، کیا برا سلوک کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کی ذریت کے ساتھ خداوند عالم تم کو بروز قیامت سیراب نہ کرتے تم بدترین خلائق ہو۔ (بحار الانوار مترجم حصہ اول در احوال امام حسین رص ۲۲۱)۔

صحیفہ کربلا کا لکھاری نقل کرتا ہے دوران خطبہ حضرت بریر نے فرمایا

یہ پیغمبر کے بیٹے، بیٹیاں اور حرم ہیں ان کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا ہم انہیں عبیداللہ ابن زیاد کے حوالے کریں گے تا کہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے۔

بریر نے کہا، کیا تمہیں یہ قبول نہیں ہے کہ وہ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں؟ کوفہ والو! وائے ہو تم پر، کیا تم نے اپنے خط اور عہد کو فراموش کر دیا ہے؟ خدا تمہیں سمجھے تم رسول ﷺ کے اہل بیت کو بلاتے ہو ان پر فدا ہونے کا عہد کرتے ہو اور جب وہ تمہارے پاس آئے ہیں تو انہیں عبیداللہ کے حوالے کرتے ہو اور ان پر فرات کا پانی بند کرتے ہو حرمت رسول کا تم نے کیا پاس ولحاظ کیا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے قیامت کے روز خدا تمہیں سیراب نہ کرے کہ تم بہت برے لوگ ہو، فوج کوفہ میں سے ایک نے کہا: ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، بریر نے کہا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تمہارے بارے میں میری بصیرت میں اضافہ کر دیا ہے۔

پالنے والے میں تیری بارگاہ میں اس گروہ کے اعمال سے بیزار ہوں، اے اللہ ان کے درمیان اپنا خوف و ہراس پھیلا دے اور جب وہ تیری بارگاہ میں پہنچیں تو ان پر قہر نازل فرما۔ (صحیفہ کربلا ص ۲۴۳)۔

حضرت بریر کا یہ خطبہ جاسوسی دین کی اس عنوان پر لکھی گئی چھوٹی بڑی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہے کربلا کے میدان میں یہ آنجنابؑ کے قریب ترین حضرات میں سے ایک اور انتہائی معتبر حجرات میں سے تھے انہوں نے اپنے اس خطبہ میں پوری وضاحت کے ساتھ اور عام فہم الفاظ می ں کوہ کے خط لکھ کر بلانے والے انہیں غداروں کو قاتل قرار دیا ہے جو عہد و پیمان کر کے اور خط لکھنے و بیعت کرنے کے بعد غدار بن گئے اور آل رسول کو قتل کرنے پر لپک پڑے اس خطبہ میں ایک اضافی وضاحت یہ بھی موجود ہے کہ خط لکھ کر بلانے والے یہ غدار و مکار لوگ نواسہ رسول کو ابن زیاد کے سامنے جھکانا چاہتے اور ان کی بیعت کروانا چاہتے تھے جو دراصل اندر سے ان کوفی غداروں کے ساتھ ملا ہوا تھا اور جاسوسی مذہب کی اس پوری کارروائی میں اسلامی صفوں میں گھسے

جاسوسوں اور اس ابن زیاد کے درمیان ساز باز تھی جس پر تفصیلی نوٹ انشاء اللہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے، لہٰذا اصل مسئلہ یہاں یزید کی بیعت کا نہ تھا جیسا کہ شرائط صلح سے معلوم ہو گیا بلکہ اصل صورت حال وہ تھی جس کا اظہار مذکورہ خطبہ کے دوران کوفہ کے خط لکھ کر آل رسول کو اپنے فریب میں گھیرنے والے غداروں نے صاف لفظوں میں کیا جس کے مطابق وہ خانوادہ رسالتمآب کو ابن زیاد کے سامنے قیدی بنا کر لانا چاہتے تھے۔

''حر بن یزید کی شہادت''

حر بن یزید ابن زیاد کی فوج سے اچھی طرح واقف تھا چونکہ یہ ابن زیاد کی فوج کا کمانڈر تھا لہٰذا ابن زیاد کی فوج میں کون لوگ تھے جو حضرت حسینؑ کے خلاف میدان کربلا میں جمع ہوئے، ان کو فوجی کمانڈر و جرنیل سے بہتر اور کون جان سکتا ہے، چنانچہ حر بن یزید ریاحی ابن زیاد کا فوجی کمانڈر کوفہ کی فوج سے پوری طرح واقف بھی تھا اور حضرت حسینؑ کے پاس بھیجے جانے والے خطوط دیکھ چکا تھا حضرت حسینؑ نے حر کر پوری دو خرجیاں کوفہ واں و کے خطوط سے بھری ہوئی دکھائیں تھیں جن کو پڑھنے کے بعد حر بن یزید نے کہا میں ان خط لکھنے والوں میں سے نہیں ہوں مگر چونکہ خطوط لکھنے والوں کے نام پڑھ چکے تھے لہٰذا جب میدان مقابلہ پر نظر پڑی تو وہی وہی لوگ حضرت حسینؑ کے مقابلے میں تلواریں تھامے کھڑے تھے جنہوں نے خط لکھ کر بڑی بڑی قسمیں کھائیں اور حضرت حسینؑ سے وفاداری و جان نثاری کے وعدے کئے تھے لہٰذا میدان کربلا کا یہ منظر اور جاسوسی مذہب کی بے رحمی، شقاوت بدبختی و سیاہ کاری ملاحظہ فرمائی تو حضرت حسینؑ پر قربان ہونے کیلئے حسینی قافلہ میں شریک ہوئے پھر یا ننگ دھل ان غداروں کی نشاندہی کرتے ہوئے تقیہ کی کالی تہہ اتار

دی صحیفہ کربلا والا نقل کرتا ہے کہ

حر فوج کوفہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا، کوفہ والوں تمہار مائیں، تمہارے غم میں روئیں تم نے خدا کے اس صالح و نیک بندہ کو بلایا اور وعدہ کیا کہ ہم آپ کی راہ میں جان قربان کریں گے اور اب ان پر تلوار کھینچے ہوئے ہو اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا ہے اور ان سے دست کش نہیں ہوتے کہ وہ اس وسیع و عریض زمین پر کہیں اور چلے جائیں، اسیر کی مانند تمہارے ہاتھ میں ہیں ان پر اور ان کے اہلبیت پر پانی بند کر دیا ہے جبکہ اسی پانی کو یہود و نصاریٰ پیتے ہیں یہاں تک کہ چوپائے اس میں لوٹتے ہیں اور یہ ہیں کہ پیاس سے جان بلب ہیں، رسول کی عترت کے بارے میں تم نے ان کی حرمت کا پاس ولحاظ نہ کیا تشنگی کے روز خدا تمہیں سیراب نہ کرے۔ (صحیفہ کربلا ص ۲۵۱)۔

مجلسی لکھتا ہے حر نے کہا

اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں گرفتار ہوں تم نے اپنے پیش وا اور بزرگ وار کو جھوٹے وعدے دے کر بلایا اور اقرار نصرت واعانت کیا اب جس وقت وہ یہاں تشریف لایا تم نے اس پر تلوار کھینچی، اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ہر طرف سے گھیر لیا اور جانے کی راہیں بند کر دیں یہ بھی نہیں منظور کرتے کہ اپنے وطن مراجعت فرمائیں، قیدیوں کی طرح ان کو گرفتار کیا ہے کہ اپنے نفع وضرر پر قادر نہیں رہے یہ آب فرات جو تمہارے سامنے لہریں مارتا ہے یہود و نصاریٰ اور مجوس تک اس سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں اور سک وخوک اس پر سیراب ہو رہے ہیں لیکن رسول زادہ اور اس کے اطفال صغار واہل بیت اظہار شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں، اب ان کی نوبت ہلاکت کو پہنچتی ہے کیا برا سلوک کیا تم نے اپنے پیغمبر کی ذریت سے خدا تمہیں تشنگی روز قیامت سے نجات نہ دے حر کی اس تقریر کا بھی ان سنگ دلوں پر کوئی اثر نہ ہو بلکہ اس کا جواب بھی انہوں نے تیروں سے دیا

(بحار الانوار مترجم رج ۱ر در احوال امام حسین رص ۲۲۸)۔

ذبح عظیم کا لکھاری نقل کرتا ہے کہ حر نے کہا

اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں اور تم پر روئیں اس مرد صالح کو تم نے بلا لیا، جب اس نے تمہاری دعوت کی درخواست کو منظور کر لیا اور وہ تمہارے پاس آ گیا تو تم نے اس سے دست برداری کی اور اس کے دشمنوں کا ساتھ دیا حالانکہ قبل اس کے تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اس کی راہ میں جہاد کرو گے اور اپنی جانیں فدا کرنے پر کچھ بھی دریغ نہ کرو گے، پس تم نے اسی کے ساتھ غدر کیا اور اس کو قتل کرنے کے قریب پہنچا دیا اور اس کے گریبان گیر ہوئے، اپنے مقاموں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے محاصرے میں لے لیا اور اس کو ایسا تنگ کیا کہ وہ یہاں سے کسی اور ملک یا شہر میں بھی نہیں جانے پاتا پس وہ گویا تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہو گیا ہے نہ اپنے لئے کوئی منفعت کا راستہ بنا سکتا ہے اور نہ تمہاری مدافعت کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی کوشش کر سکتا ہے اور اس پر بھی تم نے بس نہیں کی اس کو اور اس کے عام اہلبیت کو نہر فرات کے آب جاری سے منع کر دیا جس سے تمام یہود و نصاری و مجوس سیراب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ کتے اور سور بھی اس میں سے پانی پیتے ہیں اور ایک غریب آل محمد ہیں کہ پیاس کے صدموں سے گرتے پڑتے ہیں حقیقت میں تم پیغمبر کے بعد اس کی اولاد کیلئے کیسی بری قوم ثابت ہوئے ہو پروردگار عالم تم کو پیاس کے دن کبھی سیراب نہ کرے، حر کی یہ تقریر سن کر کوفیوں نے اس کو تیروں سے جواب دیا (ذبح عظیم طبع جدید رص ۱۷۹)۔

''خط لکھ کر کوفہ بلانے والے کون تھے؟''

وہ بے حیاء، بدبخت، شقی، سفاک اور بے رحم ظالم کون لوگ تھے جنہوں نے کربلا میں نواسہ رسول پر انسانیت سوز مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے؟ اس بارے میں ہم نے اوپر ۳ شہادات نقل کی ہیں جو امامیہ دین میں تواتر کے ساتھ نقل ہوتی آ رہی ہیں اس نقل تواتر کے ساتھ یہ تینوں ہستیاں انتہائی معتبر ہیں جن میں حضرت حسینؓ تو اس دین کے مطابق معصوم ہیں اور معصوم کے کسی ارشاد پر جرح کا تو کوئی امکان ہی نہیں ہے مذید یہ بھی کہ مفترض الطاعۃ ہونے کی بنا پر ان کے ارشادات کو تسلیم کرنا اور من وعن قبول کرنا، فرض اور انکار کرنا کفر ہے، جبکہ حضرت بریر جیسا کوفہ کا قاری، عابد، زاہد و پارسا، حر بن یذید جیسا کوفی لشکر سے آگاہ واقف کار اور اندرونی حالات سے پوری طرح باخبر شخص بھی ڈنکے کی چوٹ پر وہی بات صاف الفاظ میں بیان کر رہا ہے جو حضرت حسینؓ نے فرمائی، ان شہادات کا مطلب اپنی جگہ بے غبار اور بلکل واضح ہے، کہ ان حضرات نے کوفہ کے خط لکھ کر حضرت حسینؓ کو کوفہ بلانے والوں کو قاتل، غدار، مکار، بے وفا اور ظالم کہا، وہ خط لکھ کر بلانے والے ابن زیاد کی فوج میں کوئی صرف سپاہی یا عام لوگ نہیں بلکہ فوجی دستوں کے کمانڈر اور سالار تھے، ان بڑے بڑے سرداروں اور فوجی افسروں کو نام بنام پکار کر ان کے خط اور خطوط میں لکھی ہوئی تحریریں پڑھ کر سنائی گئیں وہ اپنے خطوط لکھنے کا انکار بھی نہ کر سکے البتہ کمال گستاخی کے ساتھ جنگ کی دھمکیاں دیتے رہے ان خط لکھ کر بلانے والوں نے ہی نواسہ رسول پر پانی بند کیا، پیاس کی شدت میں تڑپایا، معصوم بچوں تک کو معاف نہ کیا اور وہ انسانیت سوز مظالم کر گزرے جو ایک بدترین جاسوس اپنے انتہائی سخت دشمن کے ساتھ کر سکتا ہے، چنانچہ ان شہادتوں سے قاتلوں کے چہرے تو نصر النہار کی طرح بالکل کھلے ہوئے نظر آنے لگے اب ان شہادات کے بعد مذید تحقیق

طلب امران خطوط لکھنے والوں کا مذہبی رجحان واضح کرنا ہے تاکہ وہ چور دروازہ تلاش کیا جائے، جس دروازے سے دشمنان اسلام کا یہ جاسوسی ونگ اسلامی صفوں میں گھس آیا اور اندر گھسنے کے بعد یہ جاسوس اتنے مضبوط اور طاقت ور ہو گئے اور ان کے ہاتھ اتنے لمبے ہو گئے کہ خاندانِ نبوت تک کو پائمال کرنے کی جسارت ہی نہیں کی بلکہ ہادی عالم ﷺ کی پاک جماعت کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے اپنے کفار سرداروں کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو گئے خاص طور پر بنو قریظہ و خیبر کے قلعے کھونے اور پے در پے اہل اسلام کے ہاتھوں شکست پر شکست کھانے نے ان کے انتقامی آگ میں جلے ہوئے دلوں کو مزید کوئلہ کر دیا تھا، یہ چیز ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ رات دن انتقام لینے کیلئے پاگلوں کی طرح سر مارتے رہتے تھے بڑی طویل محنت کے بعد انہوں نے اسلام کی صفوں میں گھسنے کیلئے ایک چور دروازہ بنایا جس سے وہ مسلمانوں کے اندر گھسے ایک علاقے کو اپنی چھاؤنی و مرکز بنا کر منظّم ہوئے اور بھرپور سازشی دماغ استعمال کرتے ہوئے حضرت علیؓ کو مدینہ سے نکال کر اپنے مطلب کے میدان میں لائے انہیں وہ اذیتیں دیں اور ستایا کہ حیدر کرار جیسی عزم و ہمت کی کوہ گراں ہستی بھی طلملا اٹھی پھر حضرت حسنؓ اور ان کے بعد حضرت حسینؓ کے ساتھ جو کچھ کربلا میں کیا وہ تو محتاج بیان نہیں، حیران کن بات یہ ہے کہ وہ تو مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے جاسوس تھے جو ایک معرکہ سر کرتے ہی دوسرے معرکہ کی بنیاد ساتھ ہی رکھ دیتے تھے یعنی قتل کرنے کے بعد مقتول کے وارث بن کر اسی مقتول کے وارثوں کے خلاف ایف آئی آر کٹوا کر مقتول کے وارثوں کے گلے میں ہی قتل کی سزا والا پھندا ڈال دیتے یہ سب صاف صاف دیکھا جاتا رہا دیکھنے والے اس چالاکی اور مکاری پر حیران بھی ہوئے انہیں چالاک، مکار، شاطر اور دھوکہ باز بھی کہا مگر ان کی اصلیت کی طرف نہ ذہن متوجہ ہوا نہ زبان گویا ہوئی نہ قلم نے جنبش کی

اور یوں جاسوس ایک کے بعد ایک معرکے سر کرتا گیا۔

''حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دینے والے شیعہ تھے''

یہ بات تو مزید وضاحت کی محتاج نہیں رہی کہ حضرت حسینؓ کے خلاف تلوایں لیکر میدان میں آنے والے وہی لوگ تھے جنہوں نے خط پہ خط لکھ کر حضرت حسینؓ کو بلایا تھا اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت حسینؓ کو خط لکھنے والے شیعہ تھے ان خط لکھنے والوں نے اپنا مذہب خود اپنے ہی ہاتھوں سے تحریر کیا ہے جو خود جاسوسی دین کی اپنی کتابوں میں مسلسل نقل ہوتا آ رہا ہے ملاحظہ فرمائیں

ذبح عظیم کا لکھاری شیعوں کی کوفہ میں آبادی اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں شیعوں پر زیادتیوں کی رام کہانی لکھنے کے بعد کہتا ہے کہ

پھر بھی شیعوں کی تعداد عراق میں ہر جگی سے زیادہ تھی، امیر معاویہ نے جب اپنا پیمانہ عمر لبریز کر کے ساغر حکومت یزید میغوار کو دیا اور مملکت میں ایک تغیر حادثہ ہوا تو پیروان علی علیہ اسلام نے اسے وقتِ فرصت سمجھ کر کوفہ میں سلیمان ابن صرد صحابی رسول اللہ ﷺ کے مکان پر ایک پر اثر جلسہ کیا جس میں باہم دیگر عہد کیا گیا کہ نصرت اہلبیت اظہار میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کریں گے چنانچہ بتفاق رائے اہل جلسہ سلمان ابن صرد اور مسیّب ابن نخبہ اور رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر نے ایک عرضی جناب امام حسینؑ کی خدمت میں لکھی جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا، الحمد اللہ کہ آپ کا دشمن جبار عنید ہلاک ہوا ''**فبعدت له کمال بعدت ثمود**'' اب آپ ہماری پیش وائی اور راہنمائی کیلئے تشریف لائیے (ذبح عظیم طبع جدید ص ۱۰۸)۔

یہی لکھاری آگے خطوط لکھنے والوں کا نام بنام تذکرہ کرتے ہوئے مذید لکھتا ہے کہ

اہل کوفہ کے سفیر پہنچے اور اس مضمون کی عرضیاں لائے کہ اب آنے میں تاخیر نہ کیجئے جلد آیئے تمام لوگ چشم براہ ہیں اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضا مند نہیں ہیں سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بعض عرضیوں میں یہ جملہ بھی تھا کہ ''ان لم تقبل الینا فانت اثم '' (ایضا)۔

امامیہ دین کا لکھاری کہتا ہے کہ

انہوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اجتماع کیا اور معاویہ کی موت، یزید کی خلافت اور امام کی مخالفت کی باتیں ہوئیں، سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا، معاویہ ہلاک ہو گیا اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ میں تشریف لا چکے ہیں تم ان کے اور ان کے باپ کے شیعہ ہو اگر نصرت کرنا چاہتے ہو اور جہاد کرنا چاہتے ہو تو ان کی طرف خط لکھو، اگر تمہیں خوف ہو جس کی وجہ سے سستی ہو جائے تو پھر ان کو دھوکہ نہ دو اور خط نہ لکھو لیکن سب نے جواب دیا: ہاں ہم پورا جہاد کریں گے اور ان کی مدد کریں گے اور اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے پس انہوں نے اسی مضمون پر مشتمل خط لکھا۔۔۔۔۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم برائے امام حسین بن علی:۔ از طرف سلیمان بن صرد خزاعی، مصعب بن نخبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور دیگر شیعانِ کوفہ! آپ پر درود ہو، ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبو نہیں، حمد خدا کہ تمہارے سر سخت دشمن اور کینہ رکھنے والے پر موت آ گئی اور اب اس کی جگہ یزید بیٹھ گیا، ہم یزید اور اس کے باپ کے افعال پر لعنت کرتے ہیں ہمارا کوئی امام موجود نہیں آپ ہمارے پاس آئیں تا کہ ہم سب حق پر جمع ہو جائیں (مدینہ سے مدینہ تک / ص ۸۲)۔

حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر کوفہ بلانے والوں کا ابتدائی جلسہ اور خطوط لکھنے کی پاس ہونے والی متفقہ

قرارداد بھی اس جاسوسی دین میں تواتر کے ساتھ نقل ہوتی آ رہی ہے، کربلا کے عنوان پر لکھی جانے والی تقریباً تمام کتابوں میں خواہ وہ مختصر ہوں یا مفصل خطوط کی مذکورہ ابتدائی رپورٹ پورے طمطراق کے ساتھ نقل کی جاتی ہے جس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ

(۱)۔ پیروان حضرت علیؓ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد سلیمان کے گھر جمع ہوئے۔

(۲)۔ یہ شرکائے جلسہ حضرت حسینؓ اوران کے باپ کے شیعہ تھے۔

(۳)۔ انہوں نے خط لکھ کر حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دینے پر مکمل اتفاق کیا۔

(۴)۔ اس عزم کا برملا اظہار کیا کہ حضرت حسینؓ کی ہم مدد کریں گے اوران پر جانیں قربان کریں گے۔

(۵)۔ ان شیعوں نے خط لکھنا شروع کئے جس میں حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت، مدد و نصرت کے وعدے اور جان دینے کے اعلان ہوتے تھے۔

(۶)۔ یہ لوگ کھلے تیرائی اور حضرت امیر معاویہ پر لعنتیں کرتے تھے۔

''خط لکھنے والوں کا تعارف بحارالانوار میں''

باقری مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال اور حضرت حسینؓ کے مدینہ سے مکہ تشریف لانے کی خبر جب کوفیوں کو ملی تو

شیعیان کوفہ سلیمان ابن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی بجالائے، وفات معاویہ اور بیعت یزید کا ذکر ہوا، سلیمان نے کہا: امام حسین علیہ اسلام مکہ معظّمہ میں تشریف فرما ہیں ہم سب ان کے اوران کے پدر بزرگوار کے شیعہ وہوا خواہ ہیں اگر مناسب جانو اور رائے مستقیم ہو

تو سب ان کی نصرت کریں اوران کے دشمنوں سے جہاد کریں اور جان و مال سے ان کی مدد کریں اوراس مضمون کا ایک عریضہ حضرت کولکھ کر طلب کرواگر اپنی نامردی سے ڈرواوران کی اعانت میں سستی کروتو انہیں فریب نہ دواور مہلکہ میں نہ ڈالو، سب نے کہا، جب حضرت تشریف لائیں گے، ہم حاضر ہوں گے بہ کمال اخلاص واطاعت بیعت کریں گے، نصرت ویاری اور دفع شراعدا میں جانفشانیاں کریں گے، پس ایک عریضہ اس مضمون کا اہل کوفہ نے حضرت کولکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ نامہ ہے حضرت امام حسین ابن علی صلوٰۃ اللہ علیھا کی خدمت میں سلیمان ابن صرد اور مسیّب ابن نجبہ اور رفاعہ ابن شداد بجلی اور حبیب ابن مظاہر اور مؤمنین و دیگر مسلمین کی طرف سے، ہمارا سلام پر، حمد خدا کی، جس نے آپ کے ایسے دشمن جبار اور معاند کو ہلاک کیا جو بغیر رضائے امت حاکم ہوا تھا (بحارالانوار مترجم رج ۱ر دراحوال امام حسین رص ۱۵۴ر ۱۵۵)۔

علی نظری صحیفہ کربلا میں حضرت حسینؑ کو خط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دینے والوں کا تذکرہ یوں نقل کرتا ہے کہ

آپ کے وفادار شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے اور مذاکرہ ومشورہ کے بعد اس بات پر اتفاق ہوا کہ امام حسینؑ کو خط بھیج کر کوفہ آنے کی دعوت دی جائے (صحیفہ کربلا رص ۹۵)۔

علی نظری نے شیعوں کے اس جلسہ میں پاس کی جانے والی قرارداد پرعمل کرتے ہوئے فوری طور پر لکھے گئے خطوط اور ان خطوں کو لے کر جانے والے قاصدوں کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ کوفیوں کے بھیجے ہوئے خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی، نمایاں اور باحیثیت لوگوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے اور کوفہ آنے کی دعوت دی۔ (ایضا)

آگے۔ آخری خط کا ذکر کرتے ہوئے اس کی عبارت بھی نقل کی ہے کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط باایمان شیعوں کی طرف سے حسینؑ بن علیؑ کے نام ہے

امابعد۔عراق کی سمت روانگی میں جلد کیجئے کہ لوگ انتظار میں لحظ شماری کررہے ہیں کیوں کہ آپ کے سوا ان کا کوئی رہبر نہیں ہے جلد کیجئے جلد کیجئے۔

بھیجے گئے خطوط کا چند بنیادی نکات میں خلاصہ ہوتا ہے

(۱)۔معاویہ کی موت پر مسرت کا اظہار

(۲)۔یذید میں حکومت وخلافت کی صلاحیت نہیں ہے

(۳)۔امام حسنی کو کوفہ آنے کی دعوت

(۴)۔اہل کوفہ کا راہ امام میں فداکاری وجانبازی کا عہد (صحیفہ کربلا رص ۹۷)

اس صراحت کے بعد خط لکھنے والوں کے بارے میں بھلا کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ

(۱)۔سلیمان بن صرد کے گھر شیعوں کا جلسہ ہوا تھا

(۲)۔وہی حضرت حسینؓ کو کوفہ بلانے پر متفق ہوئے

(۳)۔خط لکھنے والوں نے خود وضاحت کی کہ ہم شیعہ ہیں

(۴)۔انہوں نے حضرت امیر معاویہ پر تبرا کیا اور لعنتیں بھیجیں،ضد اور ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں کوئی علاج ہے نہیں مگر جہاں تک حقیقت اور امر واقعہ کا تعلق ہے وہ بالکل واضح ہے ایک سادہ اور معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان سے لیکر اعلیٰ ترین لیاقت وفہم رکھنے والے شخص تک ہر کوئی ان خطوط اور حقائق کا مطالعہ کرنے کے بعد اس حقیقت پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت حسینؓ کو بلانے والے شیعہ تھے اول سے آخر تک اس تحریک کو انہوں نے ہی اس وقت تک جاری

رکھا جب تک کہ نواسہ رسول سے اپنے مقتولوں کا بدلہ اور انتقام لینے میں کامیاب نہ ہو گئے۔

''حضرت حسینؓ کا شیعوں کے بارے میں فرمان''

جس طرح حضرت حسینؓ نے عاشورا والے دن اپنے خطبات میں بڑی وضاحت کے ساتھ خط لکھ بلانے والے غداروں کو آل رسول کے قتل کرنے پر لعنت ملامت کی اور صاف صاف لفظوں میں بتایا کہ جن لوگوں نے خط لکھ کر بلایا تھا انہوں نے ہی آل رسول کو قتل کرنے کیلئے میدان لگا لیا ان خط لکھ کر بلانے والے چند سرداروں کے تو نام لے لے کر پکارا کہ او فلاں تو نے خط نہیں لکھا تھا اور تو نے جلدی آنے کی فریاد نہ کی تھی؟ اسی طرح حضرت حسینؓ نے آل رسول کو دھوکہ وفریب دیکر رسوا کرنے والوں کا صراحتاً نام لیکر یہ بھی بتا دیا ہے کہ دھوکہ وفریب دینے والے یہ غدار خود کو کس نام سے لوگوں میں مشہور کرتے ہیں، چنانچہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کی جانب سفر کے دوران حضرت حسینؓ جب زیالہ کے مقام پر پہنچے تو آنجنابؓ کو حضرت مسلم بن عقیل کے شہید کر دیئے جانے کی خبر ملی اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ فرمایا ''**قد خذلتنا شیعتنا**'' یعنی ہمارے شیعوں نے ہم کو ذلیل کر دیا (خلاصۃ المصائب رص ۴۹)۔

حضرت حسینؓ کا یہ ارشاد مبارک اپنا مطلب بتانے میں بلکل واضح ہے مذید کسی وضاحت کا محتاج نہیں کہ کن لوگوں کا نام لے کر آپؓ نے بتایا کہ انہوں نے آل رسول کو رسوا کر دیا۔

''حضرت زین العابدین کی شہادت''

سفاک اور درندہ صفت جاسوسوں کے ہاتھوں انتقام کا نشانہ بن جانے والے حضرات نے جن

غداروں کا قتل قرار دیا ہے اس کے چند اشارات اوپر مذکورہ ہوئے جن میں آل رسول پر کربلا میں مظالم کے پہاڑ توڑنے والوں کے چہروں سے تقیہ کا نقاب پوری قوت کے ساتھ اتار دیا گیا ہے اس کی مزید وضاحت خانوادہ پیغمبر کے چشم و چراغ، کارزار کربلا میں بذات خود شریک رہنے والے حضرت علی بن حسینؓ المعروف زین العابدین سے ملاحظہ فرمائیں

امامیہ دین کے مطابق آنجنابؒ چوتھے معصوم عن الخطاء امام اور مفترض الطاعۃ ہستی ہیں، انہوں نے حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا کے بعد قاتلوں کی ڈرامہ بازی اور جاسوسی کی آئندہ کیلئے کی جانے والی پیش بندی ملاحظہ فرمائی تو باوجود اپنی اسیری وعلالت کے ان کے سامنے انکی مکاری وفریب کاری کا پردہ چاک کردیا وہ فرماتے ہیں

میں قسم دیتا ہوں تم کو خالق عباد کی کہ تم جانتے ہو کہ تم ہی وہ ہو جس نے میرے باپ کو خط لکھ کر بلایا پھر دھوکہ دیا اور عہد و پیمان کیئے آخر الامر ان کو قتل کر ڈالا اور مدد و یاری نہ کی، برے اعمال اپنے لئے جمع کیئے اور رائے بد اختیار کی۔۔۔۔ پھر حضرت سجاد نے فرمایا رحمت خدا کی اس شخص پر جو میرے نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت در باب خدا اور رسول اللہ و اہلبیت حفظ کر لے کیوں کہ ہم ہی رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا صحیح نمونہ ہیں یہ سن کر سب نے بلا تفاق کہا کہ یا بن رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے مطیع ہیں اور آپ کے عہد کے محافظ و نگہبان ہیں آپ کے کسی حکم سے ہم کو انکار نہیں ہے آپ کے دشمن کے دشمن اور دوست کے دوست ہیں یذید اور ان اشقیاء سے جنہوں نے آپ پر ظلم کیا ہم انتقام لینے کیلئے تیار ہیں، حضرت نے فرمایا ''**ھیھات ھیھات** '' اے گروہ غدار اور فرقہ مکار تم اپنے نفس کی ہوا و ہوس میں گرفتار ہونا چاہتے ہو تا کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جو میرے آبا طاہرین کے ساتھ کیا! مجھ کو جد و پدر کی شہادت نہیں بھولی اور تلخی و حرارت غم و غصہ

کی میرے حلق میں ابھی باقی ہے اب تم سے صرف اتنی خواہش ہے کہ ہم کو نہ فائدہ پہنچاؤ نہ نقصان، پھر آپ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

تعجب نہیں ہے کہ اگر حسینؑ شہید ہوئے، کیونکہ ان کے والد جوان سے بہتر تھے انہوں نے بھی شہادت پائی اور خوش نہ ہوا ے اہل کوفہ ان ظلموں سے جو حسینؑ کو تم نے پہنچائے، یہ امر عظیم تھا حسین کشتہ نہر فرات ہے جان میری حضرت پر قربان ہو اور جس نے حضرت کو قتل کیا آتش دوزخ اسکی جزا ہے۔(بحار الانوار مترجم ر ج ۲ ر در احوال امام حسین ر ص ۱۶۔۱۷)۔

کربلا میں جام شہادت نوش کرنے والوں کے علاوہ جو عزت مآب خواتین اور بیمار حضرت زین العابدین زندہ بچے ان کو قیدی بنا کر کوفہ لایا گیا جب وہ کوفہ داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی حد نہ رہی کہ وہ قاتل کوفی اب کوفہ میں صف ماتم بچھا کر حضرت حسینؓ کی شہادت کا غم منا رہے تھے ان مکار جاسوسوں کا یہ حیرت انگیز ڈرامہ دیکھ کر حضرت زین العابدین سے نہ رہا گیا مجلسی لکھتا ہے کہ امام زین العابدین نے فرمایا، تم ہم پر گریہ و نوحہ کرتے ہو پھر ہمارا قاتل کون ہے؟؟؟ (بحار الانوار ر ج ۲ ر ص ۱۲)۔

امامیہ دین کے حضرت زین العابدین معصوم امام ہیں جن کی اطاعت کرنا فرض ہے انہوں نے جب شہدائے کربلا پر مظالم کے پہاڑ توڑ دینے والوں کی صورت حال دیکھی کہ وہ تو مظالم کے بعد اب رونے، پیٹنے اور ماتم کرنے لگ گئے ہیں تو حضرت زین العابدین نے خطبہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ

(۱)۔اللہ کی قسم تم بخوبی جانتے ہو کہ تم ہی نے میرے باپ کو خط لکھ کر بلایا

(۲)۔ان کی مدد و نصرت کے وعدے وعہد کئے جو سب تمہارا دھوکہ تھا

(۳)۔ جب ان پر تم نے قابو پالیا تو ان کو قتل کر ڈالا

(۴)۔ یہ دھوکے مکر سب تمہارے برے اعمال ہیں جو تم نے جمع کئے

اس خطبہ کو سن کو کوفی پھر ماتم کرنے لگ گئے اور کہنے لگے ہم تو واقعی ہلاک ہو گئے، گویا حضرت زین العابدین کے سامنے تاثر قائم کر رہے تھے کہ انہیں اپنی غلطی کا شدید احساس اور اس پر ندامت ہو رہی ہے تا کہ حضرت ان پر اعتماد کر لیں اور ان کو توابین مان لیں، اس کرتب کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت زین العابدین کی اطاعت فرمانبرداری اور انتقام لینے کیلئے بھر پور فوجی کردار ادا کرنے کا عزم کرنے لگے مگر حضرت تو ان کے کرتب اور جاسوسی کردار آنکھوں سے ملاحظہ فرما چکے تھے لہٰذا انہوں نے ان کو دھکار دیا اور کہا تمہاری مہربانی ہماری جان چھوڑ جاؤ ہم تم سے کوئی نفع نہیں چاہتے برائے مہربانی ہمیں نقصان نہ پہنچاؤ۔ حضرت زین العابدین کے اس بیان کو پڑھنے والا ہر عام و خاص یقینی طور پر جان لیتا ہے کہ حضرت نے ان کے ڈراموں اور صف ماتم بچھانے کے باوجود اللہ کی قسم اٹھا کر ان کے دھوکے سے ان کو آگاہ کر دیا کہ اے کوفیوں تم خود جانتے ہو کہ تم نے خط لکھے، بلایا، وعدے وعہد کئے پھر دھوکہ دیا اور قتل کر کے چھوڑا، کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ کے قاتل کون تھے؟

(نوٹ) حضرت زین العابدین کا ماتم کرنے والے ان دھوکہ بازوں کو قاتل قرار دینا امامیہ دین کی اس عنوان پر تحریر کی گئی تقریباً امامیہ دین کی اس عنوان پر تحریر کی گئی تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب میں تواتر کے ساتھ نقل کی جاتی ہے ہم نے مذید کتابوں سے حوالوں کا نقل کرن ا بخوف طوالت اور بوجہ تکرار محض ترک کر دیا ہے۔

''حضرت زینب کی شہادت''

حضرت زینبؓ حضرت حسینؓ کی بہن حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی اور حضرت زین العابدین کی پھوپھی ہیں میدان کربلا کا قیامت خیز منظر اور دھوکہ بازوں کے مظالم انہوں نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے تھے یہ چونکہ چشم دید گواہ کی حیثیت رکھتی ہیں، نیز سچائی کے ماحول میں پرورش پانے والی یہ عفت مآب خاتون ایک معتبر ہستی ہیں لہٰذا قاتلوں کی نشاندہی کے باب میں ان کی شہادت بہت اہمیت کی حامل ہے عفت مآب امی جان نے جب دھوکہ باز قاتلوں کو صف ماتم بچھا کر غم حسین میں روتے اور دھاڑتے ملاحظہ فرمایا تو بے حد حیران و پریشان ہوگئیں دھوکہ باز قاتلوں کا اس صف ماتم بچھانے اور غم حسین میں رونے ونوحہ بازی کرنے سے منشاء تو یہ تھا کہ وہ کسی طرح آل رسول کو متاثر کریں اور یہ تاثر دیں کہ ہم نے تو حضرت حسینؓ کو شہید نہیں کیا بلکہ ہم تو مجبور تھے اور ظلم پر بے حد دکھی اور پریشان ہیں مگر اس پر جو کچھ ہمارے محبوب ﷺ کی لخت جگر نے فرمایا اس کا ایک ایک حرف سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے، حمد وصلوٰۃ کے بعد فرماتی ہیں۔

اما بعد: اے کوفہ والو، اے مکرو دغا والو، تم رو رہے ہو، نہ رکیں تمہارے آنسو اور نہ رکیں تمہارے نوحے، تمہاری مثال اس بڑھیا جیسی ہے جو مضبوط تاگا پٹہ کر کھول ڈالے تمہاری قسمیں کیا غداری کیلئے تھیں، تم میں سوائے اوچھے پن اور برائیوں میں غلطاں ہونے کے کیا ہے تم کنیزوں کی طرح تملق کرنا جانتے ہو اور دشمنوں کی طرح اذیت پہنچاتے ہو تم کوڑے پر آگے ہوئے خش و خاشاک ہو۔۔۔ کتنا بڑا ذخیرہ تم نے اپنے لئے مہیا کر رکھا ہے، اللہ کا غضب تمہارے اوپر ہے اور تم ہمیشہ معذب رہو گے تم رو رہے ہو اور دھاڑیں مار رہے ہو ہاں خدا کی قسم اب روؤ گے بہت

ہنسو گے کم، کیونکہ تم نے زمانہ بھر کی برائیساں اپنے دامن میں سمیت لیں، اب یہ دھبے تمہارے دامن سے چھٹائے نہ جاسکیں گے اور فرزند رسول ﷺ کے خون کے دھبے کیسے چھٹ سکتے ہیں اس کے خون کے دھبے جو سید شباب اہل جنت ہے! جو تمہارے نیکوں کا ملجاؤ ماویٰ تھا جو تمہاری مصیبتوں کے وقت جائے پناہ تھا جو راہ ہدایت دکھانے کیلئے ایک نورانی مینارہ تھا جو سنت رسول کا لیش ورتھا کتنا برا ذخیرہ تم لے چلے ہو تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو تمہاری کوئی امید کرنہ آئے تمہارے ہاتھ قلم ہوں تمہاری تجارت برباد ہو تم غضب الٰہی میں گرفتار ہو، تم پر ذلت ورسوائی کی مار ہو، اے کوفہ والو جانتے ہو رسول اللہ ﷺ کے کس جگر بند کو تم نے ذبح کرڈالا رسول کریم ﷺ کی کس ناموس کو تم نے سر برہنہ لا کھڑا کیا؟ کس کا خون تھا جو تم نے بے دریغ بہایا؟ یہ کس کی حرمت ضائع کی؟ تم نے بڑی مصیبت برپا کردی (بحار الانوار مترجم رج ۲/در احوال امام حسین رص ۱۲)۔

علی منفرد نقتل کرتا ہے کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا

کوفہ والو، اے مکار و خیانت کار لوگو، اے بے غیرت لوگو خدا کرے کہ تمہاری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکے اور تمہارے نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو۔۔۔تمہارا ظاہر پر فریب و خوبصورت لیکن باطن منفورونا پسند ہے اپنی آخرت کیلئے تم نے کتنا برا توشہ فراہم کیا ہے اپنے لیے کتنا برا توشہ بھیجا ہے جس سے خدا کو غضبناک کیا ہے اور اس کے ہمیشہ عذاب کو خرید لیا ہے کیا تم میرے بھائی حسین کیلئے رو رہے ہو، روؤ زیادہ کہ تمہارے دامن پر ذلت کی گرد بیٹھ چکی ہے یہ بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر ہمیشہ رہے گا اسے ہرگز نہ چھڑا سکو گے اور اس دھبے کو تم کیسے چھڑا سکتے ہو کہ تم نے جنت کے جوانوں کے سردار اور فرزند رسول ﷺ کو قتل کیا ہے اس شخص کو قتل کیا ہے جو جنگ میں تمہاری پناہ گاہ تھا۔۔۔آگاہ ہو جاؤ تم نے آخرت کیلئے جو چیز پہلے بھیج دی ہے وہ

بہت برا توشہ تھا اور جس گناہ سے قیامت تک تمہاری کمر جھکی رہے گی وہ بہت بڑا گناہ ہے، خدا تمہیں نابود کرے، اور تمہارے پرچم ہمیشہ سرنگوں رہیں تمہاری کوشش صرف نامیدی کا ثمرہ دیا ہے اور تمہارے ہاتھ کٹ گئے، تمہارے مال میں خسارا ہوا اپنی جان کے عوض خدا کی ناراضگی خریدی اور تمہاری شرمندگی یقینی ہوگئی کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول ﷺ کی اولاد میں کس کا خون بہایا ہے اور تم نے کون سا پیمان توڑا ہے اور اہل حرم کو بے پردہ کیا ہے کس کی ہتک عزت کی ہے اور کس کا خون بہایا ہے؟ (صحیفہ کربلا ص ۳۸۸۔۳۸۹)۔

حضرت زینبؓ کا یہ خطبہ بھی امامیہ دین کے اس عنوان زیر بحث میں تواتر کے ساتھ منقول ہوتا چلا آ رہا ہے جس میں حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ

(۱)۔کوفہ کے یہ ماتم کرنے والے لوگ مکار، خیانت کار اور بے غیرت ہیں

(۲)۔شہدائے کربلا پر یہ نوحہ خوانی و ماتم کرنے والے دھوکہ بازی کر رہے تھے جس پر حضرت زینبؓ متاثر تو کیا ہوتیں بدعادی کہ رونا و ماتم و نوحہ خوانی تمہارا مقدر بن جائے اور ہمیشہ روتے دھوتے رہو

(۳)۔انہوں نے حضرت حسینؓ سے خط لکھ کر جو وفاداری اور ساتھ دینے کی قسمیں کھائیں تھیں وہ محض دھوکہ دینے اور غداری کرنے کیلئے تھیں

(۴)۔ان کی زندگی برائیوں کا ڈھیر ہی ہے

(۵)۔لونڈیوں کی طرح خوشامد کر کے پھسانا اور قابو پالینے کے بعد دشمنوں کی طرح اذیت دینا ان کی فطرت میں شامل ہے

(۶)۔ان کی بدکرداریوں کے سبب ان پر خدا کا غضب نازل ہو چکا ہے

(۷)۔وہ ہمیشہ عذاب الٰہی میں مبتلا رہیں گے

(۸)۔انکا رونا و ماتم کرنا جو دھوکہ دہی کیلیئے تھا ان کے گناہ بد کی وجہ سے انکا مقدر بن گیا ہے

(۹)۔ان سیاہ بختوں نے اپنے دامن پر حضرت حسینؓ کو قتل کر کے ان کے خون کے دھبے لگا لئے ہیں

(۱۰)۔اب تا قیامت یہ پاک خون کے دھبے کبھی مٹ نہ سکیں گے

(۱۱)۔سید اشباب اہل الجنتہ کو شہید کرنا ان کی رسوائی و بدنامی کا نہ مٹنے والا داغ بن گیا ہے

(۱۲)۔حضرت زینب نے حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کے بعد ان کے غم میں صف ماتم بچھانے اور رونے دھونے والوں کو خوب بدعائیں دیں اور ان کے ظاہر و باطن کے تضاد و دورنگی کو خوب واضح کیا۔

شہید کربلا کی بہن اور دختر شیر خدا ان نے بھی جس وضاحت سے خط لکھ کر بلانے والوں اور قسمیں کھا کھا کر ساتھ دینے کا عہد کرنے والوں اور حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کے بعد ان پر ماتم کرنے، نوحہ بازیز اور رونے دھونے والوں کو قاتل قرار دیا ہے وہ محتاج بیان نہیں صرف یہی نہیں بلکہ حضرت زینبؓ نے تو یہ بھی بتا دیا ہے کہ جس طرح تم حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کے بعد قتل حسین کے اس داغ کو دھوکہ کے آنسوؤں اور صف ماتم کی مکاری سے دھونا چاہتے ہو اس طرح یہ داغ دھویا نہ جاسکے گا بلکہ یہ جنتی جوانوں کے سردار کے ناحق قتل کا خون ہے جس کا دھبہ لگ گیا تو قیامت تک مٹ نہ سکے گا لہٰذا تمہارا یہ رونا دھونا اور مکاری و دھوکہ بازی کی نوحہ و آنسوؤں سے قتل حسین کے داغ و دھبہ کا صاف کر دینا محال ہے۔

''حضرت فاطمہ صغریٰ کی شہادت''

واقعہ کربلا کے عینی شاہدوں میں وہ سیدہ بھی ہیں جو قاتلوں کے مظالم کا نشانہ بنیں ان کے مظالم اور کربلا میں شہید ہونے والوں کو کھلی آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ فرمایا جب ان کو کربلا سے کوفہ لایا گیا تو دیکھا کہ قاتلوں نے آل رسول پر مظالم کے پہاڑ توڑ دینے کے بعد اب آل رسول کی مظلومیت پر ماتم کناں ہیں اور نوحہ کی صدا سے کوفہ کو سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اس مکاری کو دیکھ کر سیدہ فاطمۃ صغریٰ سے نہ رہا گیا، ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ جل شانہ کی حمد وثناء درود وسلام اور ان کوفی غداروں کے ہاتھوں حضرت علیؓ کی شہادت اور آل رسول پر ان کے جاری مظالم کا ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں

اے اہل کوفہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو، تم خدا کی لعنت اور اس کے عذاب کے منتظر رہو، عنقریب آسمان سے ایسا عذاب نازل ہونے والا ہے جو تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تمہیں بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکے گا اور تم آپس ہی میں کٹ مرو گے پھر تم نے جو مظالم ہم پر توڑے ہیں ان کی حقیقی پاداش تم کو روز قیامت ملے گی جب تم ایسے عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے جس سے کبھی نہ رستگاری ہوگی، ظالموں پر خدا کی لعنت ہو کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے کن ہاتھوں سے ہم پر ظلم کیا؟۔۔۔۔اور تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں اور تمہارے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہریں لگ چکی ہیں، شیطان تم پر اچھی طرح چھا چکا ہے اور تم کو جھوٹی امیدیں دلا چکا ہے، اس نے تمہاری آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اب تم راہِ راست پر نہیں آسکتے، تمہارے لئے تباہی ہو اے کوفہ والو، رسول اللہ ﷺ نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جس کی وجہ سے تم نے ان کے بھائی علی مرتضیٰ علیہ اسلام اور ان کے اولاد پاک سے انتقام لیا؟۔۔۔۔۔آپ کا کلام یہاں تک پہنچا تو چاروں طرف سے رونے کی

آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے کہنا شروع کیا اے پاک اور پاکیزہ ہستیوں کی بیٹی بس کیجئے آپ نے ہمارے جگر کو کباب کر دیا اور ہمارے دلوں میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے پس آپ خاموش ہوگئیں (بحارالانوار مترجم رج ۲ رص ۱۵۔۱۶)۔

احتجاج طبری میں ہے کہ حضرت حسینؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ صغریٰ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ

اما بعد یا اهل الکوفه، یا اهل المکرو الغدر والخیلاء ان قالت فکذبتمونا و کفرتمونا ورایتم قتالنا حلالاً اموالنا نهیا کانا اولاد الترک او کابل کما قتلتم جدنا بالامس و سیوفکم بقطر من دمائنا اهل البیت لحقد متقدم قرت بذالکم عیونکم و فرحت قلوبکم اجتراءً منکم علی الله و مکرتم والله خیر الماکرین

(احتجاج طبرسی رص ۱۵۷)۔

ترجمہ: اما بعد اے اہل کوفہ اے اہل مکر و غدر و حیلہ و تکبر، تم نے ہماری تکذیب کی اور ہم کو کافر سمجھا اور ہم کو قتل کرنا حلال جانا اور ہمارے مال کو ایسے لوٹا جیسے ترک و کابل والوں کی اولاد کا مال ہو، تم نے کل کے دن ہمارے جد امجد (حضرت علیؓ) کو قتل کیا تھا تمہاری تلواروں سے ہم اہل بیت کا خون ٹپک رہا ہے (اور تمہاری یہ آل رسول سے قتل و غارت) سابقہ کینہ کی وجہ سے ہے اس (آل رسول پر ظلم وستم کرنے) سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دل خوش ہو گئے تم نے اللہ پر جرات کی اور مکر سے کام لیا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے

حضرت سیدہ فاطمۃ صغریٰ کی شہادت سے معلوم ہوا کہ سیدہ نے

(۱)۔قتل حسینؓ کے بعد انہی رونے دھونے اور ماتم کرنے والوں کو قاتل بتایا

(۲)۔ان کو بددعائیں دیں اور عنقریب آپس میں لڑ مرنے کی پیشین گوئی فرمائی

(۳)۔ان کو اندھا گونگا بہرا بتا کر ہدایت سے مایوس ہونے والا بتایا

(۴)۔بتایا کہ ان قاتلان حسینؓ نے قبل ازیں حضرت علیؓ کو بھی قتل کیا تھا

(۵)۔یہ قتل وغارت آل رسول سے انتقام لینے کی غرض سے تھی

(٦)۔ ان قاتلانِ حسینؓ نے آل رسول کی تکذیب کی

(۷)۔ان آل رسول کو کافر جانا

(۸)۔آل رسول کے قتل کو حلال جان کر ان کا خون بہایا

(۹)۔شہدائے آل رسول کا کربلا میں مال چھینا

(۱۰)۔سیدہ نے بتایا کہ ان بدبختوں نے آل رسول پر جو مظالم ڈھائے ان کو گناہ بھی نہیں سمجھا بلکہ ثواب سمجھ کر یہ کالے کرتوت کئے

(۱۱)۔اس کارروائی کے مکمل کرنے پر ان کے دل خوش اور آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں

(۱۲)۔آل رسول نے جب سرعام ان کے پول کھولے اور مکر و دھوکہ کو سرعام بیان کیا ان کو مکار، غدار، دھوکہ باز اور متکبر بتایا تو یہ سچی باتیں ان کے کلیجے پر زہریلے تیروں کی طرح جا کر لگی اور حقائق سن کر ان کے جگر کباب اور دل آگ کے شعلوں سے بھڑک اٹھے مگر ان عفت مآب حرم اقدس کو چونکہ دھوکہ دینے اور ان کے سامنے آنسوؤں کے ساتھ شہادت آل رسول کا داغ دھبہ دھونے کی کوشش کر رہے تھے لہٰذا ان سچ بولنے والوں پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتے تھے لہٰذا کباب اور دل میں آگ کے شعلے بھڑکے تو برداشت سے کام باہر ہوگیا اور وہ غصے و بےبسی کے مارے رونے لگ گئے اور صاف بول اٹھے کہ (ہماری مذمت والی کی تقریریں) بند کردو کہ تم نے ہمارے جگر کباب کردیئے ہیں۔

’’سیدہ ام کلثوم بنت سیدہ فاطمۃ الزہرا کی گواہی‘‘

جب آل رسول کے مظلوم و مجروح لوگوں کا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو یہ عجیب منظر دیکھا کہ کوفہ کی عورتیں نوحہ خوانی اور ماتم و بین کر رہی ہیں نیز مظلوموں و اسیران کے بچوں میں کھجوریں بانٹنے لگ گئیں ہیں تو سیدہ ام کلثوم اس صورت حال پر بڑی حیران ہوئیں، مجلسی جلاء العیون میں لکھتا ہے کہ

حضرت ام کلثوم نے کہا، اے اہل کوفہ! اہل بیت پر تصدیق حرام ہے اور خرمے بچوں کے ہاتھوں سے لے کر زمین پر پھینک دیں، زنان کوفہ مقربانِ ذوالجلال کے حال پر گریہ کرتی تھیں، ام کلثوم نے جب ان کی صدائے گریہ سنی تو محمل سے آواز دی اور فرمایا اے زنانِ کوفہ تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو؟ (جلاء العیون/ص ۵۰۷)۔

لہوف کے حوالے سے ایک دوسرا لکھاری نقل کرتا ہے کہ سیدہ ام کلثوم نے فرمایا

اے اہل کوفہ! تم بہت برے ہو تمہیں کیا ہو گیا کہ حسین کی مدد نہ کی بلکہ ان کو قتل کیا اور ان کے اموال لوٹے اور وارث بن گئے ان کے اہل و عیال کو قیدی بنایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتنی بڑی زیادتی تم نے کی اور کتنا عظیم بیٹیوں کو سر برھنہ کیا، تمہارے دلوں میں ذرا بھر رحم نہ تھا کہ تم نے ایسا کیا ہے؟ (مدینہ سے مدینہ تک/ص ۴۵۲۔۴۵۳)۔

بحار الانوار کا لکھاری نقل کرتا ہے کہ سیدہ نے فرمایا

اے اہل کوفہ! برا حال ہو تمہارا، کس لئے تم نے حسینؑ کو چھوڑا اور ان کو قتل کیا اور مال اسباب انکا

لوٹ لیا اس کو اپنا ورثہ گردانا اور ان کے اہل بیت کو قید کیا، ہلاک ہو تم اور دور ہو رحمت خدا سے تمہارے لئے وائے ہو تم پر، آیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے اور کیسے کیسے خون تم نے بہائے اور کس کی لڑکیوں کو تم نے بے پردہ کیا اور کیسے اموال کو لوٹ لیا۔۔۔تمہارے دلوں سے رحم اٹھ گیا۔(بحارالانوار مترجم رج ۲ر دراحوال امام حسین رص ۱۶)۔

علی منفرد نقل کرتا ہے کہ سیدہ نے فرمایا

اے کوفیو تمہارے چہرے منفور ہو جائیں تم نے۔۔۔انہیں قتل کر دیا اسی پر اکتفا نہ کی ان کا مال و اسباب بھی لوٹ لیا گویا وہ مال تمہیں میراث میں ملا ہے، پردہ نشین حرم کو تم نے اسیر کیا اور آزار و اذیت پہنچائی خدا تمہیں نابود کرے کیا تم جانتے ہو کہ تم نے خود کو کس مشکل میں مبتلا کیا ہے اور کتنے بڑے گناہ کا بار اپنے دوش پر اٹھایا ہے اور کتنا مقدس خون بہایا ہے اور کیسی شریف عورتوں کو سوگ می ں بٹھایا ہے کن لڑکیوں کے سروں سے چادر چھینی ہے اور کون سا مال لوٹا ہے۔۔۔۔تمہارے دل سے چادر چھینی ہے اور کون سا مال لوٹا ہے۔۔۔۔تمہارے دل سے رحم ختم ہو گیا جان لو کہ اللہ والے ''حزب اللہ'' کامیاب اور شیطان کے پٹھو حزب الشیطان گھاٹا اٹھانے والے ہیں (صحیفہ کربلا مترجم رص ۳۹۱)۔

سیدہ ام کلثوم بھی وہ موقعہ کی گواہ اور کربلا کے کارزار کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمانے والی صادقہ ہستی ہیں انہوں نے عورتوں کے رونے دھونے کا مکارانہ فریب ملاحظہ فرمایا تو حیران رہ گئیں اور بے ساختہ فرما دیا کہ

(۱)۔تمہاے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا

(۲)۔(ان تمہارے مردوں نے ہی) ہم اہلبیت کو اسیر کیا

(۳)۔انہوں نے ہی ہمارے اموال کو لوٹا

(۴)۔انہوں نے ہی آل رسول کو اذیت پہنچائی

(۵)۔لڑکیوں کے سروں (تک سے) چادریں چھینی

(۶)۔انہوں نے مقدس خون بہایا، بہترین مردوں کو تہہ تیغ کیا

(۷)۔وہ ایسے لوگ تھے کہ ان کے دلوں میں آل رسول کیلئے رحم نام کی کوئی چیز نہ تھی

''کربلا کے واقعات نقل کرنے والوں کے بارے میں چند گزارشات''

(۱)۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کربلا کے میدان میں ۲ جماعتوں کا آپس میں مقابلہ ہوا ایک وہ حسینی قافلہ تھا جو خط لکھ کر اور وفود بھیج کر کوفہ بلانے والوں کی راہنمائی کیلئے مکہ مکرمہ سے آیا تھا بعد میں چند خوش بخت اور نصیبہ ور لوگ ان نفوس قدسیہ کی حفاظت کیلئے ان حضرات کے قافلہ میں شریک ہو گئے جو بصرہ و کوفہ وغیرہ علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔

دوسری فوج وہ تو جو ابن زیاد نے کوفہ کی گورنری حاصل کر لینے کے بعد کوفی لوگوں پر مشتمل تیار کی تھی اس فوج میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جو خط لکھ کر حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دینے والے تھے فوج کی کمانڈ اور افسریاں بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں تھیں جیسے قیس بن اشعث، شیث ابن ربیع وغیرہ گویا اس فوج کی قوت نافذہ ان ہی لوگوں کی مٹھی میں تھی۔ یہ ۳۰ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل لشکر حضرت حسینؓ کے چند رفقاء پر مشتمل نفوس قدسیہ کی مختصر جماعت پر حملہ آور ہوا اور اس قافلہ کے تمام نصیبہ ور لڑنے والے مردوں کو شہید کر دیا۔

(۲)۔حسینی قافلہ کی شہادت کے بعد کربلا کے اس حادثہ کو آنکھوں سے دیکھنے والے جو لوگ باقی بچ

گئے وہ یا تو دشمن کی فوج تھی جنہوں نے مظالم کے پہاڑ توڑے، نواسہ رسول اوران کی اولاد پر پانی بند کیا، پاک بازوں کو بے جرم شہید کیا، فرزندانِ رسول پر تیروں کی بارش کی حتیٰ کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی معاف نہ کیا ان کو بھی شہید کر گزرے گویا یہ انتقام کی آگ میں کوئی ایسے جلے ہٹے ہوئے تھے کہ دودھ پیتے بچوں پر بھی قیامت ڈھا دینے سے باز نہ آئے۔

جبکہ حضرت حسینؓ سے وفا کرنے والے تو سب ہی جان قربان کر گئے بس علیل بچہ زین العابدین اور حرم محترم کی عزت مآب خواتین بچ گئیں۔

(۳)۔حضرت حسینؓ کی شہادت اوران کوشہید کرنے والوں کے بارے میں معلومات کا وہ ذریعہ جو حضرت حسینؓ کو ماننے والوں کے لئے قابل اعتماد ہے وہ آل رسول کے ان چند حضرات پر ہی مشتمل ہے جن کا ہم نے اوپر ذکر کر دیا کہ یہ حضرات خانوادہ پیغمبر ہونے کی بنا پر محبت و دشمنی دونوں میں یکساں سچ بولنے والے اور انصاف کی بات فرمانے والے حضرات ہیں جبکہ واقعہ کربلا کے عینی شاہد ہونے کی بنا پر ان واقعات سے پورے طور پر واقف کار بھی ہیں لہٰذا ان کے اس واقعہ کے بارے میں ارشادات قابل اعتماد ہیں، جبکہ اس کے علاوہ جو کربلا کے بے شمار راوہ پیدا ہوئے وہ قاتلان حسین اور ابن زیاد کے وہی فوجی تھے جن کے اندر انتقام کی آگ بھڑکتی اور فریب و مکاری کا خون گردش کرتا تھا لہٰذا ان دشمنان حسینؓ کی بیان کردہ خرافات دشمنان نواسہ رسول کیلئے تو لائق التفات ہوسکتی ہے مگر نواسہ رسول ﷺ کی حرمت وعزت کا کچھ بھی پاس رکھنے والوں کیلئے ان کی خرافات گوزشتر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

(۴)۔حضرت حسینؓ کے قاتل کون تھے؟ اس بارے میں جو قابل اعتماد ذریعہ معلومات تھیں اس کو راقم نے اوپر نقل کر دیا ہے اس سلسلے میں بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ خود جاسوسی مذہب کی مرتب کردہ

کتابوں سے صرف وہ حوالے نقل کیئے جائیں جو بھرپور شہر کے ساتھ اس دین کی کتابوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں تا کہ اس بہانہ کی کوئی گنجائش نہ رہے کہ مثلاً حضرت زین العابدین یا دیگر پاک بازوں کے بیانا تو مخصوص ہمارے دین کی کتابوں میں نہیں ہیں لہٰذا ہم ان گواہیوں کو تسلیم نہیں کرتے، پس الزام میں ان گواہیوں کو پیش کرنے پر امامیہ دین کیلئے ان کو رد کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی

''نواسہ رسول اوران کی آل کا فرمان کہ قاتل شیعہ ہیں''

ان اوپر عرض کی گئی چند گزارشات کے بعد ایک نظر گزشتہ صفحات میں نقل کی گئی ان شہادات پر ڈال لی جائے جن میں حضرت حسینؓ اوران کے رفقاء پر انسانیت سوز مظالم کرنے والے سفاک لوگوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن سے صاف لفظوں میں یہ بات واضح ہورہی ہے کہ

(۱)۔کوفہ کے لوگوں نے حضرت حسینؓ کو ۱۲ ہزار سے زائد خطوط اور بہت سارے وفد بھیج کر یہ باور کرایا کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں، صرف آپ کے ہی نہیں آپ کے والد گرامی کے شیعہ اور آپ کی محبت میں سب کچھ قربان کرنے والے لوگ ہیں

(۲)۔انہوں نے یہ یقین دلانے کی بھی کوشش کی کہ ہم آپ کے علاوہ نہ تو کسی اور سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کے سوا ہمارا کوئی امام ہے آپ کے بغیر ہماری نہ تو عبادت ہوسکتی ہے نہ ہی اصلاح ہوسکتی ہے اب چونکہ آپ ہمارے درمیان موجود نہیں تو ہم نماز تک ادا کرنے سے محروم ہیں صرف نماز ہی نہیں جمعہ حتیٰ کہ عید کی نماز بھی ہم ادا نہیں کر پاتے کیونکہ آپ ہمارے امام ہیں لہٰذا آپ کے علاوہ جو لوگ امام بن گئے یا انہوں نے جمعہ وعید کی نماز پڑھانا شروع کردی

ہیں ہم ان کے ساتھ بالکل شریک نہیں ہوتے۔

(۳)۔انہوں نے اس بات کا بھی یقین دلایا کہ کوفہ کا سارا شہر آپ پر فدا ہونے کو تیار بیٹھا ہے بڑے لشکر اور فوجی آپ کے چشم براہ ہیں آپ آئیں گے تو ایک لشکر جرار آپ کی اطاعت و غلامی کیلئے موجود ہوگا جو آپ پر اپنی جان وار اور زندگی نثار کردے گا صرف زندگی اور جان کی ہی قربانی دینے والے موجود نہیں بلکہ مالی قربانی دینے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔

(۴)۔سبز باغ دکھانے والوں نے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھ کر جو لفظوں کی جنگ لڑی اور ادب کے کرشمے دکھا کر کوفہ آئے پر گویا ابھارا وہ بھی بہت حیران کن ہے وہ لکھتے تھے! یا حضرت پھل پک گئے کھیت سیراب ہوئے، ہریالی اپنی جوانی کو پہنچ گئی، زمین ہموار ہے وغیرہ، گویا اس طرح وہ حضرت حسینؓ کو کوفہ تشریف لانے پر ابھارنے اور ادب کے سحر سے کام لیتے تھے۔

(۵)۔حضرت حسینؓ پر جان نثار کرنے اور مال قربان کرنے کے صرف زبانی وعدے اور لفظی باتیں ہی نہیں بلکہ با قاعدہ حلف، قسمیں اور اپنے عہد کو پورے کرنے کے دیگر ذرائع بھی بروئے کار لاتے رہے نواسہ رسول پر جان کرنے پر جو قسمیں انہوں نے اٹھائیں اور جن کا ذکر آنجنابؓ نے اپنے خطبات میں بار بار فرمایا وہ کچھ اس ادا کی کھائی تھیں ویسی ہو گئی جیسی حضرت آدمؑ کی اس وقت ہوئی تھی جبکہ قسمیں کھانے والے نے اپنے دھوکے، فریب اور مکر کو قسموں کے لبارے میں چھپالیا تھا۔

(۶)۔حضرت حسینؓ نے ان کے ہزاروں خطوط وفد پڑھ کر انکے بھی ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ وہ ان کی دغا بازی اور اسلامی لیبل لگا کر آل رسول کے خلاف کارروائیوں کو بخوبی جانتے تھے البتہ ان کی بار بار التجاء، قسموں اور اصرار پر دل میں یہ بات ضرور آئی ہوگی کہ اتنے اصرار کے

باوجود ان کی بات پر توجہ نہ دینے اور قسموں پر اعتبار نہ کرنے کی وجہ سے کہیں اللہ کریم ناراض نہ ہو جائیں اس پر مستزاد یہ کہ ان غداروں نے حضرت حسینؓ کے نام ہزاروں خطوط میں ہر حربہ استعمال کرنے کے بعد مکاری کا یہ انتہائی تیر بھی چلا دیا کہ ہم نے تو اب حجت تام کر دی اور اصرار کرنے دعوت دینے اعتماد و یقین دلانے اور قسموں پر قسمے کھانے اور عہد و پیمان کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہنے دی اب حجت تام ہونے کے بعد بھی آپ ہماری طرف تشریف نہیں لائے اور ہم پر اعتماد نہ کیا تو ہمارے گمراہ ہو جانے کا گناہ آپ کے سر ہوگا۔

(۷)۔ سبط ابن جوزی کے تذکرہ میں لکھے ہوئے اس جملہ۔۔۔۔''ان لم تقبل الینا فانت اثم'' یعنی آپ نے اگر ہماری درخواست قبول نہ کی تو اس کا گناہ آپ پر ہوگا، پر غور کرنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ دھوکہ باز حضرت حسینؓ کو اپنے دام تذویر میں گھیرے کیلئے کہا تک جا چکے تھے یہ جملہ کسی متقی و پرہیز کار شخص کو ہلا کر رکھ دینے اور اندر سے تڑپا دینے کیلئے کافی ہوتی ہے چنانچہ اس انتہائی حربہ کو بھی انہوں نے استعمال کر ڈالا پس عقل مند آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو دھوکہ دینے کیلئے اس حد تک جا سکتا ہے وہ فریب کاری کیلئے کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ لہٰذا وہی ہوا حضرت حسینؓ نے کوفہ جانے کا ارادہ تو فرما لیا مگر حالات کی تحقیق کو ضروری خیال فرمایا۔

(۸)۔ حضرت مسلم بن عقیل کو اسی لئے پہلے روانہ فرمایا تا کہ یہ دیکھا جائے کہ خط لکھنے والے اور ایڑیاں اٹھا اٹھا کر قسمیں کھانے والوں کی اصل صورت حال کیا ہے چنانچہ وہ لوگ جو حضرت حسینؓ کو دھوکہ دینے کیلئے ان حدودں کو کراس کر گئے تھے جن کی طرف اوپر ہم نے اشارہ کر دیا ہے ان کیلئے حضرت مسلم کو دھوکہ دینا کیا مشکل تھا خاص طور پر اس وقت جبکہ وہ جان چکے تھے کہ حضرت مسلم ہمارے احوال کا جائزہ لینے اور خطوں میں لکھی و بتائی گئی صورت حال کو دیکھنے تشریف لا

رہے ہیں تو ان کی تمام تر سازشی گیم کا سرچشمہ اب حضرت مسلم کو کمال درجہ اندھیرے میں رکھنا اور دھوکہ دینا تھا چنانچہ انہوں نے حضرت مسلم کے سامنے جو مگر مچھ کے آنسو بہائے اور آل رسول کی مظلومیت پر مجلس عزا برپا کی وہ تو خود ان کی کتابوں سے ملاحظہ کی جا سکتی ہے آخر کوئی بات تو تھی کہ جو مسلم کوفہ آتے ہوئے راستہ ہی سے واپس لوٹ جانا چاہتے تھے وہ کوفیوں کی فریب کاری سے واقف اور خائف تھے مگر یہاں پہنچنے کے بعد تو ان کے لفظوں میں پایا جانے والا رنگ ہی بدلا ہوا نظر آتا ہے انہوں نے حضرت حسینؓ کو جواب لکھا اور کوفیوں کی محبت، اطاعت، خدمت اور جوق در جوق بیعت کا ایسے ذکر فرمایا اور حالات کے سازگار ہونے کا ایسا اعتماد دلایا کہ حضرت حسینؓ نہ صرف فوراً سفر کیلئے تیار ہو گئے بلکہ خیر خواہوں کی ہزار ہا منتوں سماجتوں کو بھی قبول نہ فرمایا اور کوفہ چل دیئے۔

(۹)۔حضرت مسلم کے حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر اعتماد دلانے کی دیر تھی کہ وفاداروں کا رنگ روغن پوری طرح بدل گیا ۱۲ ہزار خط لکھنے والوں اور ۳۰ ہزار سے زائد بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی حضرت مسلم کو اپنے گھر رکھنے پر آمادہ نہ ہوا مجبوراً ہانی بن عروہ کے گھر سر شام حضرت مسلم تشریف گئے جس نے حضرت حسینؓ یا حضرت مسلمؒ کو کوفہ ایک کیلئے نہ تو کوئی خط لکھا تھا اور نہ ہی گھر آنے کی دعوت دی تھی مگر وہ دولت ایمان سے مالا مال تھا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خاندان نبوت کا چشم و چراغ کسی مسلمان کو گھر ٹھہرانے کا کہے اور وہ انکار کر جائے۔

(۱۰)۔حضرت مسلمؒ کے سامنے اب وقفہ وقفہ سے نقاب تقیہ میں چھپے ہوئے چہرے نظر آنے لگے جس کا عروج اس وقت سامنے آیا جب ہانی کی گرفتاری کے بعد حضرت مسلمؒ میدان میں نکل آئے تب یہ غدار ننگی تلواریں لے کر کوفہ کی گلی بازاروں میں چھا گئے حضرت مسلم نے تو یہ خیال فرمایا کہ

یہ میری حمایت میں نکلے ہیں حالانکہ وہ توان کو پورا جنگی مجرم بنا کر ابن زیاد کے حوالے کرنے آئے تھے اور جب حضرت مسلمؒ کو ایک سخت جنگ جو کی شکل میں پوری طرح نمایاں کر دیا اور ابن زیاد کے دروازے تک پہنچا دیا تو آج ابن زیاد کے پہلو میں سرگوشیاں کرنے میں مصروف ہیں اور لپک لپک کر مجھے سخت مجرم بتانے لگے ہوئے ہیں تا کہ کسی بات پر ابن زیاد کو رحم نہ آ جائے اور وہ کچھ نرمی نہ کر بیٹھے تو اب ان کی شکلیں اصلی صورت کے ساتھ نمایاں ہوگئیں مگر اب تو پانی سر سے گزر چکا تھا لہٰذا اب وہ ان کی اصل شکل لکھ کر حضرت حسینؓ کو بتانا چاہتے تھے اور اس کی ابن سعد کو وصیت بھی کی مگر اب اصل صورت حال کا حضرت حسینؓ تک پہنچ جانا تو محال تھا مؤرخین کے مطابق ابن سعد نے خط لکھ کر مطلع تو کر دیا کہ کوفیوں نے غداری کی اور دھوکہ دیا لہٰذا آپ واپس چلے جائیں مگر ’’لیس الخبر کالمعاینہ‘‘ خبر آنکھوں سے دیکھی ہوئی صورت حال جیسی تو نہیں ہوتی۔ چنانچہ اصل صورت حال سے حضرت حسینؓ اب بھی بے خبر رہے۔

(۱۱)۔ حضرت مسلم کو شہید کرنے کی جلدی ان کوفی غداروں کو اسی لئے تھی تا کہ وہ ان سے فارغ ہو کر اب اگلے اور اصلی ہدف کی بھر پور تیار کر سکیں چنانچہ یہاں سے فارغ ہو کر انہوں نے اگلے انتظامات کر لئے اور پہلے ہی ایک قافلہ بھیج کر حضرت حسینؓ کو کوفہ سے بہت پہلے راستے میں گھیر لیا جس کو حکم تھا کہ ان کو واپس بھی نہیں جانے دینا اور اپنے قابو میں رکھ کر ہماری مرضی کے میدان میں لانا ہے حضرت حسینؓ بھی شہادت مسلم کی خبر سن کر آگے چلتے رہے ان کو اب بھی اعتماد تھا اور رفقائے سفر بھی یہی کہہ رہے تھے کہ آپ میں اور مسلمؒ میں بڑا فرق ہے آپ نواسہ رسول ہیں لہٰذا جب آپ خود تشریف لے جائیں گے تو لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو جائیں گے لہٰذا اسی امید سے یہ حضرات چلتے رہے حر اور اس کے قافلہ سے ملنے کے بعد ان کی باہمی گفتگو سے ان حضرات کو کسی

حد تک یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ماجرا وہ نہیں جو ہم خیال کر رہے ہیں کیوں ابن زیاد کے فوجی باوجود حضرت حسینؓ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے اور بار بار حضرت کی تقریریں اور مدلل خطاب سننے کے ٹس سے مس بھی نہ ہوئے ایک شخص بھی اس وقت حضرت حسینؓ کی حمایت میں نہ کھڑا ہوا اور نہ ابن زیاد سے اپنی وفاداری کو ترک کیا۔

(۱۲)۔اسی لئے آپؓ اور رفقائے قافلہ نے واپسی کا سفر شروع کیا کہ ان کو دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا اور کسی حد تک جان گئے تھے کہ دھوکہ بازوں نے کوئی نیا منصوبہ بنا کر یہ کھیل کھیلا ہے مگر اب حر اور زیادی فوج راستہ میں کھڑی ہو گئی اور صاف انکار کر دیا کہ آپ کو ابن زیاد تک لے جائے بغیر کوئی چارا نہیں بلآخر مدینہ و کوفہ کے علاوہ کسی اور سمت چلے جانے پر اتفاق ہوا جو میدان کربلا تک چلے آنے کا باعث بنا یہاں پہنچ کر آپ نے ایک بار پھر اس سلیمان بن صرد وغیرہ کو صدا دی اور بلایا کہ جس کے گھر پہلا جلسہ ہوا تھا اور حضرت حسینؓ کو کوفہ تک گھیر لانے کی تحریک شروع ہوئی تھی مگر اب نہ تو سلیمان بن صرد کہیں دور دور تک نظر آیا اور نہ ہی ۱۲ ہزار خطوط لکھنے والے کوفی ، دھوکہ بازوں میں سوا ایک آدھ کے کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔

(۱۳)۔اب مزید ان کی اصلیت حضرت حسینؓ پر کھلنی شروع ہوئی اور کربلا کے میدان میں کھڑے ہوئے وہ بڑے بڑے سردار نظر آئے جو خوب مبالغہ کے ساتھ سبز باغ دکھاتے اور خط پہ خط لکھتے تھے آنجنابؓ نے ان کو نام لے کر پکارا مگر وہ جواب میں سوا گستاخی اور گندی زبان دراز کرنے کے کوئی جواب نہ دیتے تھے تب پھر حضرت حسینؓ نے کمال حیرت سے فرمایا خود خط لکھ کر بلاتے ہو اور پھر جب میں آ گیا تو اب میرے اوپر تم نے تلواریں کھینچ لی ہیں پھر آپ نے ان کوفی قاتلوں غداروں اور مکاروں کو جو کھری کھری سنائیں اور ان پر جو لعنتوں اور بدعاؤں کی برسات کی وہ

ان کے ارشادات سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۱۴)۔ان قاتلوں کو دیکھ لینے اوران کی غداری ومکاری کا مشاہدہ فرمالینے کے بعد حضرت حسینؓ نے ان خط لکھ کر بلانے والے شیعوں کو اپنا قاتل بتایا صرف حضرت حسینؓ ہی نہیں حضرت بریر اور حر نے بھی انہی شیعوں خط لکھ کر بلانے والوں کو نہ صرف قاتل بنایا بلکہ اس قتل پر ان کو خوب ملامت کی۔

(۱۵)۔حسینی قافلہ کے جن سرکردہ افراد نے وعظ ونصیحت کی اوران کے بیانات ریکارڈ پر آئے انہوں نے برملا ان ہی شیعوں کو قاتل کہا جیسا کہ خود امامیہ دین کے تاریخی ریکارڈ سے واضح ہے پھر جب وہ حضرات شہید ہوگئے تو بعد میں وہ حضرات جن پراعتماد کیا جاسکتا ہے یعنی سچے اور امین لوگوں کے وہ اہل بیت جنہوں نے کربلا کا منظر خود دیکھا انہوں نے بھی ان ہی کوفی خود کو شیعہ کہنے والے خط لکھنے والے گروہ کو حضرت حسینؓ کا قاتل بتایا۔

(۱۶)۔شہدائے کربلا کے بعد حضرت زین العابدین وعفت مآب خواتین نے انہی لوگوں کو قاتل بتایا ہے جن کو خود حضرت حسینؓ اپنا قاتل بتا گئے تھے مگر قاتلوں کی نشاندہی میں آل رسول کے بیانات سے کچھ اضافی باتیں بھی معلوم ہوئی ہیں جو حضرت حسینؓ اوران کے رفقاء کے بیانات میں نہیں تھی کہ قاتلوں نے حضرت حسینؓ کو قتل کرنے کے بعد رونا، ماتم کرنا اور نوحہ خوانی کی مجلس برپا کرنا شروع کردی تھی۔

(۱۷)۔یہ انسانی فطرت ہے کہ مظلوم کے ساتھ رونے والے پر مظلوم یہ گمان بھی نہیں کرسکتا کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہوگا کیونکہ مظلوم جانتا ہے کہ اگر یہ میرے اوپر ظلم کرتا تو میرے اوپر ترس کیوں کرتا اوراسے افسوس کیوں ہوتا گویا اس کا افسوس کرنا اور رونا دھونا اس بات کی علامت ہے کہ یہ

رونے والا ظالم نہیں، اسی فلسفہ کے تحت ان ظالموں، قاتلوں اور سیاہ بختوں نے آل رسول کے مظلوم قافلہ کو دیکھتے ہی صف ماتم برپا کی نوحہ خوانی کا دور کیا اور رونے اور بین سے سر آسمان پر اٹھا لیا اس صورت حال کو دیکھ کر آل رسول نے ان کی فریب کاری کو سر عام کھول دیا اور ان مگر مچھ کے آنسو بہانے والوں کو ہی قاتل قرار دیا۔

(۱۸)۔ نہ صرف یہ کہ ان دھوکہ بازوں کی ایک مکاری کو ننگا کیا، بلکہ ان کی اس دھوکہ بازی کی وجہ بھی بیان فرمادی حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا یہ جملہ نہ صرف سونے سے لکھنے کے قابل ہے بلکہ خاص طور پر اہل علم وامت کے راہنماؤں پر اور بلعموم پوری امت کے عوام پر احسان عظیم ہے جو انہوں نے فرمایا کہ اب یہ دھبے تمہارے دامن سے چھٹائے نہ جاسکیں گے اور فرزند رسول ﷺ کے خون کے دھبے کیسے چھٹ سکتے ہیں (بحار الانوار مترجم رج ۲/ دراحوال امام حسین رص ۱۲)۔

سیدہ نے اہل علم اور فرزندان اسلام کو آگاہ فرمادیا کہ یہ دیکھو قاتلان حسین، ماتم، اپنے آنسوؤں اور آنکھوں کے پانی سے وہ خون کے دھبے اپنے دامن سے صاف کرنے اور دھونے کی کوشش میں ہیں مگر یہ تو نواسہ رسول کے خون ناحق کرنے سے ان کے دامن پر دھبے جو لگ گئے ہیں بھلا وہ مگر مچھ کے آنسوؤں والے پانی سے کیسے دھوئے جاسکیں گے۔ دھونے اور توابین وغیرہ جیسے بھیس بدلنے کے باوجود نواسہ رسول اور شہدائے کربلا کے خون ناحق سے دامن پر لگے ہوئے دھبے دور سے صاف دکھائی دیتے تھے تب پھر مزید ترقی کر کے خون کے دھبوں پر خون کے دھبے لگانے کی رسم ڈالی تاکہ اپنے خون کے بہت سارے دھبے اپنے دامن پر لگالو یوں خون شہدا کے دھبوں کو دیکھنے والے کو دھوکہ دیا جاسکے گا کہ نہیں جناب یہ جو آپ کو دامن پر خون کے لگے دھبے

نظر آتے ہیں وہ اس خون کے دھبے ہیں جو محرم کے ابتدائی دس دنوں میں ہم خود بہاتے ہیں۔

(۲۰)۔اپنے ہاتھوں اپنی خون ریزی سے وقتی طور پر یہ اثر تو ہوا کہ امت اسلام حقیقت کی تلاش سے بے خبر اور غافل ہوگئی اور اس بے خبری کا ضرورت سے کہیں زیادہ فائدہ اٹھالیا گیا حضرت زینب سلام اللہ علیھا کا مذکورہ جملہ جب کسی دل ورے کی در دل پر دستک دیتا ہے اور وہ صدیوں پرانے کربلا اور اس کے منظر کو دیکھتا ہے تو یقین کریں کہ خون حسینؓ کے دھبے کئی سیاہ بختوں کے دامن پر ایسے صاف دکھائی دیتے ہیں جیسے دوپہر کے وقت نکلا ہوا سورج، تب پھر سیدہ کیلئے دل سے بے اختیار دعا نکلتی ہے جو فرما گئیں تھیں کہ تم کچھ بھی کرلو اب یہ دھبے تم کبھی بھی اپنے دامن سے مٹا نہیں سکو گے، حقائق کا متلاشی جب نواده پیغمبر کے ان بیانات کو بنظر انصاف دیکھتا ہے تو اسے قاتلانِ حسینؓ کے بدنما وجود تلاش کرنے میں ذراسی مشکل بھی پیش نہیں آتی۔

(۲۱)۔حضرات آل رسول کے ارشادات سے ایک یہ بات بھی صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نواسہ رسول کو شہید کرنے کے بعد ان کا مال بھی ان بد بخت لوگوں نے لوٹ لیا تھا۔ حالانکہ اسلام کسی مسلمان کا مال لوٹنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا مگر ان خط لکھ کر بلانے والے شیعوں نے آل رسول کا مال چھین لیا حتی کہ سر سے چادریں تک اتار لیں۔

(۲۲)۔سیدام کلثوم کا اپنی شہادت میں یہ جملہ بھی خاصا معنی خیز ہے کہ تم نے ''ان کو قتل کیا اور ان کے اموال لوٹے اور وارث بن گئے'' (مدینہ سے مدینہ تک ص ۴۵۲) مسلمانوں پر ظلم کرنا اور ان کو قتل کرنا جیسے حرام ہے اسی طرح ان کا مال لوٹنا بھی حرام ہے پھر کس سے جنگ جیت کر جو مال حاصل کیا جاتا ہے اس کا نام وراثت نہیں یہاں پر جو سیدہ نے فرمایا کہ ان آل رسول کا مال چھینا اور ان کے وارث بن گئے، اس میں کوئی دوسرا راز معلوم ہوتا ہے، کچھ آگے چل کر اس کے بارے

میں عرض کیا جاتا ہے۔

''یکم تا عاشورا کن کا سوگ منایا جاتا ہے؟''

عام طور پر محرم کا آغاز ہوتے ہی تقریباً اکثر اسلامی ممالک میں صف ماتم بچھ جاتی ہے نوحہ خوانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے،، اس رونے دھونے اور ماتم و نوحہ خوانی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ کربلا میں حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہوئے شہید کر دیا گیا تھا ان کی تعزیت سوگ اور عزاداری کیلئے اس گھر کی سی کیفیت بنائی جاتی ہے جس میں کسی عظیم ہستی کو ابھی ابھی سفا کانہ طور پر قتل کر دیا گیا ہو، چونکہ نواسہ رسول ایک عظیم ہستی ہے جن کو انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنانے کے بعد بڑی بے دردے کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا تو اس بدترین ظلم پر افسوس، تعزیت اور غم و غصہ کی جو کیفیت ۱۲ ھجہ کو شہادت حسین کے وقت تھی اسی رسم کو اب تک باقی و جاری رکھا گیا ہے مگر کیا ۱۲ ھجہ کی یکم محرم یا اس کے بعد آنے والے دسویں محرم کی صبح تک دودھ پیتے بچے علی اصغر یا عبداللہ کو شہید کیا جا چکا تھا جس پر عزاداری اور تعزیت کو جاری و زندہ رکھا گیا ہے۔ شہزادہ قاسم مظلومیت کے ساتھ شہادت کا تاج سر پر سجائے خلا بریں جا چکا تھا جن پر افسوس کے آنسو بہانے کی رسم چلائی جا رہی ہے مسلم بن عوسجہ جیسا مخلص و باوفا شہید ہو گیا تھا یا علی اکبر و عون و محمد ان جاری کی ہوئی رسم کے ایام و تاریخوں میں شہید ہو گئے تھے یا کربلا میں قافلہ حسینی کے علم بردار حضرت عباس پانی کی کاوش میں دونوں ہاتھوں کے شہید کر دیئے جانے کے بعد خود جام شہادت لبوں سے لگا گئے تھے جوان کی مظلومیت پر صف ماتم برپا ہے اور وہ شاہ مرداں، نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، حیدر کرار کے فرزند ارجمند، سیدنا حضرت حسینؓ عین اس وقت تک جام شہادت نوش فرما گئے تھے

جس وقت تک کہ رسم زندہ رکھنے والوں نے سلسلہ ماتم کو جاری رکھا ہوا ہے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی طرف توجہ دی جائے تو بڑی حیرت انگیز صورت حال سامنے آتی ہے کہ جس محرم کی یہ رسم جاری کی گئی اس محرم کی یکم کو حضرت حسینؓ ان کے علی اصغر و علی اکبر، عون ومحمد، ابوبکر و عمر و عثمان قاسم و عباس اور رفقائے قافلہ سبھی زندہ حیات ہیں اور ادھر اسی محرم کی رسم جاری کرنے والے ان کی عزاداری قائم کئے ہوئے ہیں۔ ۲ محرم کو یہ تمام حضرات زندہ ہیں ادھر ان کی عزاداری قائم ہے ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ کو حتی کہ ۱۰ محرم کی نماز صبح یہ تمام حضرات ادا فرما رہے ہیں زندہ وحیات ہیں مگر ادھر ان کی رسم عزاداری اور سلسلہ تعزیت جاری و قائم ہے یہاں تک کہ دسویں محرم کی نماز عصر کے وقت قافلہ حسینی تاجدار جام شہادت نوش فرماتے ہیں ان کے شہید ہونے کے ساتھ ہی عزاداری کا باب بند اور شام غریباں کے نام سے ایک دوسرا فنکشن شروع ہو جاتا ہے کیا اس حیران کن حقیقت پر کسی شخص نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ غور کیا ہے کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ کہ جب تک تو حضرت حسینؓ زندہ رہیں تب تک تو ماتم، نوحہ خوانی، رونا دھونا جاری رہے چار پائیاں تک الٹی ہو جائیں پاؤں میں جوتے پہننا حرام اور اظہار سوگ کیلئے سیاہ لباس پہننا لازمی اور ضروری ہو جائے اور حضرت حسینؓ کی شہادت ہوتے ہی سلسلہ سوگ بھی ختم اور عزاداری کا در بھی بند اور غم وغصہ کی کیفیت بھی ختم اور دکھ وغم کی حالت بھی موقوف شروع ہو جائے کیا اس صورت حال کا کسی نے جائزہ لیا اور غور کیا کہ یہ سب کچھ حضرت حسینؓ کی عزاداری ہے یا کچھ اور؟؟؟

''کیا اصل صورت حال یوں تو نہیں؟''

سنہ ۶۱ ہجری میں جو محرم الحرام آیا اس کے ابتدائی دس دن کوفہ کے غداروں پر جس طرح قیامت بن کر

گزرے اس کو تو لفظوں میں بتایا ہی نہیں جا سکتا اندازہ لگانے کیلئے سمجھا جا سکتا ہے کہ جو شخص زندگی کیلئے جیتا ہو آخرت میں جس کا کچھ بھی نہ ہو جب موت اس کے سامنے رقص کرنے لگے، ایک سخت جنگ کا بادل اس کے سر پر منڈلانے لگیں، شیر خدا کے شیر بیٹے سے مقابلہ قرار پا جائے تو ایسے وقت میں زندگی سے محبت رکھنے والوں پر جو قیامت گرتی ہے اس کا کچھ خاکہ تو انسان کے ذہن آ سکتا ہے پس اندازہ لگا لیجئے کہ وہ شیعہ جو ہمیشہ مکاری و دھوکہ بازی کی جنگ ہی لڑتے رہے جو موت سے ایسے ڈرتے تھے جیسے کو تحلیل سے جن میں اتنی جراءت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنا اصل عقیدہ ہی کسی کو بتا سکیں ہمیشہ موت کے ڈر سے تقیہ خانہ کو مسکن بنائے رکھا تھا وہ ان ایام محرم میں اچھے خاصے ننگے ہو کر حضرت حسینؓ کا سامنا کرنے والے تھے ذرا ایمان داری سے بتائیں کہ جس گروہ نے ۱۲ ہزار کی تعداد میں خطوط لکھ کر محبت، دوستی، اخلاص، وفا اور جان نثاری کے وعدے کئے تھے اور صرف وعدے نہیں حلف دے، قسمیں کھائیں اور اللہ کو گواہ بنایا تھا وہ جب دشمن بن کے حضرت حسینؓ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو مارے شرم کیا حال ہو گا؟ چنانچہ ایک تو ان کو اپنے چہروں سے نقاب تقیہ کے اٹھ جانے کا خوف تھا اور جھوٹے آدمی کو اپنی جھوٹ پکڑے جانے کا جو خوف ہوتا ہے وہ تو وہی جانتا ہے پس ان غداروں کو اپنے جھوٹ پکڑے جانے کا صرف اندیشہ و یقین ہی نہیں عین الیقین تھا لہٰذا یہ خوف ان پر عزرائیل کی پکڑ جیسا بھاری بنا ہوا تھا دوسرا خوف ضرب حسینی کا تھا جس کے بعد وہ چار دن کی جنت بھی ہاتھوں سے جاتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی چنانچہ حیدر کرار کی ضرب کاری کا تصور کر کے جب ضرب حسینی کا خیال دماغ میں آتا تو دماغ اس ہنڈیا کی طرح کھولنے لگتا تھا جو تیز آگ پر چڑھائی گئی ہو، تیسرا خوف انہیں اپنی شکست کا تھا لہٰذا باوجود یہ کہ حسینی قافلہ گنتی کے چند حضرات پر مشتمل تھا جبکہ کوفی غدار کئی لشکر جرار لیکر میدان میں اترے

تھے، پھر بھی ان کے اعصاب پر اپنی شکست کا خوف سوار تھا اور شکست کے بعد کا کوفہ سوچ کر ان کو دن کے وقت تارے نظر آ رہے تھے وہ جانتے تھے کہ ان کے پلے سوا مکاری جاسوسی اور دھوکہ بازی کے جنگ جیتنے کا کوئی ہتھیار نہیں جبکہ حسینی قافلے کے ساتھ اللہ کی نصرت اور غائبی مدد ہے۔

''کوفی غداروں پر عشرِ محرم کیسا گزرا''

حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء حتی کہ کم عمر بچے بھی عاشورا والے دن شیروں کی طرح گرج رہے تھے ان حضرات نے شب عاشورا حضرت حسینؓ کی طرف سے اجازت ملنے اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چلے جانے کی اجازت سن کر جن جواں جذبات کا اظہار کیا اور اگلے دن میدان میں شیروں کی طرح حملہ آور ہوئے وہ تاریخ کی کتابوں سے دیکھا جا سکتا ہے ان کے خطبات اور شعلہ نوا تقریریں اور جواں جذبات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ڈر خوف نام کی کوئی چیز ان پاک بازوں کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی وہ پوری طرح مطمئن اور خلا بریں میں حاضری کے تصور سے وہ خوش اور مسرور تھے ان کے چہروں پر اطمینان اور آوازوں میں جواں جذبات کی آمیزش تھی حالانکہ وہ ۳ دن کے پیاسے تھے اور ہر ذی شعور شخص جانتا ہے کہ کربلا جیسے تپتے ہوئے صحرا میں چند گھنٹے پانی پیئے بغیر رہنا مشکل ہے پھر پورا دن اسی جگہ پانی نہ ملے تو بندے کا قدم اٹھانا محال ہو جاتا ہے مگر ان پاک بازوں پر تو ۳ دن سے پانی بند تھا مگر دوسری کمزوری گھبراہٹ یا پریشانی کا کوئی اثر نہیں تھا مگر دوسری جانب جاسوسی ونگ کے کنٹرول میں جمع ہونے والے غداروں پر خوف طاری تھا منہ لٹکے ہوئے، چہروں پر گھبراہٹ اور پریشانی کے نمایاں آثار تھے ڈر کے مارے رنگ کالے اور منہ بجھے ہوئے تھے جیسے کچھ ہی دیر کے بعد وہ پھانسی کے پھندے پر

لٹکائے جانے والے ہوں، زندگی کی خواہش اور موت کا ڈر سروں پر سوار تھا ابن زیاد کی فوج میں شریک ہونے والے اکثروں کو تو یہی ڈر کھائے جا رہا تھا کہ نامعلوم انکی موت کس کے ہاتھوں سے آتی ہے نواسہ رسول کے ہاتھوں یا معمولی کوتاہی اور ابن زیاد کی نافرمانی کرنے کی پاداش میں سرکار کے ہاتھوں، جس دن سے حسینی قافلے کے ساتھ جنگ کا طبل بجا تھا اسی دن سے ملت کے غداروں کا عرصہ حیات تنگ ہو گیا تھا حر بن یزید نے حضرت حسینؑ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اس کے ساتھ ہزار فوجیوں کا دستہ تھا حر بن یزید کا حال بتانے والے کہتے ہیں کہ وہ اور اس کے فوجی حضرت حسینؑ کے ہاتھوں پہلی ہی ملاقات میں اخلاقی شکست کھا کر رسوا ہو گئے تھے ان کے پاس حضرت حسینؑ کے دلائل کا کوئی جواب نہیں تھا وہ شرمندگی و احساس ندامت کے ساتھ اخلاقی شکست کے بعد میدان کے شکست کے خوف میں مبتلا تھے حضرت حسینؑ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور ان کی دشمنی سے جلے بھنے ہوئے بھی تھے، الغرض ان کوفی غداروں کیلئے ۶۱ ھجہ محرم الحرام پہلا عاشورا بڑا ہی مشکل اور دشوار تھا شائد ان کی زندگی میں ان دس ایام سے زیادہ کوئی سخت دن نہ آئے ہوں جبکہ آئے روز وہ حضرت حسینؑ سے شکست پر شکست کھائے جا رہے تھے حضرت حسینؑ کی ہر تقریر ان غداروں کی اخلاقی شکست اور دلائل کی دنیا میں بھرپور ناکامی کا اعلان تھی اور ہر شکست پر ان غداروں کے منہ پر سیاہی کا اضافہ ہوتا جاتا تھا خاص طور پر جب نواسہؑ ان کے پول سر عام کھولتے اور ان کی غداریوں سے پردہ ہٹاتے اور غدارو، مکارو، خدا تم پر لعنت کرے وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرتے تو یہ الفاظ زہر میں بجھے ہوئے تیر بن کر ان کے جگر میں گھس جاتے، آنجنابؑ کی طرف سے اپنے اوپر برسنے والی لعنتوں کو سن کر تو وہ کباب ہو رہے تھے اور یہ بات تو ہر ذی شعور جانتا ہے کہ زبان سے نکلے ہوئے تیر ایسی کاری ضرب لگاتے اور کچھ یوں زخمی کرتے

ہیں کہ وہ زخم ہمیشہ تازہ ہی رہتا ہے قائل یہی تو بتا رہا ہے کہ

جراحات السنانِ لھا التیام

ولا یلتام ما جرح اللسان

''تعذیب وعزاداری کا دستورالعمل''

ہر دیکھتی آنکھ، سنتا کان اور سوچتا دماغ یہ تو بارہا سنتا، دیکھتا اور سوچتا ہے کہ کسی شخص کو مہلک بیماری گھیرے تو اس کے علاج کرنے کی تدبیر کی جاتی ہے، خدا نہ کرے کسی شخص کی محبوب سے محبوب ہستی کو کوئی سخت حادثہ پیش آ جائے حتیٰ کہ مریض عالم سکنہ میں چلا جائے تب بھی کوئی عقل مند وارث اور حقیقی محبت رکھنے والا اس کا علاج کرنے کی تدبیر چھوڑ کر صف عزاداری نہیں بچھاتا، دنیا میں آنے جانے والوں کی ان گنت تعداد میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی نہ یہ بات لکھے پڑھے میں آتی ہے کہ بیٹے نے بیمار باپ کا علاج کرنے اور ہستیاں لے جانے کی بجائے گھر کی چار پائیاں الٹی اور لباس سیاہ کر لیا ہو مجلس عزاداری اور تعزیت کی رسم ادا کرنا شروع کر دی ہو، آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی شریف آدمی نے یہ اشتہار شائع کیا اور اعلان جاری کیا ہو کہ میرے والد گرامی سخت مشکل اور کڑی مصیبت میں ہیں ان کی اس مصیبت و پریشانی کو دیکھ کر میں نے اپنے والد گرامی کی عزاداری اور تعزیت شروع کر دی ہے اور میرے عزیز، برادری، رشتہ دار، پڑوسی، اہل محلّہ یا دوست وغیرہ ہونے کی وجہ سے آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اس عزاداری اور تعزیب میں شریک ہوں، ہاں قاعدہ، دستور، اصول اور جاری رسم یہی ہے کہ سخت سے سخت مصیبت، پریشانی و کینسر جیسی جان لیوا مہلک بیماری میں چاہنے والے ورثاء واقرباء پوری توجہ ومحنت سے اس کا علاج

کرتے ہیں پھر جب تمام تر سر توڑ کوششیں دم توڑ جائیں اور مریض یا مبتلائے مشکل شخص جان بر نہ ہو سکے اس کا انتقال ہو جائے تو بعد از انتقال سب سے پہلی کوشش دین مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں میت کو غسل، کفن، جنازہ اور تدفین ہے اور بعد از تدفین عزاداری و تعزیب کا وہ سلسلہ ہے جو دیکھا و سنا جاتا ہے۔

اب انتہائی قابل غور اور توجہ طلب امر یہ ہے کہ نواسہ رسول تو یکم محرم کو زندہ سلامت موجود ہیں بلکہ دلائل و براھین کے ذریعے پوری طرح غالب و فاتح ہیں مگر ادھر ماتم جاری ہو جاتا ہے ذرا غور فرمایا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حر بن یزید کا لشکر جب حضرت حسینؓ سے آ کر ملا تو ۱۶ ھجہ کا محرم شروع ہو گیا یا ہونے والا تھا اس ملاقات کے ساتھ ہی حضرت حسینؓ کی دلائل و براھین کے ذریعے فتح بھی عرج پر تھی اور ابن زیاد کے کوفہ سے بھیجے ہوئے ان فوجیوں کی ذلت و رسوائی اور اپنی جانوں کا خوف بھی عروج پر تھا، پھر جوں ہی نواسہ کی کربلا میں شہادت واقع ہو جاتی ہے تو ساتھ ہی سلسلہ عزاداری بھی ختم ہو جاتا ہے اس صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد جن کے شعور بحال اور عقل سلامت ہو گیا وہ یہ باور کر سکتے ہیں کہ محرم کے ان دنوں میں جو کچھ ہوا یہ عزاداری حسین اور شہدائے کربلا کی شہادت پر صدمے و افسوس کا اظہار ہے؟

''رسوم محرم کی ممکنہ وجوہات''

جاننا چاہیے کہ کسی خاص تاریخ سے منسلک واقعات کی رسم ان تاریخوں کے ساتھ خاص رہتی ہے جیسے لوگوں نے برسی نام کی رسم جاری کی ہوئی ہے اگر کسی کا عزیز فوت ہو گیا ہو تو اس کی برسی منانے والے اسی وفات والے دن ہی اس کی برسی منعقد کریں گے ایسا نہیں کہ وفات مثلاً ۱۵

جنوری کو ہوئی ہو تو ورثا اتفاق کر کے اس کی برسی کا دن ۱۱ جنوری مقرر کر دیں اس لئے کہ اس رسم کا ایک خاص محل ہے جس سے اس کو ہٹایا یا ہلایا نہیں جا سکتا اسی طرح شہدائے کربلا کا یوم الشہادت کا ایک متعینہ و مقررہ تاریخ ہے یعنی دس محرم الحرام اور رسم عزاداری اس یوم الشہادت کے بعد متعین ہے کیوں کہ عزاداری کا ایک مقرر شدہ محل ہے جس محل سے اس کو نہیں ہٹایا جا سکتا یعنی تعزیب ہمیشہ انتقال کے بعد ہی ہوتی ہے اگر انتقال سے پہلے عزاداری نام کا کوئی کردار ادا کیا جا رہا ہو تو ضرور اس دال میں کچھ کالا ہو گا چنانچہ عام فہم اور بہت ہی معروف و مشہور بات ہے کہ حضرت حسینؑ ۱۰ محرم الحرام کے دن شہید ہوئے اور جاری رسم کے مطابق عزاداری اس تاریخ کے بعد ہو گی۔

اب جو کچھ ان حضرات کی شہادت والی تاریخ آنے سے پہلے ہو رہا ہے وہ شہدائے کربلا کی عزاداری تو ہرگز نہیں نہ قاعدہ قانون کی رو سے نہ جاری طریقہ اور مروجہ رسم کی بنا پر اور نہ ہی عقل و نقل کی روشنی میں

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل، نقل، مروجہ رسم، جاری طریقہ اور قاعدہ قانون کی بنا پر یکم سے ۱۰ محرم تک ادا کی جانے والی رسومات عزاداری شہدائے کربلا نہیں تو پھر کیا ہیں؟

جواباً عرض ہے کہ اس کی موٹی موٹی ۳ وجاہات ممکن ہیں

''(۱) شہادت حسین کے دھبے مٹانے کی کوشش''

جن لوگوں نے حضرت حسینؑ پر مظالم کے پہاڑ توڑے اور شیر خوار بچوں سمیت دسیوں فرزندانِ رسول، پاک باز مخلصین اور نواسہ پیغمبر حضرت حسینؑ کو شہید کر دیا تھا ان کیلئے مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر رہنا محال تھا جس کو قاتلانِ حسین اچھی طرح جانتے تھے جبکہ ان کیلئے مسلمانوں

میں گھلے ملے رہنا محال تھا جس کو قاتلانِ حسین اچھی طرح جانتے تھے تاکہ وہ اسی طرح کے سیاہ باب رقم کر کے ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر سکیں، چنانچہ شہدائے کربلا کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں نے شہادت حسینؓ کے فوری بعد خون ان دھبوں کو دھونے کی کارروائی شروع کر دی، کہ لٹے پٹے حسینی قافلے کے لوگ جب کوفہ داخل ہوئے تو ان کے سامنے ان لوگوں نے صف ماتم بچھا کر رونا دھونا اور توجہ خوانی شروع کر دی تاکہ وہ قتل حسین کے داغ کو نوحہ خوانی میں پوری طرح چھپا کر یہ تاثر دیں کہ گویا ہم تو شہدائے کربلا کے وارث ہیں، ان کی اس چوری کو حضرت زینب نے پکڑا اور سرعام اعلان کیا کہ تم اس صف ماتم، رونے دھونے اور نوحہ خوانی سے قتل حسین کا داغ دھونا چاہتے ہو؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا تم جتنا مرضی ضرور لگالو اس داغ دھبے کو نہیں دھو سکتے ہو آخر یہ نواسہ رسول کا خون ہے؟ اس خون سے ہاتھ رنگین کرنے والے سے بھلا یہ داغ کہاں مٹ پائیں گے، حضرت زینبؓ کا فرمان کوئی معمولی بات نہیں جو نظر انداز کیا جاسکے۔ لہٰذا اس ارشاد کی روشنی میں محرم کے ان دس ایام میں وہی کوشش جاری اور انہیں اولین قاتلانِ حسین کی رسم کو زندہ رکھا جا رہا ہے تاکہ حقائق تلاش کرنے والے حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء پر مظالم کرنے والوں کی باقیات تلاش نہ کر سکیں۔

''(۲) غدار کوفیوں کی شکست در شکست کا صدمہ''

جیسا کہ پیچھے گزرا کہ محرم کے یہ ابتدائی دس دن بڑے بھاری گزرے ہیں نواسہ رسول حضرت حسینؓ نے قدم قدم پر جون ان کے جھوٹ کے پول کھولے ان کی مکاری وفریب کاری کو تشت از بام کیا ان کے دعویٰ محبت، عہد و پیمان اور قسمیں کھا کر دھوکہ دینے کو ننگا کیا، آنحضرتؐ کے یہ بیانا

ان کیلئے گویا زہر سے بجھے ہوئے وہ تیر تھے جوان کے قلب وجگر کو چھلنی کر رہے تھے، عذاب کی ایسی کیفیت کو محسوس کر کے ان خط لکھنے والے کوفیوں کی باقیات تڑپ جاتی ہے اوران کے مشکلوں میں گزرے ایام، تکلیف کی گھڑیوں اورعذاب کی رنیوں پر بیتے ہوئے اوقات کی یادمنانے کیلئے یہ رسم جاری کی ہوئی ہے جس رسم کی ابتداء یہ ہے کہ سیدۃ فاطمہ صغریٰ کے بیان میں

''چاروں طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اورلوگوں نے کہنا شروع کیا اے پاک اور پاکیزہ ہستیوں کی بیٹی بس کیجئے آپ نے ہمارے جگر کو کباب کر دیا اور ہمارے دلوں میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے پس آپ خاموش ہوگئیں۔'' (بحارالانوار مترجم رج ۲رص ۶)۔

سیدۃ کے مذکورہ خطبہ کا کچھ حصہ ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے ملاحظہ فرمائیے اس میں سیدۃ نے کوفیوں کو غدار، قاتل حسینؓ، قاتل علیؓ، محروم الھدایت، اندھا، گونگا، بہرا اورملعون کہا ان کے جھوٹ کی قلعی تشت از بام کی جس کوسن کرانکے جگر کباب ہوگئے اور دل آگ کے شعلوں سے بھڑک اٹھے جس پرانہوں نے رونا شروع کر دیا۔

''(۳) یہ اظہار ناراضگی حضرت حسینؓ کیلئے یا حضرت حسینؓ پر''

گزشتہ گزارشات میں راقم نے چند شواہد پیش کر کے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ یکم تا ۱۰ محرم کا رونا دھونا، اظہار ناراضگی اورغم وغصہ حضرت حسینؓ کی شہادت پر تو نہیں ہے کیونکہ یہ سب کچھ اس وقت تک جاری رکھا جاتا ہے جب تک حضرت حسینؓ شہید نہیں ہوئے ان کی شہادت واقع ہوتے ہی یہ سب کام ختم ہو جاتے ہیں البتہ اس تصویر کا دوسرا رخ پلٹ کر دیکھا جائے تو صورت حال بڑی اچھی طرح نمایاں اور واضح ہو جاتی ہے کہ یہ رونا دھونا اورغم وغصہ ہے تو اسی واقعہ کربلا پر ہی! کہ اس

واقعہ میں ایک قوم بڑے سخت حالات کا سامنا کر رہی ہے جس پر ان کو بہت غصہ آیا ہوا ہے اور مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں اپنے ہی سینوں کو پیٹنے اور اپنے ہی کو نوچ ڈالنے سے گریز نہیں کر پا رہے مگر یہ سب غم و غصہ اس بات پر ہے کہ حضرت حسین ابھی تک زندہ کیوں ہیں، ان کی زبان ابھی تک کمال فصاحب و بلاغت کے ساتھ برس کیوں رہی ہے۔ پانی بند کر دیئے جانے کے باوجود یہ ابھی تک زندہ کیوں ہیں، پھر جوں ہی ان کی دلی مراد بر آتی ہے گوہر مقصود ہاتھ آجاتا ہے ان کا چاہنا پورا ہو جاتا ہے اور حضرت حسینؓ کی شہادت ہو چکتی ہے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، اب نہ کوئی غم نہ کوئی غصہ، نہ ماتم اور نہ رونا دھونا، نہ صدائے نوحہ اور نہ بین کی پرسوز آوازیں بلکہ شہادت حسینؓ کے ساتھ ہی ان کو سکون مل جاتا ہے بلکل اس شیر خوار کی طرح جو شدت بھوک سے بلبلا کر روتا اور چیختا ہے جوں ہی دودھ کی ترسیل اس کے منہ میں شروع ہوتی ہے تو اس کو پوری طرح سکون مل جاتا ہے۔

''آل رسول کی امت اسلامیہ کو نصیحت''

جن حضرات کے بیانات ریکارڈ پر آسکے ہیں ان تمام آل رسول نے قاتلانِ حسینؓ کو دھوکہ باز، مکار، غدار اور انتقامی مزاج رکھنے والا بتایا ہے کہ انہوں نے خط لکھ کر جو کچھ دکھایا وہ اصل نہیں بلکہ فریب تھا اور جو ان کی اصل صورت حال تھی وہ انہوں نے اس وقت تک چھپائے رکھی جب تک حضرت مسلم سے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت حسینؓ کے نام اپنی مرضی کا خط نہیں لکھوا لیا اور حضرت حسینؓ کو اپنے گھیرے میں نہیں لے لیا، چنانچہ حضرت مسلم اور حضرت حسینؓ نے ان آخری گھڑیوں میں جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان کا خلاصہ یہی ہے کہ ان دھوکہ بازوں کا دھوکہ بلکل ابلیس جیسا

ہے کہ اس نے حضرت آدمؑ کو ایسا دھوکہ دیا جس کا کو وہم وگمان بھی نہ تھا ویسے ہی ان کا طریقہ واردات ہے چنانچہ ان پر ہرگز اعتماد نہ کیا جائے ان کا ظاہر و باطن بلکل متضاد اور مختلف ہوتا ہے پس اس حسینی ہدایت کی روشنی میں رسومات محرم کا جائزہ لینا ضروری ہے ورنہ اسی انجام کی توقع رکھنی چاہیے جو ۱۲ ہزار خطوط اور سینکڑوں وفود پر اعتماد کرنے کے بعد ہوا کہ ان ہزاروں خطوط میں جو محبت، وفاداری، اطاعت، جانثاری اور فداکاری کے ظاہری دعوؤں میں زہر آلود انتقام چھپا ہوا تھا وہ ظاہری دعوے تو الفاظ میں نظر آ رہے تھے مگر ان کی تہہ میں جو خیبر کی شکست کا بدلہ، انتقام کی آگ اور خانوادہ رسول سے عداوت، کینہ ودشمنی کے جراثیم ظاہر نہ تھے لہٰذا ظاہر پر اعتماد کرنے کی صورت میں امت اسلام جس صدمہ سے دوچار ہوئی وہ کسی باشعور انسان پر مخفی نہیں اس وقت سے تاہنود لگاتار کربلا کی طرف دونوں قافلے رواں دواں ہیں ایک دھوکہ دے کر دوسرے دھوکہ کھا کر۔ جو سوچ سمجھ کر آئے ہیں انہوں نے تو آخر اپنے آپ کو کیوں بدلنا ہے جو دھوکہ کھا کر آئے ہیں اور لگاتا دھوکہ بازوں کے ہاتھوں دھوکے پہ دھوکہ کھاتے اور مجروح ہوتے چلے جا رہے ہیں وہ بھی بدلنے کو تیار نہیں وہ ہر دھوکے کو صرف اس لئے کھاتے جاتے ہیں کہ کہیں ان سے بدگمانی نہ ہو جائے، نبی رحمت ﷺ کے ارشاد ''المؤمن لا یخدع ولا یخدع'' مومن نہ دھوکہ دیتا ہے نہ دھوکہ کھاتا ہے۔ ''لا یلدغ المؤمن من حجر واحد'' مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ یعنی ایک بار کسی جگہ سے ڈسے جانے اور زخم کھانے کے بعد اس جگہ سے ہوشیار ہو جاتا ہے، یہ اور اس معنیٰ کے دیگر ارشادات و ہدایات پر نظر ڈالی جائے تو بدگمانی کا صحیح محل آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے اور محض حب آل رسول کا اسی طرح والا دعویٰ جو خود آل رسول کو ۱۲ ہزار سے بھی زیادہ تعداد میں تحریر کر کے روانہ کیا گیا تھا اس دعویٰ کو قرائن و دلائل کی بنا پر رد کرنا نہ صرف

بدگمانی والے وہم سے نکل جاتا ہے بلکہ ان مذکورہ نبوی ہدایات کی روشنی میں ایمان کی علامت بن جاتا ہے پس ہم نے جو مذکورہ گزارشات کے ذریعے صدیوں سے پھیلائے ہوئے اسی کھلے دھوکہ اور فریب کو معقول ترین براھین کی ٹھوس بنیاد پر رد کیا ہے کہ عزاداری حسینؓ کے نام پر جو کچھ محرم الحرام کے ابتدائی عشرہ میں کیا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ کیلئے نہیں ہے، نہ ان سے اظہار محبت ہے اور نہ ہی ان سے تعذیب یا عزاداری بلکہ اس دھوکہ کے پردہ میں اور ہی کچھ چھپا ہوا ہے جیسے حضرت حسینؓ کو لکھے ہوئے ہزاروں خطوط کے ظاہری الفاظ، محبت، اطاعت، جانثاری و وفاداری کے تقیہ و دھوکہ والی چادر کی تہہ میں وہ کچھ چھپا ہوا تھا جو میدان کربلا میں کھل کر سامنے آ گیا لہٰذا یہ انکشاف حقیقت ان فریب دینے والوں سے خدانخواستہ کوئی بدگمانی نہیں ہے بلکہ صدیوں کے مسلسل پروپیگنڈا اور تقیہ کے نیچے دبی اور پھنسی ہوئی وہ حقیقت ہے جس سے امت اسلام اجتماعی طور پر بے خبر اور غافل ہے۔

''شہدائے کربلا کا مال لوٹ کر وراثت بنالیا''

شہدائے کربلا نے پسماندگان میں جو اپنی یادگاریں چھوڑیں ان میں دختر سیدنا حضرت حسینؓ سیدہ ام کلثوم بھی ہیں، جنہوں نے کوفہ داخل ہوتے ہوئے قاتلوں کو روتے دھوتے اور ماتم کرتے پایا تو حیران ہوئیں اور ایک زبردست خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ کے چند جملے راقم نے اوپر نقل کر دیئے ہیں سیدہ نے دیگر باتوں کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

''(تم نے) ان کو قتل کیا انکے اموال لوٹے اور وارث بن گئے'' (مدینہ سے مدینہ تک /ص ۴۵۲)۔

اولیاء اللہ کی باتیں بڑی جامع، وزنی اور دورس ہوتی ہیں یہاں سیدۃ نے ان قاتلوں کی اصل ان کا حکم اور مستقبل سبھ کچھ چند لفظوں میں واضح کر دیا گویا یہ ۳ جملے سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہیں، کہ تم ہی قاتل ہو پھر قاتل مسلمان ہو تو نوعیت دوسری ہوتی ہے کافر ہو تو معاملہ بدل جاتا ہے، کافر ہونے کے ساتھ منتقم اور ظالم اور دھوکہ باز بھی ہو تو صورت حال میں بہت فرق آ جاتا ہے سیدۃ نے ان قاتلوں کو مسلمان نہیں بتایا کیوں مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال لوٹنا جائز نہیں خود حضرت علی المرتضیٰ نے جمل وصفین کی ان جنگوں میں جو اس ٹائپ کے مسلمانوں کی صفوں میں گھس آنے والے دشمنان اسلام نے مسلمانوں پر مسلط کر دیں تھیں، انہوں نے نہ کسی کا مال لوٹا اور نہ ہی لاشوں کی توہین و بے حرمتی کی۔ لہٰذا اگر یہ مسلمان ہوتے تو شہدائے کربلا کا مال ہرگز نہ لوٹتے، مذید اس مال کو بطور وراثت محفوظ رکھنے کی طرف اشارہ کر کے سیدۃ نے ایک زبردست حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ تم نے جو یہ مال لوٹا ہے یہ اس لئے نہیں لوٹا کہ اس بطور مال غنیمت کے اپنے مالوں میں اضافے کا ذریعہ بناؤ گے بلکہ یہ اموال تم نے اس لئے چھینے ہیں کہ وراثت کے طور پر اس کا بطور یادگار اپنے پاس محفوظ رکھو گے تاکہ ان چھینی ہوئی چیزوں کے ذریعے نسل در نسل تم اپنی کامیابی، فتح اور انتقام و بدلہ لینے کی یادگار کو زندہ رکھو گے، ان چیزوں کے ذریعے تم فخر کرو گے اور انتقام کی آگ کو بجھایا اور اپنے کینے کی تپش کو ٹھنڈا کیا ہے تم نے بنو قریظہ کے مقتولوں کا بدلہ چکایا ہے، خیبر کی شکست کا قرض ادا کیا ہے، عرب سے نکالے جانے کا معاوضہ لیا ہے، لہٰذا تم اپنی نسلوں اور اقدام عالم کو حضرت حسین ؓ سے چھینا ہوا یہ سارا مال دکھا دکھا کر ملت اسلامیہ کو نیچا کرو گے کہ دیکھو جس رسول نے ہمارے ساتھ لڑائی کی اور ان کی وجہ سے ہمارے دین اور مذہب والوں کا نقصان ہوا ہم نے ان کا کیسا بدلہ لیا اور ہم تو اپنے دشمن سے اسی طرح بدلے

لیتے آئے ہیں، پس سیدۃ نے اس ایک ہی جملہ میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا سے چھینے ہوئے اموال کو نشانی و شبیہہ بنا کر بعد میں کیا جانے والا تھا کہ تم ان اموال کو وراثت کے طور پر ہمیشہ باقی رکھنے کی کوشش کرو گے تاکہ اپنی فتح اور آخری نبی سے بدلہ لینے کی اس تاریخی یادگار کو زندہ رکھ سکو۔

''کیا وہی رسم آج تک جاری نہیں؟''

دنیا بھر میں محرم کے آتے ہی اس سامانِ وراثت کی نمائش ہونے لگتی ہے یہ کیا ہے؟ جناب یہ حضرت حسینؓ کی تلوار مبارک ہے، یہ حضرت حسینؓ کی زرہ مبارک ہے، یہ حضرت حسینؓ کی وہ ٹوپی مبارک ہے جو آپ نے جنگ میں پہنی ہوئی تھی، یہ آپؓ کا عمامہ ہے، یہ آپ کا ذوالجناح ہے، یہ آپ کا لباس مبارک ہے، یہ آپ کے گھر کا فلاں فلاں سامان ہے اور یہ فلاں فلاں شہید کا سامان ہے، الغرض حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء و فرزندان کرام کا وہ سامان جو کربلا میں چھین لیا گیا تھا اس کی نمائش جاری کی جاتی ہے زیارت کرنے والے ان یادگاروں کو ثواب کی نیت سے دیکھتے ہیں اس پر مال نثار کرتے اور ان چیزوں کو چھوتے ہیں تاکہ ان کو بھی برکت حاصل ہو جائے، یہ کربلا میں حضرت حسینؓ اور شہدا سے چھین لئے جانے والے اموال مبارک کی نمائش کرنے والے اور ثواب کی نیت سے دیکھنے دکھانے والے کون ہیں؟ جواب ملتا ہے کہ جناب یہ حضرت علیؓ کے شیعہ حضرت حسینؓ کے شیعہ اور حضرت حسنؓ کے شیعہ ہیں ان کو آل رسول سے بے حد محبت ہے اسی حب آل رسول میں دیکھو یہ کیسے رولانے والے ذاکروں کو لاکھوں کی فیس دیتے ہیں، مالوں کے انبار خرچ کرتے ہیں ماتم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ انکا یہ مال لوٹانا یہ آل کی محبت و

عقیدت اور محرم کو صرف آل رسول کے نام کر دینا ان کے محبّ آل رسول ہونے کی ایک عظیم اور بے مثال دلیل ہے اسی وجہ سے آل رسول اور ان کی محبت کا نام آتے ہی محرم کی ان رسموں کو زندہ رکھنے والوں کا تصور دماغوں میں گھوم جاتا ہے۔

مگر کیا امر واقعہ یہی ہے؟ کیا کبھی اس سوال پر غور کیا گیا کہ یہ سامان ان نمائش کرنے والوں تک کیسے آیا؟ ان کو کس نے دیا؟ یہ اموال ان تک آنے کا ذریعہ کیا ہے؟ واقعہ اور حقیقت تو یہ ہے کہ باپ کا ترکہ اولاد کو ملتا ہے وراثت نسل میں چلتی ہے، بڑوں کا چھوڑا ہوا مال نسل در نسل اسی خاندان اور نسل میں آگے سے آگے منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پس جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس نمائش سے واضح ہو گیا کہ یہی لوگ ان قاتلوں کے وارث ہیں کہ جنہوں نے حضرت حسینؓ کو دھوکہ دیا کوفہ بلایا اور فریب دیکر ان کو اور ان کی نسل کو ظلم س ستم کا نشانہ بنا ڈالا ظلم کی ہر جنس پر عمل کرنے والوں نے حضرت حسینؓ اور ان کی عفت مآب بچیوں کے سر کی چادریں تک چھین لیں جو نسل در نسل وراثت میں چلتی ہوئی ان کے پاس آ پہنچی ہیں اور چونکہ ان ظالموں کے ہاں یہ قرارداد پاس ہو چکی تھی کہ کربلا کا یہ چھینا ہوا مال برائے خرچ اور برائے اضافہ مال نہیں بلکہ یہ تو برائے نماش ہے، اگر سنجیدگی کے ساتھ معمولی سا غور کر لیا جائے تو صورتحال اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرتے ہوئے کربلا سے چھینے مال کی نمائش جاری ہے، سیدۃ ام کلثوم نے بھی یہی بات فرمائی تھی کہ تم نے مال چھینا اور اسے وراثت بنا لیا، پس سیدۃ نے جو فرمایا تھا اس کو بطور امر واقعہ کے آج تک دنیا دیکھ رہی ہے۔

''شہدائے کربلا سے چھینے مال کی نمائش، سوگ یا جشن فتح؟''

یہ دو باتیں تو مسلم ہیں ایک یہ کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد ان کا مال چھین لیا گیا دوسری یہ کہ ہر محرم کے ابتدائی دس دنوں میں پورے جوش و خروش کے ساتھ ان تمام اشیاء کی نمائش کی جاتی ہے، جو حضرت حسینؓ اور دیگر آل رسول کی طرف منسوب ہے، یہاں یہ بات خاص طور پر ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ آل رسول اور نواسہ پیغمبر ﷺ کی جن اشیاء کو براہ نمائش پیش کیا جاتا ہے وہ وہی اشیاء ہیں جو کربلا میں شہداء کرام کے جام شہادت نوش فرما جانے کے بعد چھینی گئی تھیں جیسے حضرت حسینؓ کی تلوار، زرہ، خور وغیرہ، اب ان مسلمہ امور کے بعد وضاحت طلب اور قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی طرف منسوب یہ تمام اشیاء جو نمائش کیلئے رکھی جاتی ہیں یہ از راہِ محبت، عقیدت اور براہِ اظہار افسوس ہے یا فاتح ان اشیاء کو جشن فتح، اظہار مسرت اپنی کامیابی کے اعلان اور اپنے غلبہ کے اظہار کیلئے جبکہ اپنے قریف مقابل کی کھلی شکست کا عملی ثبوت دکھانے کیلئے کیا جاتا ہے جیسے دور حاضر میں فاتح لوگ ورلڈ کپ وغیرہ جیت لینے پر اس کی کھلی نمائش اور پوری تشہیر کرتے ہیں جہاں تک عام تاثر کی بات ہے تو اس کی وہی پہلی شق متعین ہے کہ شہدائے کربلا کے ان اموال و اشیاء کی نماش حضرت حسینؓ سے عقیدت، محبت اور دوستی کے طور پر کی جاتی ہے، عام و خاص بس اسی ایک ہی بات کو جانتے اور مانتے ہیں اور اس کا اتنا مؤثر، جاندار اور مضبوط طریقہ سے پروپیگنڈا اور تاثر قائم کر دیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس ایک صورت کے علاوہ کسی دوسرے پہلو پر غور کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی جبکہ یہاں پر بہت ہی اہم اور قابل غور راز سربستہ ایسے پائے جاتے ہیں جن پر غور کرنے سے صورت حال عام تاثر سے بلکل الگ تھلگ اور مکمل طور پر متضاد معلوم ہوتی ہے۔

(۱)۔اسباب کی دنیا میں فاتح ومفتوح کا جو پیمانہ مقرر کیا ہوا ہے اس کے مطابق کربلا میں دو جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا ایک جماعت کے تمام افراد شہادت کا جام نوش کر گئے دوسرے گروہ نے اپنی کمال دھوکہ بازی کا صلہ حاصل کرلیا دنیا میں ہمیشہ سے یہ تو ہوتا آیا ہے جس نے اپنے مقابل لوگوں کو زیر کرلیا ہو وہ اپنے رسم وطریقہ کے مطابق جیتا ہوا ورلڈکپ لوگوں کو دکھائے اور اس کی نمائش کرے مگر آج تک یہ کبھی بھی نہیں ہوا کہ جس جماعت کے تمام افراد شہید ہو گئے ہوں ان کی وہ اشیاء جو دشمن نے چھین لی ہوں بعد والے شہید ہونے والوں سے محبت،عقیدت اور دوستی کے نام ان کی تشہیر کی جائے۔

(۲)۔جن اشیاء کو بطور نمائش پیش کیا جاتا ہے یہ وہ اشیاء ہیں جو حضرت حسینؓ کے قاتل چھین کر لے گئے تھے اور دنیا کا معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ کسی سے جنگ میں چھینا ہوا مال اور اشیاء اپنی فتح وغلبہ کے اعلان اور جشن منانے کیلئے ہوتی ہیں نہ کہ کسی دوسری غرض سے۔

(۳)۔اگرچہ یہ بات ہر باشعور آدمی کو سمجھ آتی ہے کہ جو جماعت پوری کی پوری شہید ہوگئی ہو اور ان کا سامان دشمن نے چھین لیا ہو ان اشیاء کی نمائش کوئی نہیں کرتا مگر پھر بھی تھوڑی دیر کیلئے تسلیم کر لیں کہ ممکن ہے آل رسول سے چھینا ہوا سامان اظہار محبت کیلئے بطور نمائش پیش کیا جاسکتا ہے تب بھی یہ بات تو لوہے پر لکیر ہے جس میں کسی کو ذرا برابر بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ان اشیاء کی تشہیر کرنے والوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ کون لوگ ہیں، اگر نمائش کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے پاس وہ مال موجود ہے جو حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد آل رسول سے چھین لیا گیا تھا تو اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ یہ حضرت حسینؓ اور آل رسول کے قاتلوں کے وارث ہیں

پھر ہر عقل والا جان سکتا ہے کہ قاتلوں کا وارث جشن فتح کیلئے تو اپنے فخر یہ ورثہ کی نمائش کر سکتا ہے سوگ کیلئے نہیں۔ پس یہ بات واضح ہے کہ نمائش کرنے والے وہی ہیں جن کو شہدائے کربلا سے چھینا ہوا مال وراثت میں ملا تھا جس کی مسلسل نمائش کرتے آرہے ہیں تا کہ نبی آخرالزمان سے لئے ہوئے بدلہ اور انتقام کا شور دنیا میں بپا رہے۔

(۴)۔اگر مان لیا جائے کہ یہ نمائش حضرت حسینؓ سے عزاداری اور تعزیت کیلئے کی جاتی ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اس بات کی دنیا میں تشہیر اور عملی نمائش کی جا رہی ہے کہ حضرت حسینؓ کے دشمن جنگ جیت گئے تھے اور یہ مال انہوں نے چھین لیا تھا اور حضرت حسینؓ یہ جنگ ہار گئے تھے اور کیا دنیا میں کوئی ایسا محبّ صادق ہے جو یہ تسلیم کرے کہ جنگوں کے ہارنے کی نمائش وتشہیر کی جاتی ہے نا کہ جیتنے کی۔

ان چند گزارشات کو سنجیدگی کے ساتھ ملاحظہ فرما لینے کے بعد فرمائیے کہ پروپیگنڈے کے سرتال پر جو عمومی تاثر پیدا کر دیا گیا ہے جس تاثر کے برعکس عوام تو عوام خوا، اہل علم اور امت کے راہنماء بھی کوئی دوسرا تاثر قائم نہیں کر پاتے، وہ کیا عین حقیقت، امر واقعہ اور درست صورت حال کی عکاری ہے؟

''نمائش میں رکھا جانے والا سامان کون سا اصلی ہے؟''

یہاں پہنچ کر ہمیں ایک من وزنی اعتراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو گویا ایسا اعتراض ہے جس کا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا، کہ جناب کون سا کوئی وہی اصلی سامان اور اشیاء ہیں جو حضرت حسینؓ سے چھینی گئی تھیں؟ پس جب یہ تمام اشیاء وہی کربلا سے چھینی گئی عین اور اصلی ہی نہیں تو پھر اعتراض

والی کون سی بات ہے؟ واقعی اعتراض تو بڑا وزنی ہے مگر آپ ذرا پہلے ایک نظر اس سامان کی بنائی گئی شبیہات پر ایک سرسری سی نظر ڈال لیجئے جو ایام محرم میں براہ نمائش پیش کیا جاتا ہے، پھر اس کے بعد نواسہ رسول کے ایام زیست کو ملاحظہ فرمائیے، آپؓ کے لباسوں میں وہ لباس بھی تو ہیں جو ان کی امی سیدۃ زہرا بتول نے بنائے اور خود اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنائے تھے کچھ پوشیا کیں وہ بھی تو ہیں جو اللہ کے بعد سب سے اونچے مقام والے انبیاء کے سردار نے ان کو پہنائے تھے، آپ کی وہ تلواریں اور دیگر سامان حرب بھی تو ہے جو ان کے والد گرامی سے ان کو حاصل ہوا نواسہ کی وہ تلوار اور خود بھی تو تھی جو جرجان کی لڑائی میں آپ نے استعمال فرمائی اور خراسان وطبرستان میں جنگی سواری استعمال ہوئی اور غزوہ طرابلس وافریقہ میں سامان حرب وضرب استعمال فرمایا مگر حضرت حسینؓ کے اہم تاریخی مواقع پر استعمال ہونے والے سامان واشیاء کو چھوڑ کر صرف وہی سامان اہم کیوں ہے جو کربلا میں استعمال ہوا؟ کربلا والے لباس کی شبیہہ تو بنتی ہے تاکہ اس کی محرم کے پہلے عشرہ میں اس کی نمائش کی جائے اس لباس کی شبیہہ کیوں نہیں بنتی جو سیدۃ نے زیب تن کروا کر ان لاڈلوں کو میدان مباہلہ کی جانب روانہ فرمایا؟ اس حسینی تلوار کی شبیہہ تو بنتی ہے جو کربلا میں موجود تھی اس تلوار کی شبیہہ کیوں نہیں بنتی جو مظلوم مدینہ کے دروازے پر پہرا دیتے ہوئے نواسہ رسول کے پاس تھی، اس ٹوپی کی شبیہہ تو بنتی ہے جو ٹوپی کربلا کے میدان میں پہنچی ہوئی تھی اس ٹوپی کی شبیہہ کیوں نہیں بنتی جو نبوت کے مبارک ہاتھوں نے حسینؓ کے سر پر سجائی تھی؟ اس سواری کی شبیہہ تو بڑے زور شور اور جوش وخروش سے بنتی ہے جو کربلا کے میدان میں استعمال ہوئی جو سواری مدینہ منورہ کی پاک سرزمین پہ استعمال ہوئی اس کی اہمیت کیوں نہیں؟ سامان تو آپؓ کے پاس مدینہ منورہ میں بھی تھا اور مکہ مکرمہ میں بھی، مگر شبیہہ صرف کربلا والے سامان اور اشیاء کی بنتی

ہے آخر مکہ و مدینہ والے سامان کی شبیہہ کیوں نہیں بنتی ؟ ہے کوئی جو یہ عقدہ حل کر سکے، آخر کوئی وجہ تو ہے ناں! کہ کربلا میں حضرت حسینؓ کے پاس جو سامان، جو اشیاء اور جو سواری وغیرہ تھی وہ اتنی اہم تھی کہ آج صدیوں بعد تک اس کی اصل نہیں تو کاپی بنا کر شبیہہ کے نام سے نمائش جاری رکھی ہوئی ہے جب کہ اس کربلا میں موجود حضرت حسینؓ کی اشیاء کے علاوہ انہیں حضرت حسینؓ کی وہ اشیاء بھی ہیں جن کو مدینہ حرمین کی نسبت، سیدۃ کی نسبت، حیدر کرار کی نسبت، انبیاء کے سردار کی نسبت بھی حاصل ہے مگر وہ اشیاء ان اضافی نسبتوں کے باوجود کربلا والے سامان و اشیاء کا درجہ حاصل نہیں کر پائی آخر کیوں؟

خوب غور فرمائیے اور بتائیے کہ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ترجیح آپ کو ملی کہ کربلا میں جو سامان حضرت حسینؓ کے پاس تھا اس کو چونکہ قاتلوں نے چھین کر اسے اپنے انتقام، بدلہ لینے اور فتح کا علامتی نشان بنا لیا گویا یہ سامان ان کیلئے جنگ میں فتح کا ورلڈ کپ بن گیا تھا اور اس سامان کے ساتھ قاتلانِ حسینؓ کی فتح منسلک ہو چکی تھی، اور ان اشیاء کی نمائش ان قاتلوں کی فتح و کامیابی کی نمائش اور اعلان تھا اس لئے یہ سامان اتنا مبارک، مقدس اور عظیم الشان بن گیا کہ نمائش کیلئے دنیا کو دکھایا جانے لگا پھر جب یہ اصل سامان ہر ہر جگہ دکھایا جانا ناممکن ہوا تو اس کا حل شبیہہ اور فوٹو کاپی بنانے کی صورت میں نکالا گیا اب وہی کاپی دکھا دکھا کر اس چھینے ہوئے سامان کے ساتھ نتھی اعلان فتح کی نمائش کی جاتی ہے جبکہ حضرت حسینؓ کا زندگی بھر میں پایا جانے والا دیگر سامان نبوی نسبتوں، مدنی نسبتوں اور حیدری نسبتوں کے باوجود شبیہہ بننے والے درجہ پر فائز نہیں ہو سکا، صرف اس لئے کہ وہ حضرت حسینؓ کے قاتلوں کے ہاتھ نہ لگ سکا، جس کی وجہ سے اس سامان کے ساتھ قاتلوں کی فتح انتقام اور بدلہ بھی نتھی نہ ہو سکا پس وہ شبیہہ بننے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو

گیا۔

امید ہے اوپر اٹھائے گئے وزنی اعتراض کا جواب سمجھ آ گیا ہوگا۔

''نمائش میں پیش کیا جانے والا سامان کیا یہی ہے؟''

بطور نمائش کے رکھا جانے والا سامان صرف وہی نہیں جو شہدائے کربلا سے چھینا گیا تھا بلکہ آپ نمائشی سامان ملاحظہ کرتے ہوئے کچھ نیزے اور تلواریں وغیرہ بھی دیکھیں گے جن کے بارے میں بتایا جائے گا کہ یہ وہ تلوار ہے جن کے ساتھ نواشہ رسول حضرت حسینؓ کا سر مبارک جسم ے الگ کیا گیا تھا اور یہ وہ نیزے ہیں جن کے ساتھ نواسہ رسول کو شدید زخمی اور مجروح کیا گیا تھا ظاہر بات ہے یہ تلواریں اور نیزے وغیرہ بھی عین وہی اصلی تو نہیں ہیں جن کے ساتھ نواسہ رسول پر ظلم کئے گئے بلکہ یہ بھی ان اصل تلواروں، نیزوں وغیرہ کی صرف کاپی، نقل اور شبیہہ ہیں مگر یہ تلواریں تو حضرت حسینؓ کا سر مبارک جو جسد اقدس سے جدا کیا گیا تو یہ کام دشمن کا ہے نا کہ دوستوں کا، پس سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ یہ تلواریں اور نیزے تو دشمنوں کے ہیں پھر یہ تلواریں وغیرہ حضرت حسینؓ کے ذاتی سامان کے ساتھ کیسے جمع ہو گئے؟ آگ و پانی تو کبھی ایک ظرف میں جمع نہیں ہو سکتے، اسلام و کفر کا ایک دل میں ٹھکانہ تو نہیں ہو سکتا؟ پھر یہ کیا ماجرا ہے کہ جس جگہ حضرت حسینؓ کا مصلی رکھا ہے، آنخضرتؐ کی تلوار، ذرہ اور خور رکھے ہیں سامان حرب کے علاوہ دیگر اشیائے ضرورت رکھی ہوئی ہیں وہیں فریب دشمن کا اسلحہ اور تلواریں وغیرہ بھی نمائش کے طور پر رکھی ہوئیں ہیں؟ آخر یہ کیسے اور کیوں؟

شائد اب صورت کچھ واضح ہوگئی ہوگی کہ یہ نمائش کرنے والے کون ہیں! اس لئے کہ حضرت حسینؓ

کا چھینا ہوا سامان دشمن لے گئے تھے اور قاتلانِ حسینؓ کے وارث جہاں اپنے باپ دادا کی ان تلواروں نیزوں کے وارث بنے جو تلواریں و نیزے حضرت حسینؓ کو زخمی، شہید کرنے اور سر مبارک کو جسد اقدس سے جدا کرنے میں استعمال ہوئیں تھیں وہیں پر وہ ان تلواروں اور اشیاء و اموال کے بھی وارث بنے جو ان کے قاتل آباء نے حضرت حسینؓ اور دیگر آل رسول سے کربلا کے میدان میں چھینا تھا لہٰذا ان وارثوں نے جب نواسہ رسول سے چھینا ہوا سامان بطور نمائش کے رکھا تو وہیں پر انہوں نے اپنے آباؤ واجداد کے سامانِ حرب وضرب کو بھی رکھا جو سامان ان کی فتح کا نشان اور عبرت کی علامت تھی پھر چونکہ ان تلواروں کو دنیا بھر میں نمائش کیلئے رکھنا ناممکن تھا لہٰذا انہوں نے ان تمام چیزوں کی شبیہہ بنالی شبیہہ بناتے ہوئے جو تقدس عزت واحترام ان کی نظر میں حضرت حسینؓ سے چھینے ہوئے سامان کا تھا وہی عزت واحترام اور تقدس ان کے نزدیک ان تلواروں اور نیزوں کا بھی تھا جو حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کیلئے استعمال کیا گیا اسی وجہ سے جس اہتمام کے ساتھ انہوں نے حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا سے چھینے ہوئے مال کی شبیہات وضع کرلیں اسی اہتمام کے ساتھ ان تلواروں، نیزوں اور اسلحہ جات کی شبیہات بھی بنالیں جو حضرت حسینؓ پر انسانیت سوز مظالم کے پہاڑ توڑ دینے کیلئے استعمال ہوا تھا۔

امید ہے ان گزارشات سے یہ مسئلہ کافی حد تک واضح ہو گیا ہو گا کہ محرم الحرام میں کی جانے والی شبیہات کی نمائش اظہار افسوس، عزاداری اور تعزیت کیلئے ہرگز نہیں بلکہ اس جشن اور فتح کا کھلے عام اعلان واظہار جاری رکھنے کیلئے ہے جو حضرت حسینؓ کے قاتلوں نے جاری کیا تھا تا کہ وہ ہادی عالم ﷺ سے لئے گئے قومی بدلہ اور انتقام کا دیر اور دور تک پرچار کرسکیں۔

قاتلوں کا وہ سامان اور آلات قتل وظلم جو حضرت حسینؓ کے دشمنوں نے استعمال کئے اس سامان اور

آلہ قتل کا حضرت حسینؓ وشہدائے کربلا سے چھینے ہوئے مال کے ساتھ ایک جگہ مل جانا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یہ تمام تر کارروائی عزاداری حسینؓ کے نام سے قاتلانِ حسین کا جشن فتح منانا ہے جس کی رسم پورے اہتمام سے ان کے وارثوں نے جاری رکھی ہوئی ہے، اب اگر دیکھنے والوں کو ہماری یہ گزارش کسی طرح بھی ہضم نہیں ہوتی اور یہ سچائی محض الزام تراشی اور نفرت پھیلانا محسوس ہوتی ہے تو ایسے حضرات سے گزارش ہے کہ وہ براہ کرم اس رسم عزاداری کا تاریخی پس منظر ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح ان قاتلان حسینؓ نے کربلا کے ظلم سے فارغ ہوتے ہی کوفہ کی گلیوں میں ماتم کرنا، رونا دھونا اور نوحہ خوانی کرنا شروع کی جس کو دیکھ کر حضرت زین العابدین، حضرت زینب، حضرت فاطمہ صغریٰ، حضرت ام کلثوم نے کمال حیرانگی کے ساتھ ان کی اس دھوکہ بازی کا پردہ چاک کیا، کہ تم قتل بھی کرتے ہو اور پھر قتل کرنے کے بعد ماتم ونوحہ بازی بھی کرتے ہو بتاؤ تو سہی آخر تم کس کو دھوکہ دے رہے ہو انہوں نے ان کو غدار، مکار، دھوکہ باز کہہ کر صاف بتا دیا کہ قاتلان حسین کا جشن فتح اسی رونے، ماتم اور نوحہ خوانی کے لیبل تلے شروع ہوا تھا جو اب تک جاری ہے پر افسوس یہ بھولی بھالی امت ہے جو ابھی تک اس حقیقت کو ماننے کیلئے تیار نہیں، بلکہ وہ ابھی تک یہی سوچ رہے ہیں کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فتح کا جشن منایا جارہا ہو اور فتح منانے والے رو رہے ہوں دراصل امت اسلام کا یہ نظریہ اور صورت حال اس وجہ سے ہے کہ اس کو مکرو دھوکہ کی انتہا کو چھو لینے والی جس قوم سے واسطہ پڑا ہے اس کا ابھی تک درست ادراک ہی نہیں ہوا۔ درج ذیل واقعہ امامیہ دین کی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں

شیخ صدوق امالی میں جناب فاطمۃ بنت الحسین سے روایت لکھتے ہیں: جب فوج اشقیاء ہمارے خیام میں داخل ہوئی تو میں چھوٹی سی تھی میرے پاؤں میں دوسونے کی پازیبیں تھیں ایک ملعون آیا

اور وہ پازیبیں میرے پاؤں سے اتارنے لگا اور وہ روبھی رہا تھا میں نے کہا تو روتا کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا گریہ کیسے نہ کروں کہ دختر رسول کی توہین کر رہا ہوں میں نے کہا کہ اگر تو جانتا ہے کہ میں دختر رسول ہوں تو پھر لوٹتا کیوں ہے؟ ملعون نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں (یہ پازیبیں) نہ اتاروں گا تو کوئی اور اتار لے گا (مدینہ سے مدینہ تک رص ۴۱۷)۔

دیکھا آپ نے! یہ ہیں رونے والے جو آل رسول پر گریہ کرتا اور آنسو بہاتا ہے اور اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر آل کا مال غضب کرنے کا اعزاز میں نے حاصل نہ کیا تو کوئی دوسرا یہ اعزاز لے جائے گا، بھلا جن کی منطق یہ ہے جو کم از کم عقل سلامت رکھنے والی کی فکرہ فہم سے تو بالا تر ہے ان کا جشن فتح پر عزاداری حسین کا لیبل چپکانا کیا مشکل ہے؟

''آلہ قتل اور قاتلوں کے وارث''

کسی قتل کے جو بنیادی شواہد ہیں ان میں سے سب سے اہم بات آلہ قتل ہے کہ مقتول کس چیز کے ساتھ قتل کیا گیا جس پر قتل کا الزام ثابت کیا جاتا ہے اس سے آلہ قتل برآمد کرنا ازحد لازمی امر ہے ورنہ قتل کا الزام ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔

حضرت حسینؓ کے قاتل کون ہیں؟ یہ ایسا عنوان ہے جس میں غلط فہمیوں کی ایسی گرد اڑا دی گئی ہے کہ حقیقی صورت حال کا ادراک کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور بنا دیا گیا ہے حالانکہ کربلا میں سفاکیت و درندگی کے مظاہر کوئی رات کی تاریکی یا جنگل کے ویرانے میں نہیں بلکہ دن کے اجالوں اور شہر کے قریب فرات کے کنارے اور لاکھوں نہیں تو ہزاروں لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوئے مگر چونکہ اس تمام تر سازشی کھیل کو ڈیزائن کرنے والا وہی طبقہ تھا جو خاص مقاصد کے تحت

مسلمانوں کی صفوں میں گھسا ہوا تھا اس لئے دن دیہاڑے نواسہ رسول جیسی معروف ترین ہستی پر قیامت خیز مظالم ہونے کے باوجود ہر قدم پر ایسی گرد اڑادی اور شکوک وشبہات کا اندھیرا پھیلا دیا کہ بڑے بڑے اہل قلم ومحققین بھی چکرا گئے پروپیگنڈے کے سرتال پر ایک ہی راگ الاپا جانے لگا یذید یذید پروپیگنڈائی دین کا تو اس نعرے کی ایجاد اور زوردار طریقے سے پھیلانے کا ایک زبردست مقصد ہے کہ اس طرح وہ دنیا کی نظروں سے اصل قاتلوں کو چھپا سکتا ہے مگر اہل تحقیق اور ارباب دانش نے بھی اصل حقائق تک پہنچنے کیلیئے سربرسطہ رازوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی جس کی وجہ سے اصل صورت حال بھی تک تقیہ کے موٹے موٹے پردوں میں دبی اور چھپی پڑی ہے اگر اصل صورت پر پروپیگنڈے کا گردنہ ڈالا جاتا تو اہل تحقیق قاتلوں کی تلاش میں مسلمہ اصولوں کو نظر انداز نہ فرماتے جس کے نتیجہ میں خونخوار قاتلان اعلی اصغر وشہدائے کربلا کو بہت آسانی سے اور معمولی توجہ کرنے سے تلاش کرلیا جاتا اس لئے کہ حضرت حسینؓ وشہدائے کربلا کی شہادت کے بعد جوان کا سامان قاتلوں نے چھین لیا تھا اور وہ آلات قتل جو فرزندان رسالت مآب ﷺ پر استعمال کئے گئے ان کی نمائش بھرپور طریقے سے ہر سال کی جاتی ہے، جبکہ اس بارے میں کسی نے کوئی اختلافی نوٹ جاری نہیں کیا کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد قاتلوں نے نواسہ رسول کا مال و اشیاء چھینی جس کی باقاعدہ تفصیلات امامیہ دین کی طرف سے شائع کردہ کتب میں بتائی جاتی ہیں کہ آنحضرتؓ کا عمامہ فلاں نے لے لیا، ٹوپی فلاں نے چھینی اور تلوار اس نے قبضہ میں لے لی وغیرہ وغیرہ جب وہ قاتل ہی تھے جو آنجنابؓ کا سامان چھین کرلے گئے اور اس چھینے ہوئے مال کے ساتھ وہ آلات قتل بھی نمائش میں دکھائے جاتے ہیں جن کے ساتھ کربلا کے مظلوموں پر مظالم ڈھائے گئے تو اس میں کس کو شک رہ جاتا ہے کہ جس گھر سے آلہ قتل بھر برآمد ہو جائے اور مقتول کا

وہ اثاثہ بھی جو کہ قاتل چھین کر لے گئے تھے، وہی قاتل ہیں! جس شخص کے پاس ایک ناخن کی مقدار عقل ہو جو خراب نہ ہوگئی ہو تو اس کو لمحہ بھر میں قاتلانِ حسینؓ کا چہرہ تقیہ کی ہر قسمی چادر و نقاب سے ننگا صاف دکھائی دینے لگے گا جب کہ وہ حضرت حسینؓ کو قتل کرنے والے آلات کا مشاہدہ کرے گا۔

''آل رسول کی عفت مآب خواتین اور شیعہ جارحیت''

رحمت عالم ﷺ کی لختِ جگر، جنتی عورتوں کی سردار سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کی گود جن کا مدرسہ اور درسگاہ تھیں ان کو اس درسگاہ سے آرام پسندی کا سبق نہیں ملا، بلکہ چکی پیس کر زندگی گزارنے والی جنتی خواتین کی سردار نے اپنی اولاد کو رگ و پے میں مشقتوں کے اٹھانے اور دشواریوں پر صبر کرنے کی ریت ڈالی تھی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے سب کچھ قربان کرنے کا درس دیا تھا، سیدۃ زہرا بتول کے سامنے ان کے والد گرامی دعوت حق کی پاداش میں کوئی کم نہیں ستائے گئے تھے ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کوئی ایک دن بھی سکھ اور چین کا نہ گزرا تھا کبھی طائف میں پتھروں کی بارش تو کبھی مکہ کی گلیوں میں زبان درازیاں، کوئی راستے میں کانٹے بچھا رہے ہیں تو کسی نے کوڑا اکرکٹ سردار انبیاء کے اوپر گرانا شروع کیا ہوا ہے کوئی عین حرم مقدس میں گلے کے اندر کپڑا ڈال کر گھسیٹتا ہے تو کسی نے نماز میں عین حالت سجدہ کے اندر گرن پر اونٹ کی اوجڑی لا کر ڈال دی ہے پھر مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد مشرکین مکہ کے ستم بھی کیا کم تھے جو مزید یہود و نصاریٰ کے قیامت خیز و مظالم بھی ساتھ مل گئے بلکہ حد تو یہ کہ ضمیر فروش یہود و ہنود نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں اپنی بدترین عداوت شروع کر دی الغرض یہ قدم قدم قیامت

یہ سواد کوئے جانا: نہ دن چین نہ رات کو آرام، ہر دن ظالموں کے الگ منصوبے، نئی سازشیں اور عداوتوں کے انوکھے جال بنے جاتے رہے، اللہ کے سچے دین کیلئے قربانیوں کا یہ سفر جاری رہا سیدۃ زھرا بتول بھی ساتھ تھیں اس دار فانی میں تشریف لاتے ہی جب قدموں پر کھڑی ہوئیں تو اپنے تمام اطراف میں مصائب واعلام کے چلتے طوفان اور بہتی موجود کو ہی دیکھا، بھلا سردار انبیاء سے بڑھ کر کس گھر کو اللہ کیلئے آزمائش اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہو! ی محض ہوئی بات نہیں امر واقعہ ہے کہ گزشتہ تمام انبیاء سے بڑھ کر انبیاء کے سردار حضرت محمد ﷺ کو آزمائش اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر مجال ہے جو کبھی سیدہ کائنات حضرت زھرا بتول نے سر میں خاک ڈالی ہو یا واویلا کیا یا منہ کو پیٹ لیا ہو، یا آہ وزاری کی ہو یا ردائے پردہ کو ہٹایا ہو یا بین کی آوازوں سے مکہ یا مدینہ میں کہرام بپا کیا ہو یا نوحہ خوانی کی مجلس بپا کر لی ہو بلکہ حیات زھرا بتول سلام اللہ علیھا کا ہر لمحہ صبر و ثبات کا عظیم نمونہ اور عمدہ درس پیش کرتا ہے یہی وہ جذبہ قربانی اور مشکلات پر صبر اور دشواریوں کو اللہ کی رضا کیلئے برداشت کرنے کی عملی تربیت تھی جو آغوش فاطمۃ الزھرا نے اپنی اولاد کو مہیا کی اور مشکلات کو برداشت کرنے کا حوصلہ سکھایا اپنی بچیوں کو رب تعالیٰ کے حکم پردہ پر عمل کا ایسا عملی نمونہ دیا اور سبق سکھایا کہ ان کے بالوں کو کبھی سورج نے بھی نہ دیکھا ہو صبر کرنے کی ایسی عملی ترغیب دی کہ پانی کی مشکیں اٹھانے سے جسد اطہر پر نشانات اور چکی پیسنے سے ہاتھوں پر چھالے تو پڑ گئے مگر مجال ہے جو کبھی صرف شکایت لبوں تک آسکی ہو، صبر وثبات، تقویٰ، زہد، عبادت و ریاضت صوم وصلوۃ اور ذکر الٰہی کا ایسا خوگر بنایا کہ دیکھنے والوں کو اللہ یاد آجائے یہ تو اس درسگاہ کی تربیت تھی جس کا عملی ثبوت آغوش سیدۃ میں تربیت پانے والوں نے زندگی کے ہر قدم پر دیا مگر دوسری جانب اسلام کا لیبل لگا کر دھوکہ دینے والوں کی آل رسول کے خلاف وہ جارحیت ہے

جوان کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہے، اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں
حقیقت یہ ہے کہ یہ رات آل محمد ﷺ کیلئے قیامت کی رات تھی ہر شخص شام سے سمجھ چکا تھا کہ صبح کو خاتمہ ہے گھر سے باہر تک ایک اضطرار وانتشار کا عالم تھا، عصمت سرا میں پردہ نشینیاں عصمت کی حالت اور بچوں کی مرجھائی ہوئی صورت دیکھی نہ جاتی تھی جو عالم تھا اسے مداح اہلبیت نے کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

بچھونوں پہ بے ہوش بچے پڑے تھے
حرم ہاتھ رکھ رکھ کر دم دیکھتے تھے

(ذبح عظیم، ص ۱۶۵)

امام زین العابدین سے منقول ہے کہ شب عاشورا میں اپنے بستر رنجوری پر تھا اور میری پھوپھی حضرت زینت خاتون علیھا اسلام میری تیمارداری پر مصروف تھیں کہ میرے والد بزرگوار جناب امام حسینؑ مع چند رفقا خیمہ میں تشریف لائے اور بعض اشعار مایوسانہ کی تلاوت فرمائی جن کے مفہوم کو سمجھ کر میں بے قرار ہو گیا لیکن بمقتضائے مصلحت میں نے ضبط کیا اور اپنے آنسوؤں کو لوٹا دیا البتہ میری پھوپھی زینب کو تاب نہ رہی وہ بے اختیار ہو کر بدحواس ہو گئیں اور اپنے برادر عالی مقدار کے پاس پہنچیں اور رو رو کر کہنے لگیں، واثکلاہ کاش آج ہی میری موت میرے نقش حیات کو مٹا ڈالتی، ہائے علی، ہائے فاطمۃ، ہائے حسن اس دار فانی سے رحلت کر گئے، اب میرے بھائی ان کے جانشیں اور پسماندوں کی پناہ تم ہی باقی ہو حضرت زینت کے یہ الفاظ سن کر امام عالی مقام نے ان کی طرف نظر فرمائی اور کہا کہ اے بہن صبر کو ہاتھ سے نہ دو وہ بولیں کہ اے ابا عبداللہ! میری جان تم پر قربان ہو تم مرگ پر آمادہ ہو گئے، اب تو باوجود ضبط کے امام کی آنکھوں میں بھی آنسو

ڈبڈبا آئے فرمایا کہ اے خواہر عزیز ''لو ترک القطاء لبلا بتام '' کیا کروں چین بھی لینے پاؤ۔ یہ سن کر حضرت زینب سے نہ رہا گیا، رو کر کہنے لگیں، ہائے آپ کی عزیز جان اس طرح کے ستم میں ہے، یہ کہہ کر اپنا منہ پیٹ لیا، گریبان چاک کرڈالا اور فرط غم سے غش کھا کر گر پڑیں (ذبح عظیم ص ۱۶۴)۔

قاسم ابن الحسینؑ نے میدان حرب کا قصد کیا اور رخصت طلبی کی غرض سے اپنے عم بزرگ وار کی خدمت میں حاضر ہوئے جناب امام حسینؑ نے ان کی طرف نگاہ پاس سے دیکھا اور بے اختیار ہو کر اپنے دونوں ہاتھ ان کی گردن میں ڈال دیئے اور یہ دونوں حضرات ایسا روئے کہ دیکھنے والے ان کی بے تابی کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگے حضرت قاسم کو جب رونے سے فراغت ہوئی تو پھر اجازت حرب کیلئے استدعا فرمائی اور امام عالی مقام نے پھر انکار کر دیا (ایضا ص ۲۰۶)۔

حضرت قاسم ابن الحسنؑ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اطہر اٹھالائے، صورتحال کا ذکر یوں کرتا ہے کہ

پھر اس وش کو صف ماتم میں رکھ کر جناب امام حسینؑ نے یہ دعا فرمائی (عربی عبارت کا ترجمہ) رپوردگار عالم اگر تو نے دنیا میں ہماری اعانت و نصرت میں مصلحت نہ جانی تو آخرت میں تو ہمارے لئے ان اعانتوں کو ذخیرہ فرمائیو اور ان ظالموں سے بدلہ لیجیو (ایضا ص ۲۰۷)۔

استقبال کرنے والوں نے سروں کے گرد رقص کرنا شروع کر دیا کچھ لوگ انگشت بدنداں ہو کر سروں کے حسن اور تازگی کو دیکھنے لگے جن سے آج تیسرے دن بھی تازہ خون ٹپک رہا تھا، فوج یزید کی چند ٹولیوں نے بے کجاوہ محلوں کے گرد گھیرا ڈال کر فتح یزید کے نعرے لگا لگا کر ناچنا شروع کر دیا کچھ لوگ سروں اور بنات رسول کے بے کسی پر آنسو بہانے لگے، کچھ اپنی عبائیں اور سروں

سے رومال اتار تار کر بی بی کے سروں پر نیچے سے پھینکنے لگے دوسری طرف فوج یزید کے سپاہی نیزوں سے چادریں اور رومال اتارنے لگے، ابن زیاد نے اعلیٰ پولیس افسر کو خاص طور پر ہدایت کر رکھی کہ دختران رسول اور سرہائے شہدا کا خاص خیال رکھا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بھیڑ میں کوئی محبّ آل محمد موقعہ پا کر کسی سر یا کسی دختر رسول کو اپنی پناہ میں نہ لے لے۔۔۔ جناب ام کلثوم نے پولیس افسر سے فرمایا، بندہ خدا اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا سب کچھ تم نے کربلا میں لوٹ لیا سوائے منت سماجت کے کچھ بھی نہیں دے سکتی، تیرا احسان ہوگا اگر تو سروں کو ذرا آگے لے جاتا کہ تماش بین سران عظمت انکا حسن و جمال اور ان کی مظلومیت اور غربت و بے کسی دیکھنے میں مصروف ہو جائیں اور ہم دختران رسول کا پردہ بچ جائے (ریاض الاحزان ر ص ۱۵۲)۔

(جذیلہ سدی کا بھائی بتاتا ہے کہ) میں نے بے پالان کے اونٹوں پر لٹی ہوئی مستورات کو دیکھا جنہوں نے بالوں سے پردے بنا رکھے تھے میں نے ایک بزرگ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا، ہماری بدبختی ہے تو نہیں دیکھ رہا کہ بلند نیزے پر دسختر رسول کے بیٹے حسین کا سر ہے اور بے پالان کے اونٹوں پر زھرا زادیوں نے بے مقنع و چادر بالوں سے پردے بنائے ہوئے ہیں (ایضا ر ص ۱۵۶)۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ جب قافلہ آل محمد بازار کوفہ میں آیا تو ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ام کلثوم زینت بنت علی نے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اسکینوا، تمام لوگ اس طرح خاموش ہو گئے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو، سانس حلق میں اٹک کر رہ گئے، اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہر طرف ایسے سناٹا چھا گیا جیسے اس بازار میں کوئی بسنے والا

نہیں ہے حالانکہ اس لفظ کہنے سے پہلے ڈھول بج رہے تھے تالیاں بجھ رہی تھیں کس طرف سے مرتبے پڑھے جا رہے تھے، اونٹوں کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیوں کی آواز تک خاموش ہوگئی۔ بخدا میں نے کبھی کوئی ستم رسیدہ عورت ایسی نہیں دیکھی جو اتنی قادر الکلام ہو جتنی بنت علی تھیں اس کے بعد بی بی نے فرمایا

''اے فریب کار اور دھوکے باز کوفیو، نہ کبھی تمہارے آنسو رکیں گے اور نہ کبھی تمہارا گریہ بند ہوگا''

(اس کے بعد حضرت زینت کا وہی معروف خطبہ ہے جس کے کچھ ضروری اقتباسات اوپر نقل ہو چکے ہیں)

(ایضا ص ۱۵۹۔۱۶۰)